برِّصغیر اور پوری دنیا میں غلبۂ دین کا داعی

نوائے غزوۂ ہند

فروری و مارچ ۲۰۲۳ء — رجب تا رمضان ۱۴۴۴ھ

بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمہ اللہ علیہ

قال رسول اللہ ﷺ:

’’اس ماہ میں جو شخص کسی روزے دار کا روزہ افطار کرادے تو یہ اس کی مغفرت کا اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سامان بن جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا، مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو (بھی) دے گا جو پانی ملے ہوئے تھوڑے سے دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرادے۔ جو شخص (افطار کے بعد) کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کریں گے کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا اور جنت میں تو بھوک پیاس کا نام ہی نہیں۔‘‘

رواه بيهقي في شعب الايمان

رمضان

شَہرُ القُرآنِ والصِّیامِ والجِہاد

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحتیں

”اے گناہ کرنے والے! گناہ کے بُرے انجام سے مطمئن نہ ہوجانا کیونکہ گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔ گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئے تو تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کریں گے۔ اور پھر تم ہنستے ہو، تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے۔ اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہوجاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے۔ اور جب تم گناہ نہ کرسکو اور اس پر تم غمگین ہوجاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کرلینے سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازے کا پردہ ہل جائے تو اُس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کرلینے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہارا بھلا ہو، کیا تم جانتے ہو کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا چُوک ہوئی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو ایک بیماری میں مبتلا کردیا اور ان کا سارا مال ختم کردیا تھا؟ ان سے چوک یہ ہوئی تھی کہ ایک مسکین پر ظلم ہو رہا تھا، اس مسکین نے حضرت ایوب علیہ السلام سے مدد مانگی تھی اور کہا تھا کہ یہ ظلم رکوادیں۔ حضرت ایوب علیہ اسلام نے اس کی مدد نہیں کی تھی اور ظالم کو اس مسکین پر ظلم کرنے سے نہیں روکا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں ڈال دیا تھا۔“

ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱، ص ۳۲۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فُكُّوا الْعَانِيَ يَعْنِي الْأَسِيرَ وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ!“

’’قیدی کو چھڑایا کرو، بھوکے کو کھلایا کرو اور بیمار کی عیادت کرو!‘‘

(صحیح بخاری)

نوائے غزوۂ ہند

جلد نمبر: ۱۶، شمارہ نمبر: ۲

فروری و مارچ ۲۰۲۳ء — رجب تا رمضان ۱۴۴۴ھ

بحمد اللہ... مسلسل اشاعت کا سولھواں ۱۶ سال!

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire

اس شمارے میں

اداریہ

کس کے منتظر ہیں سب؟ معجزہ کہ زلزلہ! 5

تزکیہ و احسان

فضائل نماز 8

قیامت کی نشانیاں [الآخرۃ]

امام مہدیؓ کا ظہور 16

حلقۂ مجاہد

امیر المومنین کی ہدایات 19

مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟ 20

نشریات

فلسطین کی مدد کیسے کی جائے؟ 23

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

رمضان کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبۂ استقبالیہ 24

ہلالِ رمضان کا پیغام 25

روزوں کی حکمت 28

رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام 29

فکر و منہج

اجنبی ___ کل اور آج 32

قرآن مخالف جنگ اور اُمت کی ذمہ داری 37

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے! 45

میدانِ بدر میں الولاء والبراء کی عملی تصویر کشی 49

صحبت با اہلِ دل!

مع الأستاذ فاروق (الطریق إلی التغییر) 50

پاکستان کا مقدر...... شریعتِ اسلامی کا نفاذ!

ریاست کی حیثیت اور طریقِ کارِ نفاذِ شریعت 55

ریاستِ پاکستان اور حکمرانوں کی شرعی حیثیت 70

خواب اور تعبیر! 73

......ہند ہے سارا میرا!

کیا ہندوستانی مسلمانوں کا کوئی پرسانِ حال ہے؟ 75

ایک تھی رانی...... بڑی دیوانی! 76

عالمی منظر نامہ

سعودی عرب: تری بربادیوں کے مشورے ہیں 78

زلزلہ 81

عالمی جہاد

معرکے ہیں تیز تر! 82

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے......

اعلانات از ادارہ:

- مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع ہونے والے 'مستعار مضامین' (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس/سٹیٹس/ٹویٹس) مجلّے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آرا سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’**غزوۂ ہند**‘ تمام اہلِ ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہلِ ایمان بالخصوص برِّ صغیر میں بستے اہلِ ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوۂ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوۂ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوۂ ہند:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- برِّ صغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے......اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@nghmag.com

کس کے منتظر ہیں سب؟ معجزہ کہ زلزلہ!

اس مارچ کے مہینے میں عافیہ صدیقی کو قید ہوئے پورے بیس سال ہو گئے۔ کتنی ہی مرجھائی بہاریں بیتیں اور کتنی خزاؤں کی پرچھائیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں۔ عافیہ سے عزت اور غیرت کے عناوین وابستہ ہیں، بلکہ کچھ غور کیجیے، شریعتِ مطہرہ کے احکام جانیے، سیرت النبی (علیٰ صاحبہا ألف صلاۃ وسلام) سے گزریے، صحابہ وسلفِ صالحین اور ان کے بعد آنے والوں کی زندگیوں کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ 'عافیہ' کے ساتھ پورا کا پورا دین بھی وابستہ ہے۔ مغرب میں ایک مسلمان عورت قید ہو جائے تو مشرق کے سبھی مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے، یہ حکمِ شریعت ہی تو ہے۔ بنی قینقاع کی غداری کے نتیجے میں ملک بدری کا سارا واقعہ ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی کرنے ہی کا بیان ہے۔ ایسے ٹھوس انداز سے، 'ولا یخافون لومۃ لائم' کی مجسم تصویر بن کر صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم أجمعین) نے شارع علیہ السلام کی سات آسمانوں کے اوپر سے اتری شریعت کو نافذ کیا کہ کسی مسلمان عورت کی بے حرمتی کی نوبت دوبارہ نہ آئی۔ سندھ میں ایک مسلمان عورت اہلِ کفر کے ہاتھوں قید ہو جاتی ہے، ہم سبھی جانتے ہیں کہ اس مسلمان خاتون کو چھڑانے سرزمینِ حجاز کے طائف کا محمد بن قاسم الثقفی (رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ) سرزمینِ دیبل پہنچا، ابنِ قاسم کا یہی پہنچنا، دینِ اسلام کا اس سرزمین پر پہنچنا بھی ثابت ہوا۔ سواحلِ گوادر و کراچی سے ملتان تک کا علاقہ ابنِ قاسم نے بزورِ شمشیر دار الاسلام میں داخل کیا اور اس دار الاسلام کے باشندے ابنِ قاسم اور اس کی فوج کی دعوت و تبلیغ اور ان کے اخلاقِ حسنہ کو دیکھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہاں یہ ذکر بہت ہی ضروری ہے کہ ابنِ قاسم کو لشکرِ اسلام پر سپہ سالار بنا کر بھیجنے والا، ابنِ قاسم کا سگا چچا، والیٔ عراق حجاج ابنِ یوسف تھا، وہ حجاج جس کی ظالم و سفاک تلوار سے کبار صحابۂ کرام، تابعین و تبع تابعین تک محفوظ نہ رہے، وہ حجاج جس کا نام آج چودہ قرن گزر جانے کے بعد بھی لیا جاتا ہے تو ظالم و سفاک کے سابقات و لاحقات کے ساتھ ذکر ہوتا ہے گویا حجاج کا معنیٰ ہی ظالم و جابر و سفاک ہو۔ حجاج، حجاج تھا، لیکن وہ بھی بے حمیت نہ تھا، چودہ قرن پہلے سندھ میں قید 'عافیہ' کے لیے اس کا خون بھی جوش مارتا تھا۔ عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں ایک مسلمان عورت کو عیسائی بازنطینی حاکمِ وقت ایک تھپڑ مارتا ہے، اس حاکم کے دربار میں بلند ہونے والی چیخ 'وامعتصماہ!' معتصم تک پہنچتی ہے تو اہلِ کفر کی سرزمینِ عموریہ بزورِ شمشیر تاراج ہو کر دار الاسلام میں داخل ہو جاتی ہے۔[1]

لیکن ایک زمانہ وہ تھا اور ایک آج ہے کہ عافیہ بیس سال سے صلیبیوں کے پنجروں میں بند ہے۔ یوں تو ہم عافیہ کی کہانی بہت اچھی طرح جانتے ہیں لیکن ایک بار پھر اس سے گزرتے ہیں تاکہ مجرمین کی نشاندہی ہو سکے اور ہمیں اپنے جرم کا احساس بھی (وہ جرم جو عافیہ کو نہ چھڑا کر ہم جس کے مرتکب ہو رہے ہیں)۔ عافیہ آج سے بیس برس قبل باب الاسلام کراچی میں اپنے تین کم سن بچوں کے ساتھ ایک ٹیکسی میں سفر کر رہی تھی۔ جب اس کی ٹیکسی کو نقاب پوش وردی والے جو اس وقت بے وردی آئے تھے روکتے ہیں، ذرائع کے مطابق عافیہ کو گرفتار کرنے کا آپریشن 'سیّد احتشام ضمیر

---

[1] شاید کچھ حضرات کو 'بزورِ شمشیر' دار الاسلام کے آباد ہونے پر تعجب ہو، لیکن تاریخِ اسلام تو یہی بتاتی ہے، ہسپانیہ کے جبل الطارق (جبرالٹر) سے مشرقی ترکستان کے کاشغر تک طارق بن زیاد اور قتیبہ بن مسلم جیسوں نے جغرافیۂ اسلام کو تلوار سے وسعت دی ہے اور تاریخِ عالم کے صفحات نوکِ تلوار سے پلٹے ہیں۔ دنیا میں ہر نظام زورِ تلوار سے نافذ ہوا ہے، کیا آج کی سرمایہ دارانہ جمہوریت جہان کے کونے کونے تک تلوار و تفنگ کے زور سے نہیں پھیلی؟ روس اگر یوکرین میں اپنا نظام لانا چاہتا ہے تو وہ بھی مسلح ہے اور پورا مغرب اگر یوکرین کے دفاع میں جتا ہوا ہے تو وہ بھی یوکرین کی مدد آلاتِ حرب سے کر رہا ہے۔ کوئی بھی نظام معذرت خواہانہ رویوں سے نہ نافذ ہوتا ہے اور نہ ہی پھیلتا ہے۔ حضرتِ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب فرمایا:

یہ ہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام
یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے کیا پھیلا ہے

جعفری’(جو بعد میں میجر جنرل کے رینک تک ’پروموٹ‘ ہوا اور آئی ایس آئی کے سیاسی ونگ کا سربراہ رہا) کی سرکردگی میں انجام دیا گیا۔ عافیہ اس کے بعد پاکستان میں کام کرنے والے سی آئی اے کے یونٹس کے حوالے کر دی گئی۔ پاکستان میں نجانے کتنی بلیک سائٹس میں پسِ ظلماتِ زنداں رہنے کے بعد عافیہ کو افغانستان منتقل کر دیا گیا۔ وہاں وہ بدنام زمانہ جیل باگرام میں رہی جس جیل کو اول اول سوویت یونین نے استعمال کیا، اسی زندان میں عافیہ ’Prisoner 650‘ کے طور پر مشہور ہوئی۔ افغانستان کے غزنی میں عافیہ منظرِ عام پر آتی ہے (ایک ویڈیو بھی موجود ہے اور انتہائی لاغر حالت میں ایک مشہور تصویر بھی)، پھر اس کو کسی خاص محکمۂ عدالت میں پیش کیا جاتا ہے، وہاں لاغر و نڈھال عافیہ ایف بی آئی کے کارندوں کے بقول ان سے جدید رائفل چھینتی ہے اور ان پر گولی چلا دیتی ہے، حالانکہ وہ خود چلنے کے قابل بھی نہیں ہوتی، گولی کسی کو نہیں لگتی۔ پھر اس پر مقدمہ چلتا ہے اور اسے امریکہ پہنچا دیا جاتا ہے۔ کچھ مہ و سال بعد طواغیتِ زمانہ کا سرغنہ امریکہ، عافیہ کو چھیاسی (۸۶) سال کی قید سنا دیتا ہے۔ عافیہ کا سب سے چھوٹا بچہ غائب ہو جاتا ہے اور دو بڑے بچوں کے گلے میں گتّے کے کتبوں پر ان کا نام و پتہ لکھ کر کراچی کی گلیوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے، جہاں عام لوگ ان بچوں کے گلے میں جھولتے نام و پتے کے مطابق ان بچوں کو عافیہ کی والدہ کے گھر پہنچا دیتے ہیں۔ عافیہ آج بھی قید ہے۔ اس کے ساتھ بالجبر شدیدہ، فقط اذیت دینے کی خاطر زیادتی کی جاتی ہے۔ مکمل برہنہ کر کے تلاشی لی جاتی ہے۔ قرآنِ عظیم الشان کا نسخہ اس کے سامنے پھینک کر کہا جاتا ہے کہ اس پر پاؤں رکھ کر آگے آؤ تو کپڑے ملیں گے۔

کیا کسی کے دل کو کچھ ہوا؟ کوئی رونگٹا کھڑا ہوا؟ کاش کے ہمیں کچھ ہو، کاش!

کس کے منتظر ہیں سب؟ معجزہ کہ زلزلہ
تا وہ دخترانِ دِیں بازیاب ہو رہیں

ابھی ہفتہ دس دن پہلے ’ہولی‘ کا تہوار منایا گیا۔ لیکن ہندوستان میں اس ہولی کے موقع پر عورتوں کی عصمت سے ہولی کھیلی گئی، مغربی خواتین جو بھلے خود ہی عصمت و عفت کو اتار چکی ہیں کو ہراس کیا گیا، لیکن وہ ہراسگی بہر کیف ان عورتوں ہی کے ایما پر ان کے ساتھ ہوئی کہ وہ سات سمندر پار سے ہولی منانے بھارت پہنچی تھیں، وہ بھارت جس کے دہلی کی پہچان آج ’ریپ کیپٹل (rape capital)‘ ہے۔ لیکن جن مناظر نے چیخ چیخ کر ابنِ قاسم کو پکارا اور وامعتصماہ کی صدائیں بلند کیں وہ اہلِ ایمان خواتین پر بھارت کے مختلف شہروں میں رنگ اور رنگ ملا پانی بھرے غبارے پھینکنے کے مناظر تھے۔ باحجاب، برقع پوش خواتین کو ہراساں کیا گیا، باحجاب عورتوں کے حجاب نوچ کر ان کے چہرے پر رنگ ملے گئے۔ پہلے ہمیں ایسی خبریں کشمیر سے ملا کرتی تھیں، افشاں اور نیلوفر کی لاشیں جہلم و نیلم میں زیادتی کے بعد پھینک دی جاتی تھیں۔ سنگینوں کے وار سرینگر اور جموں میں بہنوں کے آنچلوں پر ہوتے تھے۔ آج یہ سب پورے ہندوستان میں ہو رہا ہے۔

پاکستان کی عافیہ ہو، کشمیر کی نیلوفر یا بمبئی کی عائشہ خاتون، ان سب کا دفاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہم پر ’فرضِ عین‘ ہے۔ یہ فرضِ عین تب تک ادا نہ ہو گا جب تک ہم اپنے گھروں سے جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کر کے نہ نکلیں۔ جب تک ہماری جملہ مساعی جہاد فی سبیل اللہ کے دھارے میں شامل نہ ہوں تو قلم و زبان سے فقط مذمت اور جذباتی باتیں لکھنے اور کہنے سے کچھ نہ ہو گا۔ ہماری ریاست اسلامی ہے یا غیر اسلامی، اس کو سمجھانے کے لیے تو ’ریاست‘ کی ’پریمیر انٹیلی جنس ایجنسی‘ آئی ایس آئی کا عافیہ صدیقی کے اغوا اور امریکیوں کو بیچ دینے کا ’سانحہ‘ ہی کافی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ عافیہ اگر راقم و قاری کی ’اپنی‘ بہن، بہو، بیٹی ہوتی تو ہم ایسی بحثوں میں نہ الجھے ہوتے، پھر ہم کسی دار الافتاء میں جا کر مسئلہ نہ پوچھتے کہ میں اپنی بہن عافیہ، اپنی بہو عافیہ، اپنی بیٹی عافیہ، بلکہ رکیے...... اپنی ماں کی عمر کی، اپنی ماں عافیہ کو چھڑوانے کے لیے کیا کروں؟ ابھی وحی آسمان سے اترتی

تھی، شارع (علیہ اَلف صلاۃ وسلام) موجود تھے لیکن جب مدینے کے بازار میں 'معاہد' یہودیوں نے ایک مسلمان عورت کی عصمت دری نہیں، صرف اس کو بے حجاب کرنے کی کوشش کی اور جب اس کے سَتر کا کچھ حصہ کھلنے پر قہقہے لگائے تو ایک صحابیٔ رسول نے آگے بڑھ کر اس فتنہ گر یہودی کو قتل کر دیا اور یہودیوں نے مل کر ان صحابی کو شہید کر دیا۔ یہی واقعہ یہودِ بنی قینقاع سے نقضِ عہدِ 'میثاقِ مدینہ' قرار پایا اور غزوۂ بنی قینقاع ظہور پذیر ہوا۔ علمائے کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش قدمی اور یہودِ بنی قینقاع سے جنگ کے ارادے کے متعلق لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم مسلمان عورت کے حجاب کی نصرت اور ایک مسلمان مرد کے خون کا انتقام لینے کے لیے پوری فوج کے ساتھ نکلے۔ ایمان و غیرت تو یہ ہوتی ہے جو ان صحابی، جن کا نام بھی اکثر سیرت نگاروں نے ذکر نہیں کیا، کے عمل کا روپ اختیار کرتی ہے۔

ہندوستان میں ہمارا مستقبل، ہم اہلِ ایمان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ جس شئے نے ایک بار سانس لیا، اس کا سانس ایک بار منقطع ہونا ہے۔ موت تو ہمیں آنی ہے، بس فیصلہ یہ کرنا ہے کہ ہم معذرت خواہانہ رویوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہندو بلوائیوں کے ہاتھوں مرنا پسند کریں گے، ہندوستان میں ایک نیا 'اندلس'، 'بوسنیا'، 'مشرقی تیمور' اور 'برما' بنوائیں گے یا اپنے دفاع میں کچھ کو مار کر مریں گے؟ ہم گھر واپسی کے قائل ہیں کہ گھر تو جنت ہے، اور گھر کا دین تو اسلام ہے، سبھی انسانیت کو ہم اسی سچی گھر واپسی کی دعوت دیتے ہیں۔ حجازی چاہے تو رائے بریلی میں رہے اور لکھنوی چاہے تو مدینے میں بس کر مدنی کہلائے۔ ہمیں مسلمانانِ ہند کا غم ہے، لیکن سچ مانیے 'ولا یخافون لومۃ لائم' کی تصویر بن کر جینے والے بنیے۔ 'منو'، حضرتِ آدم (علیہ الصلاۃ والسلام) کا نام پرانی ویدوں میں تھا یا نہیں اور 'اوم' سے مراد، اللہ سبحانہٗ وحدہٗ لا شریک ہے یا نہیں ہمیں کچھ فائدہ نہ دیں گے۔ فرقہ پرستی، ہندو اور مسلم کی تقسیم نہیں، فرقہ پرستی تو جہادی و غیر جہادی کی تقسیم ہے۔ ہندو مسلم کو تو قرآن پہلے ہی مشرک و موحد کی تقسیم میں بانٹ چکا ہے۔ اب مشرک ہندو برقع پوش مسلمان عورتوں کا حجاب پھاڑ کر ان کے عورات، چہروں اور کپڑوں پر رنگ مل رہے اور جہاں موقع ملتا ہے تو عصمت دری کرتے ہیں، کیا اب بھی ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ و عمل روا ہے؟ کیا ایسے میں بھی ہم آر ایس ایس کے ساتھ مل کر ہندوستان میں کام کر سکتے ہیں؟

ہم اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ "کرم 'عافیہ' پر کرم یا الٰہی!"، ہر عافیہ جو پاکستانی نظام کے ہاتھوں بکنے کے بعد بھلے ٹیکساس میں قید ہو یا ہندوستان کے لاکھوں مربع کلومیٹر کے قید خانے میں، یہ سبھی کرمِ الٰہی کی محتاج ہیں، لیکن ان عافیاؤں سے زیادہ کرم کی محتاج یہ امت اور اس امت کے مرد ہیں جنھوں نے محمود غزنوی، سلطان ٹیپو اور معتصم باللہ وابنِ قاسم بننا تھا۔ کرم عافیہ کے 'بھائیوں' پر، کرم یا الٰہی!

اللهم وفقنا كما تحب و ترضى وخذ من دمائنا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنّا وأعطنا ولا تحرمنا وآثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم إنّا نسئلك الثّبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين!

◆◆◆◆◆

مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' اہلِ دین و دانش کے نصائح، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہلِ دین و دانش کے
قیمتی نصائح، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔

editor@nghmag.com

فضائلِ نماز

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ

دوسری فصل:

نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اُس کا بیان

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کیے گئے ہیں، نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔ سچی خبر دینے والے کا ایک ارشاد بھی سمجھ دار کے لیے کافی تھا؛ مگر حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفقت کے قربان کہ آپ نے کئی کئی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان کے نام لیوا، ان کی امت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے، پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے، اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو امتی اور متبعِ رسول اور اسلام کا دھنی بھی سمجھتے ہیں۔

1. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.(رواه أحمد ومسلم)، وقال: بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ. أبوداود والنسائي ولفظه: لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ إِلَّاتَرْكُ الصَّلَاةِ. والترمذي ولفظه قال: بَيْنَ الْكُفْرِ وَالإِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلَاةِ. وابن ماجه ولفظه قال: بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ. كذا في الترغيب للمنذري۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندے کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کُفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

فائدہ: اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابر کے دن نماز جلدی پڑھا کرو کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؛ یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ابر کی وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے۔ (ابن حبان، حدیث: ۱۴۶۳) اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا؛ کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں، گو علمانے اس حدیث کو انکار کے ساتھ مقید فرمایا ہے مگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد کی فکر اتنی سخت چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وقعت اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد کی اہمیت ہو گی، اُس کے لیے یہ ارشادات نہایت سخت ہیں۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ، جیسا کہ حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ ائمہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اِسحاق بن راہویہؒ، ابنِ مبارکؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔ (الترغیب والترہیب، ۱:۱۹۷)

2. عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِسَبْعِ خِصَالٍ، فَقَالَ: لَاتُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعْتُمْ أَوْحُرِّقْتُمْ أَوْصُلِّبْتُمْ، وَلَاتَتْرُكُوْا الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدِيْنَ، فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّداً فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ، وَلَاتَرْكَبُوْا الْمَعْصِيَةَ فَإِنَّهَا سَخَطُ اللّٰهِ، وَلَا تَشْرَبُوْا الْخَمَرَ فَإِنَّهَا رَأْسُ الْخَطَايَا كُلِّهَا. (رواه الطبراني)

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سات نصیحتیں کیں، (جن میں سے چار یہ ہیں): اول یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ، چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاویں، یا تم جلا دیے جاؤ، یا سولی چڑھا دیے جاؤ۔ دوسری یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو؛ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو کہ اِس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

فائدہ: ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو الدرداءؓ بھی اس قسم کا مضمون فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاویں، یا آگ میں جلا دیا جائے؛ دوسری یہ کہ نماز جان کر نہ چھوڑنا، جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اُس سے اللہ تعالیٰ شانُہٗ بری الذّمہ ہیں؛ تیسرے، شراب نہ پینا کہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، حدیث: ۴۰۳۴)

3. عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: أَوْصَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِعَشَرِ كَلِمَاتٍ، قَالَ: لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِقْتَ، وَلَاتَعُقَنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ، وَلَاتَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّداً؛ فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّداً فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ، وَلَاتَشْرَبَنَّ خَمْراً؛ فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ، وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ؛ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ، وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَإِنْ أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ، وَأَنْفِقْ عَلٰى أَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ، وَلَاتَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَباً، وَأَخِفْهُمْ فِيْ اللّٰهِ.(رواه أحمد والطبراني في الكبير)

حضرت مُعاذؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی:

أ. یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، گو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے،

ب. والدین کی نافرمانی نہ کرنا، گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے،

ج. فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا، جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے اللہ کا ذِمّہ اُس سے بَری ہے،

د. شراب نہ پینا کہ ہر بُرائی اور فحش کی جڑ ہے،

ہ. اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اِس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے،

و. لڑائی میں نہ بھاگنا، چاہے سب ساتھی مر جائیں،

ز. اگر کسی جگہ وبا پھیل جائے (مثلاً طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا،

ح. اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا،

ط. تنبیہ کے واسطے اُن پر سے لکڑی نہ ہٹانا،

ي. اللہ تعالیٰ سے اُن کو ڈراتے رہنا۔

فائدہ: لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں لہٰذا جو چاہے کرتے رہو؛ بلکہ اُن کو حُدودِ شرعیہ کے تحت رہتے ہوئے کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی؛ آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی، جب وہ بری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں؛ حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں، سخت دشمنی ہے کہ اُس کو بری باتوں سے روکا نہ جائے اور مار پیٹ کو محبت کے خلاف سمجھا جائے۔ کون سمجھ دار اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے پھوڑے پھنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف ہوگی عملِ جرّاحی نہ کرایا جائے؛ بلکہ لاکھ بچہ روئے، منہ بنائے، بھاگے؛ بہر حال نشتر لگانا ہی پڑتا ہے۔

بہت سی حدیثوں میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچے کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو (ابو داؤد، حدیث: ۴۹۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بچوں کی نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی اُن کو عادت ڈالو۔ (در منثور، ۱:۵۳۴)

حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لیے ایسی ہے جیسا کھیتی کے لیے پانی۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو تنبیہ کرے، یہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے (ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر غلے کا ہوتا ہے)۔ (جامع صغیر)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحمت کرے جو گھر والوں کی تنبیہ کے واسطے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے۔ (جامع صغیر)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اِس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اُس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے۔ (جامع صغیر)

4. عَنْ نَوْفَلِ بنِ مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ. (رواه ابن حبان في صحيحه)

نوفل بن معاویہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہوگئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔

فائدہ: نماز کا ضائع کرنا اکثر یا بال بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے کہ اُن کی خیر خبر میں مشغول رہے، یا مال و دولت کمانے کے لالچ میں ضائع کی جاتی ہے؛ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال و دولت سب ہی چھین لیا گیا اور اکیلا کھڑا رہ گیا۔ یعنی جتنا خسارہ اور نقصان اِس حالت میں ہے اُتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے، یا جس قدر رنج و صدمہ اِس حالت میں ہو اُتنا ہی نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہیے۔ اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہہ دے اور اُسے یقین آ جائے کہ فلاں راستہ لُٹتا ہے اور جو رات کو اُس راستے سے جاتا ہے توڈاکو اُس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال چھین لیتے ہیں، تو کون بہادر ہے کہ اُس راستے سے رات کو چلے؟ رات تو در کنار، دن کو بھی مشکل سے اُس راستے کو چلے گا؛ مگر اللہ کے سچے رسول ﷺ کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں، کئی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور ہم مسلمان حضور ﷺ کے سچے ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں؛ مگر اِس پاک ارشاد کا ہم پر اثر کیا ہے؟ ہر شخص کو معلوم ہے۔

5. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ جَمَعَ بَيْنَ صَلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتَى بَابًا مِّنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ. (رواه الحاكم)

نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بِلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچ گیا۔

فائدہ: حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو: ایک نماز، جب اُس کا وقت ہو جائے، دوسری جنازہ، جب تیار ہو جائے، تیسری، بے نکاحی عورت، جب اُس کے جوڑ کا خاوند مل جائے (یعنی فوراً نکاح کر دینا)۔

بہت سے لوگ جو اپنے کو دین دار بھی سمجھتے ہیں، اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں، وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانے سے – سفر کا ہو، دکان کا ہو، ملازمت کا ہو- گھر آ کر اکٹھی ہی پڑھ لیتے ہیں، یہ گناہِ کبیرہ ہے کہ بِلا کسی عذر بیماری وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھا جاوے، گو بالکل نماز نہ پڑھنے کے برابر گناہ نہ ہو؛ لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے، اِس سے خلاصی نہ ہوگی۔

6. عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهٗ ذَكَرَالصَّلَاةَ يَوْماً فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْراً وَّبُرْهَاناً وَّنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَّهٗ نُوْرٌ وَّلَابُرْهَانٌ وَّلَا نَجَاةٌ، وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ. (أخرجه أحمد وابن حبان والطبراني)

ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اُس کے لیے قیامت کے دن نور ہو گی، اور (حساب پیش ہونے کے وقت) حجت ہو گی، اور نجات کا سبب ہو گی؛ اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اُس کے لیے قیامت کے دن نہ نور ہو گا، اور نہ اُس کے پاس کوئی حجت ہو گی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ؛ اُس کا حشر فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

فائدہ: فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجے کا کافر تھا، حتیٰ کہ خُدائی کا دعویٰ دار تھا، اور ہامان اُس کے وزیر کا نام ہے، اور اُبی بن خلف مکہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمنِ اسلام تھا، ہجرت سے پہلے نبیٔ اکرم ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے، اُس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں، اُس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا، حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اُس سے فرمایا تھا کہ ”اِن شاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا“۔ احد کی لڑائی میں وہ حضورِ اقدس ﷺ کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو میری خیر نہیں؛ چنانچہ حملے کے ارادے سے وہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گیا، صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دُور ہی سے اُس کو نمٹادیں، مگر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ 'آنے دو'، جب وہ قریب ہوا تو حضور ﷺ نے ایک صحابی کے ہاتھ سے بَرچھا لے کر اُس کے مارا، جو اُس کی گردن پر لگا، اور ہلکی سی خراش اُس کی گردن پر آگئی؛ مگر اِس کی وجہ سے گھوڑے سے لُڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا، اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا، اور چلاتا تھا کہ: خدا کی قسم! مجھے محمد نے قتل کر دیا، کفار نے اُس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے، کوئی فکر کی بات نہیں؛ مگر وہ کہتا تھا کہ محمد نے مکہ میں کہا تھا کہ 'میں تجھ کو قتل کروں گا'، خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ لکھتے ہیں کہ اُس کے چلانے کی آواز ایسی ہو گئی تھی جیسا کہ بَیل کے ڈکرانے کی آواز ہوتی ہے، ابوسفیان نے - جو اِس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا - اُس کو شرم دِلائی کہ اِس ذرا سی خراش سے اتنا چلاتا ہے! اُس نے کہا: تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے؟ یہ محمد کی مار ہے، مجھے اِس سے اِس قدر تکلیف ہو رہی ہے، لات اور عُزّیٰ (دو مشہور بُتوں کے نام ہیں) کی قسم! اگر یہ تکلیف سارے حِجاز والوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں، محمد نے مجھ سے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا، میں نے اُسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں اُن کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا، میں اُن سے چھوٹ نہیں سکتا، اگر وہ اِس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں اُس سے بھی مر جاتا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستے ہی میں مر گیا (تاریخ الخمیس، ۱:۴۳۶)۔ ہم مسلمانوں کے لیے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر، پکے کافر اور سخت دشمن کو تو حضور ﷺ کے اِرشادات کے سچا ہونے کا اِس قدر یقین ہو کہ اُس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردُّد یا شک نہ تھا؛ لیکن ہم لوگ حضور ﷺ کو نبی ماننے کے باوجود، حضور ﷺ کو سچا ماننے کے باوجود، حضور ﷺ کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود، حضور ﷺ کے ساتھ محبت کے دعوے کے باوجود، حضور ﷺ کی اُمّت میں ہونے پر فخر کے باوجود کتنے اِرشادات پر عمل کرتے ہیں؟ اور جن چیزوں میں حضور ﷺ نے عذاب بتائے ہیں اُن سے کتنا ڈرتے ہیں؟ کتنا کانپتے ہیں؟ یہ ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے، کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے!

ابنِ حجرؒ نے کتاب 'الزواجر' میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ اِن کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر اُن ہی وُجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو اِن لوگوں میں پائی جاتی تھیں؛ پس اگر اِس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہو گا، اور اگر حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ، اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ، اور تجارت ہے تو اُبَی بن خَلَف کے ساتھ۔ (الزواجر، ۱:۱۳۹) اور جب اِن لوگوں کے ساتھ اُس کا حشر ہو گیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے - خواہ وہ حدیثیں متکلم فیہ ہوں - اُن میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں؛ البتہ یہ ضرور ہے کہ اُس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن اِن سے خلاصی ہو جائے گی، اور وہ لوگ ہمیشہ کے لیے اُس میں رہیں گے؛ لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے! نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے!

7. وَرَدَ فِيْ الْحَدِيْثِ: أَنَّ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَاةِ أَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ بِخَمْسِ خِصَالٍ: يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْعَيْشِ، وَعَذَابَ الْقَبْرِ، وَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ، وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ، وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِحِسَابٍ. وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلَاةِ عَاقَبَهُ اللّٰهُ بِخَمْسَ عَشَرَةَ عُقُوْبَةً: خَمْسَةٌ فِيْ الدُّنْيَا، وَثَلَاثَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَثَلَاثٌ فِيْ قَبْرِهٖ، وَثَلَاثٌ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ؛ فَأَمَّا اللَّوَاتِيْ فِيْ الدُّنْيَا: فَالْأُوْلىٰ: تُنْزَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ عُمْرِهٖ، وَالثَّانِيَةُ: تُمْحىٰ سِيْمَاءُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ وَجْهِهٖ، وَالثَّالِثَةُ: كُلُّ عَمَلٍ يَّعْمَلُهُ لَايَأْجُرُهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَالرَّابِعَةُ: لَايُرْفَعُ لَهٗ دُعَاءٌ إِلَى السَّمَاءِ، وَالْخَامِسَةُ: لَيْسَ لَهٗ حَقًّا فِيْ دُعَاءِ الصَّالِحِيْنَ. وَأَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَالْمَوْتِ: فَإِنَّهٗ يَمُوْتُ ذَلِيْلًا، وَالثَّانِيَةُ: يَمُوْتُ جُوْعاً، وَالثَّالِثَةُ:يَمُوْتُ عَطْشَاناً، وَلَوْ سُقِيَ بِحَارُ الدُّنْيَا مَا رُوِيَ مِنْ عَطْشِهٖ. وَأَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ فِيْ قَبْرِهٖ: فَالْأُوْلىٰ: يَضِيْقُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهٗ، وَالثَّانِيَةُ: يُوْقَدُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ نَاراً فَيَتَقَلَّبُ عَلَيْ الْجَمَرِ لَيْلًا وَّنَهَاراً، وَالثَّالِثَةُ: يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِيْ قَبْرِهٖ ثُعْبَانٌ اِسْمُهٗ الشُّجَاعُ الْأَقْرَعُ، عَيْنَاهُ مِنْ نَّارٍ، وَّأَظْفَارُهٗ مِنْ حَدِيْدٍ، طُوْلُ كُلِّ ظُفْرٍ مَسِيْرَةُ يَوْمٍ، يُكَلِّمُ الْمَيِّتَ، فَيَقُوْلُ: أَنَاالشُّجَاعُ الْأَقْرَعُ، وَصَوْتُهٗ مِثْلَ الرَّعْدِ الْقَاصِفِ، يَقُوْلُ: أَمَرَنِيْ رَبِّيْ أَنْ أَضْرِبَكَ عَلىٰ تَضْيِيْعِ صَلَاةِ الصُّبْحِ إِلىٰ بَعْدِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَأَضْرِبَكَ عَلىٰ تَضْيِيْعِ صَلَاةِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ، وَأَضْرِبَكَ عَلىٰ تَضْيِيْعِ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ، وَأَضْرِبَكَ عَلىٰ تَضْيِيْعِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ إِلَى الْعِشَاءِ، وَأَضْرِبَكَ عَلىٰ تَضْيِيْعِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى

الْفَجْرِ، فَكُلَّمَا ضَرَبَهُ ضَرْبَةً يَغُوْصُ فِي الْأَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعاً، فَلَايَزَالُ فِي الْقَبْرِ مُعَذَّباً إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَأَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهُ عِنْدَ خُرُوْجِهِ مِنَ الْقَبْرِ فِيْ مَوْقَفِ الْقِيَامَةِ: فَشِدَّةُ الْحِسَابِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ، وَدُخُوْلُ النَّارِ؛ وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَإِنَّهُ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلٰى وَجْهِهِ ثَلَاثَةُ أَسْطُرٍ مَكْتُوْبَاتٍ: اَلسَّطْرُ الْأَوَّلُ: يَا مُضَيِّعَ حَقِّ اللهِ!، اَلسَّطْرُ الثَّانِيْ: يَامَخْصُوْصاً بِغَضَبِ اللهِ!، اَلثَّالِثُ كَمَا ضَيَّعْتَ فِي الدُّنْيَا حَقَّ اللهِ فَآيِسٌ اَلْيَوْمَ أَنْتَ مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ.(الزواجر لابن حجر المكي)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ پانچ طرح سے اُس کا اعزاز واکرام فرماتے ہیں: ایک یہ کہ اُس پر سے رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ اُس سے عذابِ قبر ہٹادیا جاتا ہے، تیسرے یہ کہ قیامت کے دن اُس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے (جن کا حال سورۃ الحاقۃ میں مفصل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے وہ نہایت خوش وخرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے)، اور چوتھے یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے، پانچویں یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے۔ اور جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے اُس کو پندرہ طریقے سے عذاب ہوتا ہے: پانچ طرح دنیا میں، اور تین طرح سے موت کے وقت، اور تین طرح قبر میں، اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد؛ دنیا کے پانچ تو یہ ہیں: اوّل یہ کہ اُس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی، دوسرے یہ کہ صلحا کا نور اُس کے چہرے سے ہٹادیا جاتا ہے، تیسرے یہ کہ اُس کے نیک کاموں کا اجر ہٹادیا جاتا ہے، چوتھے، اُس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اُس کا اِستحقاق نہیں رہتا؛ اور موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ: اوّل ذلت سے مرتا ہے، دوسرے بھوکا مرتا ہے، تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی ہے، اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی؛ قبر کے تین عذاب یہ ہیں: اول اُس پر قبر اتنی تنگ ہوجاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، دوسرے قبر میں آگ جلادی جاتی ہے، تیسرے قبر میں ایک سانپ اُس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں، اور ناخن لوہے کے، اتنے لانبے کہ ایک دن پورا چل کر اُن کے ختم تک پہنچا جائے، اُس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں، اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں، اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک، اور مغرب کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عشاء تک، اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں، جب وہ ایک دفعہ اُس کو مارتا ہے تو اِس کی وجہ سے وہ مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے، اِسی طرح قیامت تک اُس کو عذاب ہوتا رہے گا؛ اور قبر سے نکلنے کے بعد کے تین عذاب یہ ہیں: ایک حساب سختی سے کیا جائے گا، دوسرے حق تعالیٰ شانہٗ کا اُس پر غصہ ہوگا، تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ (یہ کُل میزان چودہ ہوئی، ممکن ہے کہ پندرہواں بھول سے رہ گیا ہو)۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اُس کے چہرے پر تین سَطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں: پہلی سطر، او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے!، دوسری سطر، او اللہ کے غصے کے ساتھ مخصوص!، تیسری سطر، جیسا کہ تُو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا آج تُو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

فائدہ: یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتبِ حدیث میں مجھے نہیں ملی لیکن اِس میں جتنی قسم کے ثواب اور عذاب ذکر کیے گئے ہیں اُن میں سے اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے، جن میں سے بعض کا ذکر پہلے گزر چکا اور بعض آگے آرہے ہیں، اور پہلی روایات میں بے نمازی کا اسلام سے نکل جانا بھی مذکور ہے، تو پھر جس قدر عذاب ہو تھوڑا ہے؛ البتہ یہ ضرور ہے کہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ آرہا ہے، وہ سب اس فعل کی سزا ہے، اُس کے مستحق سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ کی فردِ جرم کے ساتھ ہی اِرشادِ خداوندی ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ کہ اللہ تعالیٰ شرک کی تو معافی نہیں فرمائیں گے، اِس کے علاوہ جس کی چاہے معافی فرمادیں گے، اِس آیتِ شریفہ اور اِس جیسی آیات اور احادیث کی بنا پر اگر معاف فرمادیں تو زہے قسمت۔

احادیث میں آیا ہے کہ قیامت میں تین عدالتیں ہیں: ایک کفر واسلام کی، اِس میں بالکل بخشش نہیں۔ دوسری حقوق العباد کی، اِس میں حق والے کا حق ضرور دِلایا جائے گا، چاہے اُس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے، یا اُس کو مُعاف فرمانے کی مرضی ہو تو اپنے پاس سے دیا جائے گا۔ تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے، اِس میں بخشش کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ (مسند احمد، ۲۶۰۳۱)

اِس بنا پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے افعال کی سزائیں تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں؛ لیکن مَراحمِ خُسرَوانہ اِس سے بالاتر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آئے ہیں؛ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا، حضور ﷺ اُس کی تعبیر ارشاد فرمادیتے، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حسبِ معمول دریافت فرمایا، اِس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے، اِس کے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا، جس میں جنت اور دوزخ اور اُس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے، من جملہ اُن کے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کا سر پتھر سے کچلا جارہا ہے، اور اِس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لُڑھکتا ہوا دُور جاپڑتا ہے، اِتنے اُس کو اُٹھایا جاتا ہے وہ سر پھر ویسا ہی ہوجاتا ہے، تو دوبارہ اُس کو زور سے مارا جاتا ہے، اِسی طرح اُس کے ساتھ برتاؤ کیا جارہا ہے، حضور ﷺ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے جب دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو اُنھوں نے بتایا کہ اِس شخص

نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اُس کو چھوڑ دیا تھا، اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا۔ (بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد الصبح، حدیث: ۷۰۴۷)

ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ ہے، جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا، انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سُستی کرتے تھے۔ (البزار، حدیث: ۵۵۔ الترغیب، ۱۹۹:۱)

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم رکھنے کا اہتمام رکھتے ہیں اُن میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی اولاد میں ہوئی۔ (دُرِّ منثور)

حضرت انسؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے ایسے حال میں رخصت ہو کہ اخلاص کے ساتھ اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اُس کی عبادت کرتا ہو، نماز پڑھتا ہو، زکوۃ ادا کرتا ہو، تو وہ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ اُس سے راضی ہوں گے۔ (ابن ماجہ، حدیث: ۷۰)

حضرت انسؓ حضور ﷺ سے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں؛ مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں۔ (در منثور)

حضرت ابو دَرداءؓ نے حضرت سلمانؓ کو ایک خط لکھا، جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گزارا کرو، میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ "مسجد متقی کا گھر ہے، اور اللہ جل شَانُہٗ نے اس بات کا عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص مسجدوں میں اکثر رہتا ہے اُس پر رحمت کروں گا، اُس کو راحت دُوں گا، اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کر دوں گا، اور اپنی رضا نصیب کروں گا"۔ (در منثور)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں، اور گھر آنے والے کا اِکرام ہوتا ہی ہے؛ اِس لیے اللہ پر اُن کا اِکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ (در منثور)

ابو سعید خُدریؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے اُلفت رکھے حق تعالیٰ شَانُہٗ اُس سے اُلفت رکھتے ہیں۔ (در منثور)

حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مُردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس بھی نہیں ہوئے ہوتے کہ فرشتے اُس کے امتحان کے لیے آتے ہیں، اُس وقت اگر وہ مومن ہے تو نماز اُس کے سر کے قریب ہوتی ہے، اور زکوۃ دائیں جانب، اور روزہ بائیں جانب، اور باقی جتنے بھلائی کے کام کیے تھے وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اُس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اُس کے قریب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، فرشتے دور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں۔ (در منثور)

ایک صحابی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپ ﷺ اُن کو نماز کا حکم فرماتے، اور یہ آیت تلاوت فرماتے: ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا، لَا نَسْأَلُكَ رِزْقاً، نَحْنُ نَرْزُقُكَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾، اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجیے، اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیے، ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے، روزی تو ہم دیں گے، اور بہترین انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں: میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سنائی دے گی، اُس وقت اِعلان ہو گا: کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف، ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے؟ یہ سن کر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی، پھر اعلان ہو گا: کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے، اور اُن کے پہلو بستروں سے دُور رہتے تھے؟ پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی، پھر اعلان ہو گا: کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی؟ پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ (در منثور)

ایک اور حدیث میں بھی یہی قصہ آیا ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہو گا: آج محشر والے دیکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں، اور اعلان ہو گا: کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے؟ (در منثور)

شیخ نصر سمرقندیؒ نے تنبیہ الغافلین میں بھی یہ حدیث لکھی ہے، اِس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے، تو جہنم سے ایک عُنُق (لمبی گردن) ظاہر ہو گی، جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی، اُس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی، اور نہایت فصیح زبان ہو گی، وہ کہے گی کہ میں ہر اُس شخص پر مسلط ہوں جو متکبر، بدمزاج ہو، اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چن لے گی جیسے کہ جانور دانہ چگتا ہے، اُن سب کو چن کر جہنم میں پھینک دے گی؛ اُس کے بعد پھر اِسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اُس شخص پر مسلط ہوں جس نے اللہ کو اور اُس کے رسول ﷺ کو ایذا دی، ان لوگوں کو بھی جماعت سے چن کر لے جائے گی؛ اِس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی، اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چن کر لے جائے گی؛ اِس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہو گا۔ (تنبیہ الغافلین، ۲۹۸:۱)

کہتے ہیں کہ پہلے زمانے میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا، ایک صاحب نے اُس سے کہا کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں بھی تجھ جیسا ہو جاؤں، شیطان نے کہا کہ ایسی فرمائش تو آج تک مجھ

سے کسی نے بھی نہیں کی، تجھے اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اُس نے کہا: میرا دل چاہتا ہے، شیطان نے کہا: اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سُستی کر، اور قسم کھانے میں ذرا پرواہ نہ کر، جھوٹی سچی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر، اُن صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا، اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا، شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کے ساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا، میں نے بھی عہد کرلیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔ (تنبیہ الغافلین، ۱:۲۹۹)

حضرت اُبَیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس اُمت کو رفعت وعزت اور دین کے فروغ کی بشارت دو؛ لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں۔ (الترغیب)

ایک حدیث میں آیا ہے، حضورِ اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانُہٗ کی بہترین صورت میں زیارت کی، مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمد! ملأ اعلیٰ والے یعنی فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: مجھے تو علم نہیں، تو حق تعالیٰ شانُہٗ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھ دیا، جس کی ٹھنڈک سینے کے اندر تک محسوس ہوئی، اور اس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہوگیا، پھر مجھ سے ارشاد فرمایا: اب بتاؤ! فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں، اور اُن چیزوں میں جو گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہیں، اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اُٹھتے ہیں اُن کے ثواب میں، اور سردی کے وقت وُضو کو اچھی طرح سے کرنے کے فضائل میں، اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت میں، جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گزارے گا، اور بہترین حالت میں مرے گا۔ (ترمذی، ابواب التفسیر، حدیث: ۳۲۳۴)

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! تو دن کے شروع میں میرے لیے چار رکعت پڑھ لیا کر، میں تمام دن کے تیرے کام بنادیا کروں گا۔
تنبیہ الغافلین میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے، فرشتوں کی محبوب چیز ہے، انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، اِس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے، دعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے، یہ ایمان کی جڑ ہے، بدن کی راحت ہے، دشمن کے لیے ہتھیار ہے، نمازی کے لیے سفارشی ہے، قبر میں چراغ ہے اور اُس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے، منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے، اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے، اور اندھیرے میں روشنی ہے، جہنم کی آگ کے لیے آڑ ہے، اعمال کے ترازو کا بوجھ ہے، پل صراط پر جلدی سے گزارنے والی ہے، جنت کی کنجی ہے۔ (تنبیہ الغافلین، ۱:۲۹۸)

حافظ ابنِ حجرؒ نے مُنَبِّہات میں حضرت عثمان غنیؓ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ اِس کا اہتمام کرے، حق تعالیٰ شانہ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں: اوّل یہ کہ اُس کو خود محبوب رکھتے ہیں۔ دوسرے، تندرستی عطا فرماتے ہیں۔ تیسرے، فرشتے اُس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ چوتھے، اُس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ پانچویں، اُس کے چہرے پر صُلَحا کے اَنوار ظاہر ہوتے ہیں۔ چھٹے، اُس کا دل نرم فرماتے ہیں۔ ساتویں، وہ پل صراط پر بجلی کی طرح سے گزر جائے گا۔ آٹھویں، جہنم سے نجات فرمادیتے ہیں۔ نویں، جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہوگا جن کے بارے میں ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ وارد ہے، یعنی قیامت میں نہ اُن کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (منبہات، ص:۷۳)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز دِین کا ستون ہے اور اِس میں دس خوبیاں ہیں: چہرے کی رونق ہے، دل کا نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا اُنس ہے، اللہ کی رحمت اُترنے کا ذریعہ ہے، آسمان کی کنجی ہے، اعمال ناموں کے ترازو کا وزن ہے (کہ اِس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوجاتا ہے)، اللہ کی رَضا کا سبب ہے، جنت کی قیمت ہے، اور دوزخ کی آڑ ہے؛ جس شخص نے اس کو قائم کیا اُس نے دِین کو قائم رکھا، اور جس نے اِس کو چھوڑا اُس نے دِین کو گرا دیا۔ (منبہات)

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، نماز سے اپنے گھروں کو منور کیا کرو۔ (جامع الصغیر)

اور یہ تو مشہور حدیث ہے کہ، میری امت قیامت کے دن وُضو اور سجدے کی وجہ سے روشن ہاتھ پاؤں والی، روشن چہرے والی ہوگی، اِسی علامت سے دوسری امتوں سے پہچانی جائے گی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آسمان سے کوئی بلا، آفت نازل ہوتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹالی جاتی ہے۔ (جامع الصغیر)

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کردیا ہے کہ سجدے کے نشان کو جلائے، (یعنی اگر اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل بھی ہوگا تو سجدے کا نشان جس جگہ ہوگا اُس پر آگ کا اثر نہ ہوسکے گا)۔ ایک حدیث میں ہے کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے، اور صدقہ اُس کی کمر توڑ دیتا ہے۔ (الجامع الصغیر)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ، نماز شفا ہے (جامع الصغیر)۔ دوسری جگہ اِس کے متعلق ایک قصہ نقل کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: پیٹ میں درد ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: ”اُٹھ! نماز پڑھ، نماز میں شفا ہے“۔ (ابن کثیر)

حضورِ اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ جنت کو خواب میں دیکھا، تو حضرت بلالؓ کے جوتوں کے گھسٹنے کی آواز بھی سنائی دی، صبح کو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تیرا وہ خصوصی عمل کیا ہے جس کی وجہ سے جنت میں بھی تُو (دُنیا کی طرح سے) میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا؟ عرض کیا کہ رات دن

میں جس وقت بھی میرا وُضو ٹوٹ جاتا ہے تو وُضو کرتا ہوں، اِس کے بعد (تحیۃ الوضو کی) نماز جتنی مقدور ہو، پڑھتا ہوں۔ (بخاری)

سفیریؒ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ ''اَو فاجر!'' سے پکارتے ہیں، اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو ''او خاسر!'' (خسارہ والے) سے، اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو ''عاصی!'' سے، اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو ''کافر!'' سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو ''مُضَیِّع!'' (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں۔ (غالیۃ المواعظ)

علاّمہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ مصیبت ہر اُس آبادی سے ہٹادی جاتی ہے جہاں کے لوگ نمازی ہوں، جیسا کہ ہر اُس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی نہ ہوں، ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا کچھ بھی مُستبعَد نہیں، اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض؟ اِس لیے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے۔ (خود حدیث شریف میں مذکور ہے، کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صُلحا موجود ہوں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! جب خباثت کا غلبہ ہو جائے)؛ اِس لیے کہ اُن کے ذمے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے مُوافق دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حکم کریں۔ (لواقح الانوار)

8. رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ حَتىٰ مَضىٰ وَقْتُهَا ثُمَّ قَضىٰ عُذِّبَ فِيْ النَّارِ حُقْباً، وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً وَالسَّنَةُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ يَوْماً، كُلُّ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ.(كذا في مجالس الأبرار)
حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے۔ گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے، پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے۔ ایک حُقب جہنم میں جلے گا، اور حُقب کی مقدار اَسّی برس کی ہوتی ہے، اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا، اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہو گا، (اِس حساب سے ایک حُقب کی مقدار دو کروڑ اَٹھاسی لاکھ (۲,۸۸۰۰۰۰۰) برس ہوئی)۔

فائدہ: حُقب کے معنی لغت میں بہت زیادہ زمانے کے ہیں؛ اکثر حدیثوں میں اِس کی مقدار یہی آئی ہے جو اوپر گزری، یعنی اَسّی سال۔ دُرِّ منثور میں متعدد روایات سے یہی مقدار منقول ہے۔ حضرت علیؓ نے ہلال ہجریؒ سے دریافت فرمایا کہ حُقب کی کیا مقدار ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ حُقب اَسّی برس کا ہوتا ہے، اور ہر برس بارہ مہینے کا، اور ہر مہینہ تیس دن کا، اور ہر دن ایک ہزار برس کا۔ (دُر منثور) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی صحیح روایت سے اَسّی برس منقول ہے۔ (دُر منثور) حضرت ابو ہریرہؓ نے خود حضورِ اقدس ﷺ سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک حُقب اَسّی سال کا ہوتا ہے، اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا، اور ایک دن تمہارے دِنوں کے اعتبار سے (یعنی دنیا کے موافق) ایک ہزار دن کا۔ (دُر منثور) یہی مضمون حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی حضور ﷺ سے نقل فرمایا ہے، اِس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اِس بھروسے پر نہیں رہنا چاہیے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل ہی جائیں گے، اِتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہو گا، وہ بھی جب ہی کہ کوئی اَور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو۔ (دُر منثور) اِس کے علاوہ اَور بھی کچھ مقدار اِس سے کم و زیادہ حدیث میں آئی ہے؛ مگر اوّل تو اُوپر والی مقدار کئی حدیثوں میں آئی ہے اِس لیے یہ مقدم ہے، دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم و بیش ہو۔

اَبو اللَّیث سَمر قندیؒ نے قرۃ العیون میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے: جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے، اُس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے، اور اُس کو اُس میں جانا ضروری ہے۔ اور حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ کہو کہ اے اللہ! ہم میں کسی کو شَقی محروم نہ کر''، پھر فرمایا: ''جانتے ہو شقی محروم کون ہے''؟ صحابہ کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ ''شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے، اُس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں''۔ ایک حدیث میں ہے کہ دِیدہ و دانستہ بِلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ شانہ قیامت میں التفات ہی نہ فرمائیں گے، اور عذاب الیم (دُکھ دینے والا عذاب) اُس کو دِیا جائے گا۔

ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ دس آدمیوں کو خاص طور سے عذاب ہو گا، من جملہ اُن کے نماز چھوڑنے والا بھی ہے کہ اُس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے، اور فرشتے منہ اور پُشت پر ضَرب لگا رہے ہوں گے، جنت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں، نہ میں تیرے لیے نہ تو میرے لیے، دوزخ کہے گی کہ آجا، میرے پاس آجا! تو میرے لیے ہے میں تیرے لیے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے، جس کا نام ہے ''لَمْ لَمْ''، اُس میں سانپ ہیں جو اُونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں، اور اُن کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے، اُس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے، جس کا نام ''جُبُّ الْحُزنَ'' ہے، وہ بچھوؤں کا گھر ہے، اور ہر بچھو خچر کے برابر بڑا ہے، وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کے لیے ہیں۔ ہاں! مولائے کریم معاف کر دے تو کون پوچھنے والا ہے! مگر کوئی معافی چاہے بھی تو!۔ (قرۃ العیون)

ابنِ حجرؒ نے الزّواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا، اُس کا بھائی دفن میں شریک تھا، اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی، اُس وقت خیال نہیں آیا، بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا، چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا، قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی، روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا، اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ اعاذنا اللہ منھا۔ (الزواجر)

9. عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاسَهْمَ فِيْ الإِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلَاةَ لَهٗ، وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَهٗ.(أخرجه البزار- وأخرج الطبراني في الأوسط عن ابن عمر مرفوعاً: ”لَادِيْنَ لِمَنْ لَاصَلَاةَ لَهُ، إِنَّمَا مَوْضِعُ الصَّلَاةِ مِنْ الدِّيْنِ كَمَوْضِعِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ“،كذا في الدر المنثور)

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اُس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وُضو کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ دِین بغیر نماز کے نہیں ہے۔ نماز دِین کے لیے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کے لیے سر ہوتا ہے۔

فائدہ: جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، یا حمیت اسلامی کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں، وہ حضورِ اقدس ﷺ کے اِن ارشادات پر ذرا غور کرلیں، اور جن اَسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں اُن کے حالات کی بھی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے! پھر دنیا اُن کے قدم کیوں نہ چومتی!

حضرت عبد اللہ بن عباس کی آنکھ میں پانی اُتر آیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اِس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے، اُنہوں نے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا! میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ ”جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے یہاں ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ حق تعالیٰ شَانُہٗ اُس پر ناراض ہوں گے“۔ (در منثور، ۱:۵۳۰) ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑے گا، اُنہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اِس طرح نہیں پڑھوں گا۔ عمر بھر بینائی کو صبر کرلینا اِن حضرات کے یہاں اِس سے سہل تھا کہ نماز چھوڑیں؛ حالانکہ اِس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی تھا۔

حضرت عمرؓ کو اخیر زمانے میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا، اور اکثر اَوقات غفلت ہوتی تھی، حتیٰ کہ اِسی حالت میں وِصال بھی ہوگیا؛ مگر بیماری کے اِن دنوں میں جب نماز کا وقت ہوتا تو اُن کو ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کی جاتی، وہ اِسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے کہ ”ہاں ہاں! ضرور، جو شخص نماز نہ پڑھے اسلام میں اُس کا کوئی حصہ نہیں“۔

ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی، راحت رَسانی اِس میں سمجھی جاتی ہے کہ اُس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے، بعد میں فِدیہ دے دیا جائے گا، اِن حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی، جو عبادت بھی چلتے چلاتے کر سکے دریغ نہ کیا جائے۔ ببیں تفاوُتِ راہ از کُجاست تا بہ کُجا (دیکھ! راستے کا فرق کہ کہاں سے کہاں تک ہے)۔

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے ایک خادم مانگا کہ کاروبار میں مدد کرے، حضور ﷺ نے فرمایا: یہ تین غلام ہیں، جو پسند ہو لے لو، اُنہوں نے عرض کیا: آپ ہی پسند فرمادیں، حضور ﷺ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اِس کو لے لو، یہ نمازی ہے؛ مگر اِس کو مارنا نہیں، ہمیں نمازیوں کو مارنے کی ممانعت ہے۔ (دُر منثور، ۱:۵۳۱) اِس قسم کا واقعہ ایک اَور صحابی ابو الہیثمؓ کے ساتھ بھی ہوا، اُنہوں نے بھی حضور ﷺ سے غلام مانگا تھا۔ (دُر منثور، ۱:۵۳۱) اِس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جائے تو ہم اُس کو طعن کرتے ہیں، اور حماقت سے اُس کی نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ پر ایک مرتبہ غلبۂ حال ہوا تو سات روز تک گھر میں رہے، نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، نہ سوتے تھے؛ شیخ کو اِس کی اطلاع کی گئی، دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں؟ (یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے؟) لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات تو بے شک محفوظ ہیں، فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ لَمْ یَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ عَلَیْهِ سَبِیْلًا، تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے شیطان کو اُس پر مسلط نہ ہونے دیا۔ (بهجة النُّفوس)

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

[ماہِ جنوری ۲۰۲۳ء کے شمارے میں خطاءً ’فضائلِ نماز‘ کے مضمون پر دوسری قسط کے ساتھ ’آخری‘ کا اضافہ ہوگیا تھا۔ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے، قارئین نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

امام مہدیؒ کا ظہور

کعبۃ اللہ کا ڈھایا جانا

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايَعُ لِرَجُلٍ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَلَنْ يَسْتَحِلَّ الْبَيْتَ إِلَّا أَهْلُهُ فَإِذَا اسْتَحَلُّوهُ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَجِيءُ الْحَبَشَةُ فَيُخَرِّبُونَهُ خَرَابًا لَا يَعْمُرُ بَعْدَهُ أَبَدًا هُمْ الَّذِينَ يَسْتَخْرِجُونَ كَنْزَهُ (مسند احمد)

”حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک آدمی سے بیعت لی جائے گی اور بیت اللہ کی حرمت اسی کے پاسبان پامال کریں گے اور جب لوگ بیت اللہ کی حرمت کو پامال کردیں پھر عرب کی ہلاکت کے متعلق سوال نہ کرنا، بلکہ حبشی آئیں گے اور اسے اس طرح ویران کردیں گے کہ دوبارہ وہ کبھی آباد نہ ہوسکے گا اور یہی لوگ اس کا خزانہ نکالنے والے ہوں گے۔“

یعنی اسی امت کے لوگ خانہ کعبہ کو تباہ کریں گے، باہر کا کوئی دشمن بھی کعبہ کو تباہ نہیں کرسکتا، کعبہ کی حرمت محض اسی وقت پامال کی جاسکے گی جب اس امت کے اپنے لوگ اس کی تباہی کے درپے ہوجائیں گے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص بتا بھی دیا کہ کعبہ کو تباہ کرنے والا کون ہوگا، یہ بخاری کی حدیث ہے:

قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنْ الْحَبَشَةِ (بخاری)

”کعبہ کو دو چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی تباہ کرے گا۔“

یعنی وہ شخص پتلی ٹانگوں والا ہوگا جو کعبۃ اللہ کو تباہ کرے گا اور اس کی ایک ایک اینٹ اکھاڑ دے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کعبہ کی ایک ایک اینٹ اکھاڑتے ہوئے اور اس وقت کعبہ تباہ ہوجائے گا۔

امام مہدی رضی اللہ عنہ

اور یہ وہ آخری چھوٹی نشانی ہے قیامت کی جس کے بارے میں ہم بات کریں گے۔ امام مہدی کا ظہور، مدینہ منورہ اور کعبۃ اللہ کی تباہی کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے ہوگا۔ مگر میں اس کا ذکر آخر میں اس لیے کررہا ہوں کہ یہ نشانی پھر قیامت کی بڑی نشانیوں سے متصل ہے، مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال وغیرہ، جبکہ مدینہ منورہ کا ویران ہونا اور کعبہ کی تباہی قیامت کے آنے سے بالکل پہلے ہوگی۔ امام مہدی کا ظہور قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے ہے اور احادیث میں جتنی صراحت سے امام مہدی کے ظہور کو بیان کیا گیا ہے اس کے بعد اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ مہدی آئیں گے، لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہم یقین رکھتے ہیں کہ آخر الزمان میں مہدی نام کے ایک شخص کا ظہور ہوگا جو اس امت پر عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کریں گے جبکہ اس سے قبل امت ظلم کی چکی میں پس رہی ہوگی۔ اور یہ کہ وہ اہل بیت میں سے ہوں گے اور ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا یا احمد بن عبداللہ ہوگا اور وہ حسن بن علی بن ابی طالب کی نسل سے ہوں گے اور یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہوں گے اور یہ کہ وہ اس امت پر سات یا آٹھ سال تک حکومت کریں گے۔ امام مہدی کے بارے میں چند احادیث دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلی حدیث صحیح مسلم کی ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللَّهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ (مسلم)

”میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ رہے گا جو حق پر (قائم رہتے ہوئے) لڑتا رہے گا، وہ قیامت کے دن تک (جس بھی معرکے میں ہوں گے) غالب رہیں گے، فرمایا: پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے تو اس گروہ کا امیر کہے گا: آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے، اس پر وہ جواب دیں گے: نہیں! اللہ کی طرف سے اس امت کو بخشی گئی عزت و شرف کی بنا پر تم ہی ایک دوسرے پر امیر ہو۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے بدترین دور میں بھی، ایسے دور میں جب بظاہر خیر مفقود ہوگی، اس وقت بھی ایسے لوگ موجود رہیں گے جو حق پر قائم ہوں گے اور اللہ رب العزت کے دین کی سربلندی کی خاطر لڑتے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت میں ہمیشہ خیر موجود رہے گی اور دیگر امتوں کے ساتھ جو ہوا وہ اس امت کے ساتھ نہیں ہوگا۔ دیگر امتوں کے پاس اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے نبی شریعت لے کر آتے، کچھ وقت تک وہ ان احکامات پر عمل کرتے مگر پھر بتدریج بگڑتے بگڑتے وہ مکمل طور پر گمراہ ہوجاتے تو اللہ رب

العزت ان کے پاس ایک اور نبی بھیج دیتے۔ لیکن اس امت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، لہٰذا اس امت کا احیا اسی امت کے لوگ کریں گے، وہی لوگ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے وارث ہوں گے۔ کتابِ محفوظ یعنی اللہ کی کتاب جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ رب العزت نے کیا ہے اور اس خیر کی وجہ سے جو اللہ رب العزت نے اس امت میں رکھی ہے، یہ امت آخری دور تک باقی رہے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے، کوئی نہیں جانتا کہ اس کی خیر کہاں ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو مسلسل ایک سی رفتار اور مقدار کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اچانک تیز ہو جاتی ہے اور پھر کچھ وقت کے بعد آہستہ ہو جاتی ہے اور پھر کچھ دیر بعد ایک تیز بوچھاڑ پڑتی ہے۔ جن علاقوں میں مسلسل چار پانچ گھنٹے بارش ہوتی ہے وہاں کے لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ ہو گا کہ بارش گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لہٰذا انسان نہیں جان سکتا کہ اس کی برکت اور خیر کہاں ہے، اس کے شروع میں ہے یا آخر میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی مثال بھی اسی طرح ہے، آپ کو بہت سی خیر اس میں نظر آتی ہے اور پھر وہ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، انسان سمجھتا ہے کہ امت بس ڈوب گئی مگر پھر اچانک صالحیت کی ایک نئی لہر ابھرتی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ امت بے جان ہو گئی اور اب اس کا احیا ممکن نہیں اور یہ تباہ ہو گئی مگر یکایک اللہ رب العزت اسے دوبارہ اٹھا کر کھڑا کر دیتے ہیں اور یہی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے لیے بیان فرمائی۔ ایک اور حدیث جسے مسلم نے روایت کیا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُلَفَائِكُمْ خَلِيفَةٌ يَحْثُو الْمَالَ حَثْيًا لَا يَعُدُّهُ عَدَدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ يَحْثِي الْمَالَ (مسلم)

”حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہو گا جو کہ بغیر شمار کیے لپ بھر بھر کر لوگوں میں مال تقسیم کرے گا۔“

اور یہ خلیفہ مہدی ہوں گے۔ وہ مال شمار نہیں کریں گے کہ گن گن کر ایک نپی تلی مقدار دیں، وہ بس عطا کریں گے۔ اس دور میں اس قدر خیر و برکت ہو گی کہ وہ بس عطا کرتے چلے جائیں گے۔ اگلی حدیث مسند احمد کی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُبَشِّرُكُمْ بِالْمَهْدِيِّ يُبْعَثُ فِي أُمَّتِي عَلَى اخْتِلَافٍ مِنَ النَّاسِ وَزَلَازِلَ فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ يَقْسِمُ الْمَالَ صِحَاحًا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مَا صِحَاحًا قَالَ بِالسَّوِيَّةِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ وَيَمْلَأُ اللّٰهُ قُلُوبَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِنًى وَيَسَعُهُمْ عَدْلُهُ حَتَّى يَأْمُرَ مُنَادِيًا فَيُنَادِي فَيَقُولُ مَنْ لَهُ فِي مَالٍ حَاجَةٌ فَمَا يَقُومُ مِنَ النَّاسِ إِلَّا رَجُلٌ فَيَقُولُ ائْتِ السَّدَّانَ يَعْنِي الْخَازِنَ فَقُلْ لَهُ إِنَّ الْمَهْدِيَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تُعْطِيَنِي مَالًا فَيَقُولُ لَهُ احْثُ حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ فِي حِجْرِهِ وَأَبْرَزَهُ نَدِمَ فَيَقُولُ كُنْتُ أَجْشَعَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ نَفْسًا أَوَعَجَزَ عَنِّي مَا وَسِعَهُمْ قَالَ فَيَرُدُّهُ فَلَا يَقْبَلُ مِنْهُ فَيُقَالُ لَهُ إِنَّا لَا نَأْخُذُ شَيْئًا أَعْطَيْنَاهُ فَيَكُونُ كَذَلِكَ سَبْعَ سِنِينَ أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ أَوْ تِسْعَ سِنِينَ ثُمَّ لَا خَيْرَ فِي الْعَيْشِ بَعْدَهُ أَوْ قَالَ ثُمَّ لَا خَيْرَ فِي الْحَيَاةِ بَعْدَهُ (مسند احمد)

”حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں مہدی کی خوش خبری سناتا ہوں، جو میری امت میں اس وقت ظاہر ہو گا جب اختلافات اور زلزلے بکثرت ہوں گے اور وہ زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے قبل ازیں وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہو گی۔ اس سے آسمان والے بھی خوش ہوں گے اور زمین والے بھی۔ وہ مال کو صحیح صحیح تقسیم کرے گا۔ کسی نے پوچھا: صحیح صحیح تقسیم کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: لوگوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کرے گا اور اس کے زمانے میں اللہ امت محمدیہ کے دلوں کو غنا سے بھر دے گا اور اس کے عدل سے انہیں کشادگی عطا فرمائے گا، حتیٰ کہ وہ ایک منادی کو حکم دے گا اور وہ ندا لگاتا پھرے گا کہ جسے مال کی ضرورت ہو وہ ہمارے پاس آ جائے، تو صرف ایک آدمی اس کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ مجھے ضرورت ہے، وہ اس سے کہے گا کہ تم خازن کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مہدی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ مجھے مال عطا کرو، خزانچی حسب حکم اس سے کہے گا کہ اپنے ہاتھوں سے بھر بھر کر اٹھا لو، جب وہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر باندھ لے گا تو اسے شرم آئے گی اور وہ اپنے دل میں کہے گا کہ میں تو امت محمدیہ میں سب سے زیادہ بھوکا نکلا، کیا میرے پاس اتنا نہیں تھا جو لوگوں کے پاس تھا؟ یہ سوچ کر وہ سارا مال واپس لوٹا دے گا، لیکن وہ اس سے واپس نہیں لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ ہم لوگ دے کر واپس نہیں لیتے۔ سات، آٹھ یا نو سال تک یہی صورت حال رہے گی، اس کے بعد زندگی کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“

زلازل، زلزلے کے معنی میں بھی آتا ہے اور بڑی مصیبت کے معنی میں بھی، لہٰذا اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ وقت امت پر بڑی مصیبت اور مشکل کا ہو گا جس دور میں مہدی کا ظہور ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں مہدی کے ظہور کی بشارت دیتا ہوں۔ نا صرف زمین پر بسنے والے انسان مہدی سے خوش ہوں گے بلکہ فرشتے تک ان سے خوش ہوں گے۔ اس دنیا کی سب سے بڑی ناانصافی مال کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ اگر آپ کے تعلقات ہیں تو آپ کو وہ سب کچھ ملے گا جو آپ چاہیں، لیکن اگر آپ صالح، ایمان دار اور راست باز ہیں تو کوئی آپ کو پوچھے گا بھی نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امت کے اموال کو لوٹا جا رہا ہے اور ان بے جا مصارف میں صرف کیا جا رہا ہے جو اللہ رب العزت کی منشا کے خلاف ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص بتلایا کہ مہدی کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ مال کو لوگوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کریں گے اور حکومت کی ایک بہت بڑی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ مال کو درست طریقے سے حق داروں کے سپرد کرے۔ سبحان اللہ! آپ دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان ممالک یا بعض علاقوں کے لوگ جو اپنی حکومتوں کے کردار سے مطمئن اور خوش ہیں اور آپ جب ان کی توجہ اس حکومت کی بعض ناانصافیوں کی طرف دلانا چاہتے ہیں تو یہ بات ہی ان کو سمجھ میں نہیں آتی۔ جب ہم مالی بے انصافی کی بات کرتے ہیں تو یہ کوئی سادہ معاملہ نہیں

ہے، جب مال بے جا صرف ہو رہا ہوتا ہے اور بلند مراتب پر فائز لوگ امت کا پیسہ لوٹ رہے ہوتے ہیں اور اسے اپنی مرضی و منشا کے مطابق استعمال کر رہے ہوتے ہیں، جو کہ طاقت کا بدترین استعمال اور بدترین ناانصافی ہے تو یہ عام بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ وہ چیز ہے کہ جس سے ہم صرف نظر کر سکیں، یہ ایک بڑا گناہ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت اللہ رب العزت امت مسلمہ کے دلوں کو غنا سے بھر دے گا؛ یعنی لوگ صرف جسمانی طور پر خوش اور مطمئن نہیں ہوں گے۔ بعض مرتبہ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ بِک جاتے ہیں، وہ خاموش رہنے کی قیمت وصول کر لیتے ہیں اور لوگ اپنے پیسے کے ذریعے انہیں خرید لیتے ہیں، پیسہ تو مل جاتا ہے، خوش حالی بھی آجاتی ہے مگر دل کا اطمینان انہیں حاصل نہیں ہوتا۔ مگر امام مہدی کے دور میں ایسا نہیں ہوگا۔ لوگ نا صرف اس لیے خوش ہوں گے کہ ان کے پاس مال ہے بلکہ ان کا دل غنی ہو جائے گا، یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں غنا اتر جائے گا، اور غنا کا دل میں اتر جانا ہی اصل ہے۔ امتیوں کے دل استغنا اور سکون سے بھر جائیں گے اور امام مہدی کا انصاف ان کے تمام امور پر غالب ہوگا۔ ان کا دور سات، آٹھ یا نو سال تک رہے گا۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللَّهُ فِي لَيْلَةٍ (مسند احمد)

”حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہدی کا تعلق ہم اہل بیت سے ہوگا، اللہ اسے ایک ہی رات میں سنوار دے گا۔“

کسی ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنے کو اصلاح کہتے ہیں نیز کسی چیز کو اس کے عروج پر پہنچانا بھی اصلاح ہے اور کسی چیز کو سنوارنا بھی اصلاح ہے۔ اللہ جانتے ہیں کہ یہاں اصلاح کا کیا معنی ہے۔ اس کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت ایک رات میں انہیں قوت اور طاقت عطا فرمائیں گے، یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت ایک رات میں انہیں ہدایت اور فہم دین سے سرفراز فرمائیں گے، البتہ جو بھی ہوگا ایک رات میں ہوگا۔ اگلی حدیث ہے:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنْ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ قَالَ زَائِدَةُ فِي حَدِيثِهِ لَطَوَّلَ اللَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ ثُمَّ اتَّفَقُوا حَتَّى يَبْعَثَ فِيهِ رَجُلًا مِنِّي أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا (سنن ابوداؤد)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا (کے فنا ہونے) میں ایک دن بھی باقی ہوا تو اللہ اس دن کو لمبا کر دے گا۔ حتیٰ کہ اللہ اس میں ایک آدمی کو اٹھائے گا جو مجھ سے ہوگا یا میرے اہل بیت میں سے ہوگا، اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی ہوگی۔“

لہٰذا امام مہدی کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی طرح محمد یا احمد ہوگا اور ان کے والد کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے نام کی طرح عبد اللہ ہوگا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے۔ یہ تفصیلات تھیں امام مہدی کی۔ اس کے ساتھ ہی قیامت کی چھوٹی نشانیوں کا بیان مکمل ہو گیا۔

[یہ سلسلۂ مضامین نابغۂ روزگار مجاہد و داعی شیخ انور العولقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی میں ارشاد کیے گئے سلسلۂ دروس ’Al-Aakhirah – The Hereafter‘ کا اردو ترجمہ ہیں، جو بتوفیق اللہ، قسط وار مجلّہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ شیخ انور کو دعوت الی اللہ کے جرم میں امریکہ نے ایک ڈرون حملے کا نشانہ بنایا جس میں آپ اپنی ایک اہلیہ سمیت سنہ ۲۰۱۱ء کے نصفِ ثانی میں جامِ شہادت نوش کر گئے!]

بقیہ: مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک اللہ کے حکم قائم کرنے والے گروہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ وَلَا مَنْ خَذَلَهُمْ

’ان کی مخالفت کرنے والا اور ان کا ساتھ چھوڑنے والا ان کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا۔‘

تو آپ حق کی مخالفت کرنے والے یا ساتھ چھوڑنے والوں سے چاہے وہ زیادہ کیوں نہ ہوں اپنے آپ کو نقصان میں نہ ڈالو۔ اور یاد رکھو کہ آگ سب سے پہلے جن سے دہکائی جائے گی وہ تین قسم کے لوگ ہیں۔ ان میں وہ علماء بھی ہیں جنہوں نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا کیونکہ اخلاص کی شرط پوری نہ کی تھی۔ اس لیے ٹیڑھے عماموں کی کثرت سے تم راستے کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑ جانا۔ میری مراد سرکاری علماء ہیں جنہوں نے اپنے دین کو سلطان کو چند کھوٹے سکوں کے عوض بیچ ڈالا ہے۔ چنانچہ ایسے علماء نے ان حکمرانوں کی بیعت، نصرت اور تائید کی۔ اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ اور لوگوں کے لیے دین کو خراب کر دیا۔ ایسے علماء کا کوئی اعتبار نہیں۔ اعتبار تو ان علماء کی ہے جو اپنے علم پر عمل کرنے والے ہیں۔ جو اہل کفر و طغیان سے براءت کرنے والے ہیں۔ یہ انبیاء کے وارث ہیں۔ پس ان کے راستے کو پکڑو چاہے وہ کم کیوں نہ ہوں۔ جھاگ سے دھوکے میں نہ پڑ جانا۔ تعجب اس پر نہیں کہ جو ہلاک ہوا کیوں ہلاک ہوا۔ بلکہ جو بچا کیسے بچا۔“

☆☆☆☆☆

امیر المومنین
شیخ هبة الله اخوندزاده نصره الله
کی ہدایات...... مجاہدین کے نام

مجاہد کے لیے آداب

۱۸۔ مجاہد کو چاہیے کہ وہ علماء اور متقی لوگوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا کرے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ (احمد)

”انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے تمہیں غور کر لینا چاہیے کہ تم کسے اپنا دوست بنا رہے ہو؟“

۱۹۔ مجاہد کو چاہیے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے اور لوگوں کی اصلاح جیسے اہم امور کو اپنا ہدف بنائے۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خیبر کے روز فرمایا:

لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوهُ فَقَالَ أَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيلَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ فَقَالَ أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ (بخاری)

”میں یہ جھنڈا کل اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے فتح لکھی ہے۔ اللہ اور اللہ کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ ساری رات لوگ سوچتے رہے کہ یہ خوش نصیب کون ہو گا۔ جب صبح ہوئی تو سب کے سب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گرد جمع ہوئے اور ہر ایک یہ چاہ رہا تھا کہ جھنڈا اس کو ملے۔ اس وقت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پوچھا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ وہ بیمار ہیں، ان کی آنکھ دکھتی ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جاؤ انہیں میرے پاس لاؤ۔ جب تشریف لائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کی آنکھ پر اپنا مبارک لعاب لگایا اور دعا دی۔ فوراً ان کی آنکھ اس طرح ٹھیک ہوگئی گویا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انہیں جھنڈا دیا تو علیؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! کیا اس وقت تک ان سے لڑوں کہ جب تک وہ مسلمان نہ ہوجائیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ سیدھا جاؤ، یہاں تک کہ ان تک پہنچ جاؤ، پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور پھر ان فرائض کا انہیں حکم دو جو اللہ کی طرف سے ان پر عائد ہیں، میرے اللہ کی قسم! کہ اگر اللہ تیرے ہاتھ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ اچھی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (سورۃ آل عمران:۱۱۰)

”تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے اور تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔“

تفسیر طبری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قتادہؒ سے روایت ہے کہ عمرؓ نے جب حج ادا کیا تو لوگوں کے اندر انہوں نے بے ادبی دیکھی، تو آپؓ نے یہ آیت تلاوت کی اور پھر فرمایا: اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اس امت میں سے ہو جائے تو اللہ کی وہ شروط پوری کرو جن کا اللہ نے اس امت سے مطالبہ کیا ہے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ان صفات کی وجہ سے بہترین امت قرار دیا ہے۔

۲۰۔ مجاہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے حقوق اپنے اور اپنے گھر کے معاملے میں پورے کرے۔ خصوصاً اپنے وقت پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے، اگر کسی مجبوری کی وجہ سے مسجد نہ جا سکتا ہو تو اپنے گھر میں نماز پڑھے۔ صلابی نے خلفا کی تاریخ میں لکھا ہے کہ عمرؓ نے اپنے والیوں کو لکھا: ”تمہارے سارے کاموں میں سے سب سے اہم کام نماز ہے، جس نے نماز کا پورا اہتمام کیا اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دوسرے کاموں کو زیادہ ضائع کرے گا۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (سورۃ التحریم:٦)

”اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، اس پر بڑے تند خو، بہت سخت دل فرشتے مامور ہیں، اللہ ان کو جو حکم دے گا وہ فرشتے اس کی نافرمانی نہیں کریں گے، اور وہ وہی کریں گے جس کا انہیں حکم دیا جائے گا۔“

(وما علینا إلّا البلاغ المبین!)

مُجاهد جهاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: أبو البراء الإبّي
وجه نمبر: ستره (17)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الإبی کی تالیف 'تبصرة الساجد في أسباب انتكاسة المجاهد' کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

سترہویں وجہ: اس راستے کو اپنانے والوں کی کمی

شریعت نے اکثریت (یعنی لوگوں کی کثرت) کے لیے کوئی عصمت اور تقدس اور امتیاز نہیں رکھا۔ بلکہ قرآن عظیم الشان میں اس کی اکثر مذمت ہی کی گئی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ یوسف: ۱۰۳)

”اور بہت سے آدمی گو تم (کتنی ہی) خواہش کرو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (سورۃ یوسف: ۱۰۶)

”اور یہ اکثر خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ مگر (اس کے ساتھ) شرک کرتے ہیں۔“

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (سورۃ الانعام: ۱۱۶)

”اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہا مان لو گے تو وہ تمہیں خدا کا رستہ بھلا دیں گے یہ محض خیال کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔“

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ (سورۃ الاعراف: ۱۰۲)

”اور ہم نے ان میں سے اکثروں میں (عہد کا نباہ) نہیں دیکھا۔ اور ان میں اکثروں کو (دیکھا تو) بدکار ہی دیکھا۔“

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا (سورۃ الاسراء: ۸۹)

”اور ہم نے قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں۔ مگر اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔“

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ (سورۃ الصافات: ۷۱)

اور ان سے پیشتر بہت سے لوگ بھی گمراہ ہو گئے تھے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں سورۃ الانعام کی مذکورہ بالا آیت ۱۱۶ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”(اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہا مان لو گے تو وہ تمہیں خدا کا رستہ بھلا دیں گے یہ محض خیال کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اگر وہ زمین میں رہنے والے زیادہ تر لوگوں کی بات ماننے کی کوشش کریں گے تو یہ لوگ گمراہ کر دیں گے۔ کیونکہ حق تو صرف کم لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ ان میں سے وہ گروہ بھی ہے جو حق پر قائم رہے گا اسے کسی مخالفت کرنے والے گروہ کی مخالفت کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔“

مضبوط ہمت والے کو راستے میں ساتھ دینے والوں کی کمی سے فرق نہیں پڑتا۔ وہ نجات پانے والوں کی کمی سے تشویش میں نہیں پڑتا۔ مخذلوں کی کثرت کی پروا نہیں کرتا۔ الٹا پھر جانے والوں کی مخالفت کا اسے غم نہیں ہوتا۔ اس کا دل کاہلی، بدفالی، آرام، سکون اور آسائش نہیں جانتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طُوبَى لِلْغُرَبَاءِ

”خوشخبری ہے غرباء کے لیے۔“

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! غرباء سے کون لوگ مراد ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُنَاسٌ صَالِحُونَ فِي أُنَاسِ سُوءٍ كَثِيرٍ، مَنْ يَعْصِيهِمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يُطِيعُهُمْ

”برے لوگوں کے جم غفیر میں تھوڑے سے نیک لوگ۔ جن کی بات ماننے والوں کی تعداد سے زیادہ نہ ماننے والوں کی تعداد ہو۔“(مسند احمد)

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ اعتصام میں فرماتے ہیں:

”یہ اللہ تعالی کی اپنے بندوں کے بارے میں سنت ہے کہ اہل حق اہل باطل کے مقابلے میں کم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (سورۃ یوسف:۱۰۳)

’اور بہت سے آدمی گو تم (کتنی ہی) خواہش کرو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔‘

وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (سورۃ سبا:۱۳)

’اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔‘

تاکہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مستقبل کی خبر دی تھی کہ اجنبیت دوبارہ لوٹے گی وہ پوری ہو۔ اجنبیت اپنوں کے کھو جانے سے یا ان کے کم ہو جانے سے ہوتی ہے۔ یہ تب ہو گا جب معروف منکر بن جائے اور منکر معروف۔ سنت بدعت بن جائے اور بدعت سنت۔“

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں فرمایا:

جب منافقین اور بیمار دل والوں نے حزب اللہ کی قلت اور دشمنوں کی کثرت دیکھی تو انہیں گمان ہوا کہ غلبہ کثرت کو حاصل ہو گی۔ اور کہا:

غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ (سورۃ الانفال:۴۹)

’ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر رکھا ہے۔‘

پس اللہ سبحانہ وتعالی نے بتایا کہ فتح ونصرت اللہ پر توکل سے حاصل ہوتی ہے کثرت عدد اور ساز وسامان سے نہیں۔ اور اللہ تعالی تو صاحب قوت ہے اسے کوئی غالب نہیں کر سکتا۔ اور صاحب حکمت ہے اس کو کامیاب کرتا ہے جو کامیابی کا مستحق ہو اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی قوت اور حکمت نے اس پر توکل کرنے والے گروہ کی نصرت کو لازمی قرار دیا ہے۔“

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نونیہ میں بھی فرمایا[شعر]:

”رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا بول بالا کرو اور انصار اور مددگاروں کی کمی سے نہ ڈرو۔ کیونکہ اللہ تعالی اپنے دین اور کتاب کی نصرت کرنے والا ہے۔ اور اپنے بندے کو محفوظ کرنے کے لیے کافی ہے۔ ان کی کثرت سے نہ گھبراؤ کیونکہ یہ لوگ مکھیوں کی طرح چھوہڑوں کا ہجوم ہیں۔ کیا تم مکھیوں سے گھبراتے ہو۔“

ابو محمد عبد الرحمن بن اسماعیل المعروف ابو شامہ نے ’الحوادث والبدع‘ کی کتاب میں کیا خوب لکھا ہے:

”جہاں جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم آیا ہے تو اس سے مراد حق اور حق کے پیروکاروں کے ساتھ رہنا ہے چاہے حق والے کم کیوں نہ ہوں اور ان کے مخالفین زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اس لیے کہ حق وہ ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور والی اولین جماعت تھی۔ ان کے بعد اہل بدعت کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں۔“

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”راستے سے تمہارا دل اس لیے نہ گھبرانے پائے کہ اس پر چلنے والے کم ہیں۔“

ابو عمر اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”تمہیں چاہیے کہ گزشتہ لوگوں کے نقش قدم پر چلو چاہے لوگ تم سے منہ موڑلیں۔“

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ہدایت کے راستے کو اپناؤ۔ اس پر چلنے والوں کی قلت سے تمہیں نقصان نہ ہو گا۔ اور خبردار گمراہی کے راستوں سے بچو۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والوں کی کثرت سے دھوکے میں نہ پڑ جانا۔“

شیخ محمد بن جمیل غازی شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وہ محفلوں والے شخص نہ تھے کہ مدح و ستائش کی خطاب والقاب سے خوش ہوں۔ اور نہ انہیں پسند تھا کہ ان کے گرد پیروکار اور اتباع جمع ہوں۔ بلکہ وہ ایسے حق پرست تھے کہ جہاں حق ہو تا وہاں کے ہو جاتے۔ جس طرف حق انہیں موڑ دیتا مڑ جاتے۔ وہ سیدھے راستے پر چلنے والے تھے اور اس راہ پر چلنے والوں کی قلت سے گھبراتے نہ تھے۔ وہ ٹیڑھے راستوں سے دور ہو جاتے تھے۔ اور ہلاکت میں پڑنے والوں سے دھوکے میں نہ پڑتے تھے۔ وہ ویسے ہی تھے جیسا کہ وہ اپنے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ 'ملت والے' ہیں 'ریاست والے' نہیں ہیں۔"

استاد سید قطب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[شعر]:

"میرے بھائی آگے بڑھو۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔ تمہارے راستے کو خون نے رنگین کیا ہے۔ یہاں وہاں نہ دیکھنا۔ تمہاری نگاہ اتنی بلند ہو جتنا آسمان۔"

بعض مجاہدین جہاد کے لیے نکلتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان کے سامنے پہاڑوں کی چوٹیوں، گھاٹیوں اور وادیوں میں دربدر لوگوں کے چھوٹے سے ٹولے ہیں۔ تو اس کا دل راستے سے نامانوس ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ کمزور پڑ جاتا ہے اور انحطاط کا شکار ہو تا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مجاہد بھائی! اگر آپ ان معرکوں پر نظر دوڑائیں جو مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان ہوئے تو دیکھو گے کہ فریقین کبھی بھی برابر نہ تھے۔ اور میرا خیال ہے واللہ اعلم کہ قیامت تک برابر نہ ہوں گے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کی اس میں کوئی حکمت ہے۔ تاکہ صفوں کو منافقین سے پاک کر دے۔ کیونکہ قلت اور کمزوری کے ساتھ جیت ویسی نہیں ہوتی جو کثرت اور قوت کے ساتھ ہو۔ اس لیے اللہ تعالی نے قلت کی تعریف کی ہے اور کثرت کی مذمت۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (سورۃ البقرہ:۲۴۹)

"جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ بسااوقات تھوڑی سی جماعت نے خدا کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور خدا استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔"

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ (سورۃ التوبۃ:۲۵)

"خدا نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے اور (جنگ) حنین کے دن۔ جب تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرّہ تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔"

اگر اس پر آپ غور کریں اور انسان کی کمزوری، اکثر بندوں کی کم صبری اور شہوتوں کا ان کے نفس پر غالب ہونے کا ادراک کر لیں تو پھر آپ کو ہلاکت میں پڑنے والوں کی کثرت پر حیرانی نہ ہو گی۔ حیرانی تو حقیقت میں ان پر ہے جو راستے پر چل کر بچ جاتے ہیں!

جیسا کہ بعض سلف نے فرمایا:

"تعجب اس پر نہیں ہے کہ جو ہلاک ہوا ہے کیسا ہوا۔ بلکہ تعجب تو اس پر ہے کہ جو بچا کیسے بچ نکلا۔"

آجری رحمۃ اللہ علیہ نے اجنبی کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا:

"تم اگر اسے خلوت میں دیکھو گے تو پاؤ گے کہ اس کا رونا درد بھرا ہے، آہیں لمبی ہیں، آنسو بہے جاتے ہیں۔ اگر تم اسے نہ جانتے ہو تو تم سمجھو گے کہ وہ مجنون ہے جس کا محبوب کھو گیا ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ بلکہ وہ اپنے دین پر ڈرنے والا ہے کہیں اسے نقصان نہ پہنچے۔ اگر اس کا دین ثابت رہے تو اسے دنیا کھو جانے کی پروا نہیں ہوتی۔ اس نے اپنا پورا سرمایہ اپنا دین قرار دیا ہے جس کے خسارے سے وہ ڈرتا ہے۔"

شیخ ابو محمد مقدسی امتاع النظر میں فرماتے ہیں:

"حق کی پیروی اور نصرت میں تذبذب اور ساتھ چھوڑ دینے سے بچیں۔ اس بنا پر کہ حق پر چلنے والے کم ہیں یا مخالفت کرنے والے اور ہمت پست کرنے والے بہت ہیں۔ جماعت تو ہے جو حق کے مطابق ہے چاہے اس میں صرف تم اکیلے ہو۔ حق نہ ہی کثرت کی بنا پر جانا چاہتا ہے اور نہ افراد کی وجہ ہے۔ بلکہ حق کو جاننے سے افراد جانے جاتے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ ایسے نبی قیامت کے دن آئیں گے کہ ان کے ساتھ اتباع اور انصار میں سے صرف ایک یا دو مرد ہوں گے۔ اور ایسے نبی بھی ہوں گے جن کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہو گا۔ حالانکہ وہ نبی ہے!!"

(باقی صفحہ نمبر 18 پر)

فلسطین کی مدد کیسے کی جائے؟

فضیلۃ الشیخ ابو محمد ایمن الظواہری

بسم الله والحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وآله وصحبه ومن والاه

پوری دنیا میں بسنے والے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اسرائیل کی استعماری فوج نے فلسطین بھر میں عموماً، خصوصاً بیت المقدس (یروشلم) میں اور بالخصوص وہاں کی مسجد اقصیٰ میں ہمارے بھائیوں کے خلاف جن جرائم کا ارتکاب کیا ہے، اس سے پورا عالم اسلام ہل کر رہ گیا ہے۔

میں ستر سال سے زیادہ عرصے سے جاری ان جرائم کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا، جن کا ہونا مسلمانوں کے خلاف اس صلیبی حملے کی پشت پناہی کے بغیر ممکن نہ تھا جس کی قیادت امریکہ کے ہاتھ میں ہے اور جس میں اس کے ساتھ برطانیہ، فرانس، روس اور ان کے دیگر حلفاء شریک ہیں۔

میں اپنی گفتگو کا خلاصہ دو نکات میں بیان کروں گا:

پہلا نقطہ: مقبوضہ فلسطین میں ہمارے بھائی یا تو براہ راست اسرائیلی استعمار کے شکنجوں میں ہیں اور یا بالواسطہ جاسوس صدر محمود عباس جیسے اسرائیلی آلہ کاروں کے استعماری حربوں کے تحت ہیں۔ صدر عباس نے بذات خود تاکید اً کہا ہے کہ وہ نام نہاد سکیورٹی تعاون کے تحت فلسطین میں مسلمانوں کے خلاف جاری جنگ میں اسرائیل کا ایک اہم حلیف ہے۔

ہمارے فلسطینی بھائیوں کی تیسری قسم وہ ہے جو غزہ میں محصور ہیں۔ جنہیں ایک جانب سے اسرائیلی فوج گھیرے ہوئے ہے تو دوسری جانب سے مصری حکومت کے صہیونی۔ جب کبھی بھی غزہ کے ...... اللہ انہیں جزائے خیر دے، ان کے شہداء کو قبول فرمائے، ان کے زخمیوں کو شفا دے، ان کی بیواؤں اور یتیموں کی حفاظت فرمائے...... جب بھی یہ خود پر، اپنے مقدسات پر یا مسجد اقصیٰ پر اسرائیلی جارحیت کا جواب دیتے ہیں تو اسرائیلی فوج ان پر بے دریغ بمباریاں کر کے ہزارہا مسلمانوں کو شہید کرتی ہے اور ان کے گھر اور محلے اجاڑ دیتی ہے۔

لہٰذا ہمارے فلسطینی بھائیوں کی حقیقی اور مؤثر مدد یہ ہے کہ تمام مسلمان فلسطین میں جارحیت پھیلانے والوں پر دنیا کے ہر کونے میں کاری ضربیں لگانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔

اسی کے ذریعے ہم اپنے فلسطینی بھائیوں پر سے دباؤ کم کر سکتے ہیں اور اس صلیبی صہیونی یلغار کا مقابلہ کر سکتے ہیں جو فلسطین کی یہودی آبادکاری، مسجد اقصیٰ کو منہدم کرنے اور دریائے نیل تا فرات عظیم ریاستِ اسرائیل کے قیام کے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ پوری امت کو چاہیے کہ اس مقصد کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور ہرگز مسلمان ممالک کی حکومتوں کا انتظار نہ کرے کہ یہ حکومتیں فلسطین کو کبھی آزاد نہیں کرا سکتیں۔ فلسطین آزاد نہیں ہو سکتا جب تک کہ پوری دنیا میں مسلمانوں اور بالخصوص ان کے نوجوان مجاہدین کے ہاتھوں اسرائیل اور اس کے پشتِ پناہ پر کھڑی قوتوں کے مفادات پر ضرب نہ لگائی جائے۔

دوسرا نقطہ: فلسطین اور بیت المقدس کے قرب و جوار میں بسنے والی ہماری صابر و مرابط امت مسلمہ کے لیے دعوت، نصیحت اور استدعا پر مبنی ہے۔ پس میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو فلسطین اور مسجد اقصیٰ کا نگہبان بنا کر عزت بخشی ہے، پس اپنی زندگی کی آخری رمق تک اس امانت کی حفاظت کرتے رہیں۔

اور ہمارے ہی رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والے ان خائنین کا پرزور مقابلہ کریں جو 'سرزمین اسلام' فلسطین کی مختلف حیلوں بہانوں، مثلاً: دو ریاستی حل، عالمی قراردادوں، اوسلو معاہدے اور اسی قسم کی دیگر خیانتوں کے نام سے سودے بازی میں مصروف ہیں۔

ان کا مقابلہ کریں اور ان پر ثابت کریں کہ اس مبارک سرزمین کی ریت کا ایک ایک ذرہ آپ کا ہے، جس کے دفاع کے لیے اٹھنے کا شرف اللہ رب العزت نے آپ کو بخشا ہے۔ اور ان کے سامنے اس عظیم فتوے کی بنیاد پر ڈٹے رہیں جو آپ کے عظیم اسلاف، علمائے فلسطین نے، مفتیٔ فلسطین الحاج امین الحسینی (اللہ ان سب علماء پر رحم فرمائے) کی صدارت میں مبارک مسجد اقصیٰ سے ۲۰ شوال ۱۳۵۳ھ بمطابق ۲۶ جنوری ۱۹۳۵ء کو جاری کیا تھا۔ اس فتوے میں دوٹوک اور واضح الفاظ میں فلسطین کی کسی بھی زمین کو یہودیوں کے ہاتھ بیچنا یا اس کے لیے سہولت کاری کرنا یا اس باب میں لچک دکھانا حرام قرار دیا گیا تھا۔ اور اس میں درج تھا کہ کوئی بھی فلسطینی اگر جانتے بوجھتے اور اپنی رضا کے ساتھ ایسا کرے تو اسے حلال سمجھنے کی وجہ سے اس پر بالضرور کفر و ارتداد کا حکم عائد ہوگا۔

پس اس فتوے کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کے عظیم اسلاف نے مبارک مسجد اقصیٰ میں جاری کیا اور اپنے بیٹوں کو اس کی تعلیم دیں اور اس کی بنیاد پر ہر سازشی، حق سے دستبردار اور سودے باز کا مقابلہ کریں۔

(باقی صفحہ نمبر 93 پر)

رمضان المبارک کی آمد پر سرورِ دو عالم ﷺ کا خطبۂ استقبالیہ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری (نوّر اللہ مرقدہٗ)

[ایک بار رمضان المبارک کی آمد پر حضور سرورِ دو عالم، محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا]

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ......

يٰاَيُّهَاالنَّاسُ! قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا. مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ.

وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ، وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ. مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْتَقَصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ.

قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهِ الصَّائِمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ......

يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى مَذَقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِّنْ مَّآءٍ، وَمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا، سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ.

وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ.

مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ .

كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ عَنِ الْبَيْهَقِيْ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَزَادَ الْمُنْذِرِيْ فِي التَّرْغِيْبِ فَاسْتَكْثِرُوْا فِيْهِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَيْنِ تَرْضَوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ، وَخَصْلَتَيْنِ لَاغِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا. فَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ الَّلتَانِ تَرْضَوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ: فَشَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهٗ، وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ الَّلتَانِ لَاغِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا: فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعُوْذُوْنَ بِهٖ مِنَ النَّارِ۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے بیان فرمایا کہ حضور سرور عالم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم کو خطاب فرمایا کہ......

اے لوگو! ایک باعظمت مہینہ آ پہنچا ہے، جو ماہ مبارک ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور اس کی تمام راتوں میں قیام کرنا تطوع (غیر فرض) قرار دیا ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کو ایسا اجر و ثواب ملے گا جیسے اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرتا اور فرض کا ثواب ملتا اور جو شخص اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے تو اس کو ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اور یہ آپس کی غم خواری کا مہینہ ہے، اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کسی روزے دار کا روزہ افطار کرا دے تو یہ اس کی مغفرت کا اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سامان بن جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا، مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہو گی۔

(حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ) ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں ہر شخص تو اتنا مقدور نہیں جو روزہ افطار کرا دے۔ آپ نے فرمایا کہ......

اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو (بھی) دے گا جو پانی ملے ہوئے تھوڑے سے دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرا دے (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ) جو شخص (افطار کے بعد) کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کریں گے کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہو گا اور جنت میں تو بھوک پیاس کا نام ہی نہیں۔

اس ماہ کا اوّل حصہ رحمت ہے، دوسرا حصہ مغفرت ہے، تیسرا حصہ دوزخ سے آزادی کا ہے۔

جس نے اس ماہ میں اپنے غلام کا کام ہلکا کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں گے۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ اس ماہ میں چار کاموں کی کثرت کرو، ان میں سے دو کام ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ تم اپنے پروردگار کو راضی کرو گے اور دو کام ایسے ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے ہو، وہ دو کام جن کے ذریعے خدائے پاک کی خوشنودی حاصل ہو گی یہ ہیں:

1. ’لا الٰہ الا اللہ‘ کا ورد رکھنا۔
2. خدائے پاک سے مغفرت طلب کرتے رہنا۔

اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں رہ سکتے ہو:

3. جنت کا سوال کرنا۔
4. دوزخ سے پناہ مانگنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۷۳ بحوالہ بیہقیؒ شعب الایمان والترغیب والتربیب للمنذریؒ)

☆☆☆☆☆

ہلالِ رمضان کا پیغام

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

لیجیے! پورے ایک سال کے بعد مجھے آپ حضرات کی زیارت پھر نصیب ہو رہی ہے۔ میں آپ کے لیے رمضان کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ وہ پیغام ہے تقویٰ کا اور صبر کا، رحمت کا اور مغفرت کا، تلاوت کا اور عبادت کا اور رضائے الٰہی کا۔ میں ایک ماہ تک آپ حضرات کی مہمانی میں رہوں گا اور دیکھوں گا کہ آپ کے روزے کیسے گزرتے ہیں؟ آپ کی عبادت و تلاوت کا کیا حال ہے؟ آپ کتنا وقت عبادت میں صرف کرتے ہیں اور اپنے مالک کی یاد میں گزارتے ہیں؟ پھر میں آپ سے اجازت لے کر رخصت ہوں گا اور دوسرا چاند میری جگہ لے گا، عید کا مبارک اور نیا چاند، اور عید تو خود رمضان کا انعام ہے۔ اگر رمضان نہ ہوتا تو عید بھی نہ آتی، اگر مشقت نہ ہوتی تو راحت کا بھی لطف نہ آتا، شب بیداری نہ ہوتی تو نیند کا بھی پورا مزہ نہ آسکتا، اگر بھوک نہ ہوتی تو کھانا بھی اچھا معلوم نہ ہوتا۔ اس لیے عید اپنی تمام مسرتوں اور لذتوں کے باوجود رمضان کی رہینِ منت ہے اور اس طرح میں صرف رمضان ہی کا سفیر نہیں بلکہ عید کا بھی سفیر ہوں۔

زہد اور صبر کا مہینہ

ہاں! تو میں آپ کے لیے زہد، مجاہدہ اور صبر کا پیغام لایا ہوں۔ میں بھوک اور پیاس اور شب بیداری کا سفیر ہوں اور کھانے پینے اور دوسری دنیاوی لذتوں سے آپ کا ہاتھ روکنے کے لیے آیا ہوں۔ اس لیے اگر میری آمد سے آپ حضرات کو گرانی ہو اور آپ ''واپس جاؤ'' کے نعروں کے ساتھ میرا استقبال کریں اور مجھ کو ''بھوک اور پیاس کا پیامبر'' اور ''مشقت و تکلیف کا قاصد'' کے ناموں سے نوازیں تو مجھ کو مطلق تعجب نہ ہوگا۔ خاص کر اس صورت میں جب کہ انتہائی گرمی کے زمانے میں مَیں آپ کے یہاں آیا ہوں، لیکن اس کے باوجود میں نے دیکھا کہ آپ نے میرا بڑی گرم جوشی اور محبت کے ساتھ استقبال کیا۔ آدمی مسجدوں اور اپنے مکانوں کی چھتوں پر کھڑے ہوئے میری ایک جھلک دیکھ لینے کے لیے بے قرار تھے، اور گویا انہوں نے اس بیکراں نیلے آسمان میں مجھے شکار کرنے کے لیے اپنی نگاہوں کا ایک جال سا بچھا دیا تھا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے اور مسرت و خوشی کے الفاظ ان کی زبانوں سے بے ساختہ نکلنے لگے۔ ایسا معلوم ہوا جیسے وہ تھوڑی دیر کے لیے بھول گئے ہوں کہ میں کس ذمہ داری اور کن مطالبات کو لے کر آیا ہوں۔

میرے خیال میں تو ایسے آدمی کا اس زندہ دلی اور گرم جوشی سے استقبال کرنا جو ایک پُر مشقت کام یا ایک تلخ پیغام لے کر آیا ہو، بہت بڑی بات ہے۔ اور حقیقت میں یہ تو ایمان کا کرشمہ ہے اور یہ ایمان ہی کی طاقت ہے جو ایک شاق چیز کو آسان کر دیتی ہے اور دشمن کو دوست بنا دیتی ہے۔

دس گنے سے سات سو گنے کا ثواب

آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی یا پڑھی ہو گی کہ

''كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَة ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي.'' (مسلم: حدیث ۲۷۰۷)

''انسان کے ہر اچھے عمل میں دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک اضافہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سوائے روزے کے، کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، بندہ اپنی خواہشات اور اپنا کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑتا ہے۔''

اور فرمایا:

''اِنَّ فِی الجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ له الرَّيَّانُ يَدخُلُ منه الصَّائِمُونَ يوم القِيَامَةِ لَا يَدخُلُ منه اَحَدٌ غَيرُہُم يُقَالُ اَينَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَدخُلُونَ مِنْهُ فاِذادَخَلُوااَغلِقَ فلم يَدخُل منه اَحَدٌ.'' (مسلم:حدیث ۲۷۱۰)

''جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام ''ریان'' ہے، قیامت کے دن اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے اور جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اور پھر کوئی اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔''

اور فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری: حدیث ۳۸)

''جس نے اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اور اس کے اجر و ثواب کی امید میں رمضان کے روزے رکھے، اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

اگر یہ حدیثیں نہ ہوتیں جن پر آپ ایمان لائے ہیں، اگر یہ نعمتیں نہ ہوتیں جن کی طمع آپ اپنے اندر پاتے ہیں، یا مختصر الفاظ میں اگر ایمان آپ کے قلب میں پیوست نہ ہوتا تو بخدا یہ روزہ اس گرمی میں کبھی آپ کے لیے آسان نہ ہوتا۔ اس لیے کہ انسان چھوٹی لذت کسی بڑی لذت کی امید ہی میں چھوڑ سکتا ہے، اور مختصر راحت کسی طویل آرام کے یقین ہی کی وجہ سے ترک کر سکتا ہے۔ اور حقیقت میں روزے دار کو جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ روزہ خور کو کبھی نہیں حاصل ہو سکتی۔ بلکہ روزے دار کے لیے دو ایسی فرحتیں رکھی گئی ہیں کہ کسی دوسرے کے لیے نہیں ہیں۔ ہمارے اور آپ کے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ (بخاری: حدیث ۱۹۰۴)

”روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جو اس کو حاصل ہوں گی، جب افطار کرے گا اس وقت اس کو خوشی حاصل ہو گی، اور جب اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزہ پر خوش ہو گا۔“

میری اپنی انفرادیت اور خصوصیت

میں یہ نہیں کہتا کہ نماز، زکوٰۃ کوئی بڑی چیز نہیں اور اس کا زندگی پر کوئی اثر نہیں۔ میں اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ محسن کی ناشکری کروں اور صاحبِ فضل کے فضل کا انکار کروں۔ جب کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے اور ان احکاماتِ دینیہ میں کتنا برادرانہ اور مخلصانہ رشتہ ہے۔ لیکن اگر اجازت دیجیے تو میں یہ کہوں گا کہ میں دین کے ایک شعبے کی زیادہ واضح اور طاقت ور نمائندگی کرتا ہوں۔ اور وہ ہے اطاعت اور قربانی کا شعبہ۔ میں جس گھر کو بھی دیکھتا ہوں، یہی نظر آتا ہے کہ لوگوں نے اپنے منہ پر تالے لگا لیے ہیں اور گویا طلوعِ فجر سے لے کر آفتاب ڈوبنے تک انہوں نے کھانے پینے کی چیزوں پر ہاتھ لگانے تک کی قسم کھا رکھی ہے۔ طرح طرح کے لذیذ کھانے ان کے اشارے کے منتظر رہتے ہیں اور گویا ان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، بلکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے ان کے منہ میں پانی آنے لگتا ہے، اور ہونٹ اس کے مزے کے لیے بے قرار ہو جاتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے جو آپ کے اور ان لذیذ کھانوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے؟ ٹھنڈا پانی آپ کے سامنے موجود ہوتا ہے اور آپ لُو اور شدید تپش کے باوجود اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتے اور اپنی پیاس نہیں بجھا سکتے۔ خدا کا حکم ہی تو ہے جو آپ کو اس سے باز رکھتا ہے۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ یہ اطاعت و قربانی کتنی بڑی ہے اور یہ فنائیت کا کیسا نمونہ ہے!

میں نے اقتدار و جلال کے بہت سے نمونے دیکھے ہیں، اور اطاعت و فرماں برداری کے بہت سے مناظر کا مشاہدہ کیا ہے۔ لیکن میں آپ سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بہت سے ایسے آدمیوں کو دیکھا جو دن کو جرائم سے دست کش ہو جاتے ہیں اور رات کو دوبارہ اس میں مشغول رہتے ہیں، اور ظاہری طور پر اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور پولیس کی آنکھ میں بھی کالک ڈالتے ہیں، بلکہ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ یہ لوگ خود اپنے ساتھ خیانت کرتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر جس اطاعت و فرماں برداری اور وفاداری و جاں نثاری، جس اخلاص اور صبر اور ثابت قدمی کے نمونے دیکھے، وہ میں نے کسی دنیاوی اقتدار و عزت کی وجہ سے نہیں دیکھے۔

ایک آدمی ہے جس کو پیاس نے بے تاب کر رکھا ہے، پانی کے گلاس بھرے ہوئے سامنے رکھے ہیں، لیکن مجال نہیں کہ اس کو وہ اپنے ہونٹوں سے لگا لے۔ ایک مسلمان باورچی ہے، جو روزہ رکھے ہوئے دن بھر طرح طرح کے کھانے تیار کرتا ہے اور گرمی و تپش برداشت کرتا ہے، وہ چاہتا تو اس میں سے کچھ لے کر کھا سکتا تھا، لیکن محض ایمان اس کو اس چیز سے باز رکھتا ہے کہ تھوڑے سے چٹخارے کے لیے اپنے رب کو ناراض کر بیٹھے۔

جب سورج ڈوب جاتا ہے اور روزے دار اللہ کا نام لے کر افطار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ”پیاس دور ہو گئی، رگیں تر ہو گئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہو گیا“۔ اس وقت کوئی کھانے کے لیے ایک منٹ نہیں رکتا، بلکہ اس وقت نہ کھانا ایسی ہی معصیت اور گناہ ہے جیسے دن کو روزہ نہ رکھنا۔ معلوم ہوا کہ مومن حکم کا غلام ہے، حکم ہی سے وہ روزہ رکھتا ہے اور حکم ہی سے افطار کرتا ہے۔ اپنی طرف سے کچھ اضافہ یا ترمیم کرنے کا حق اس کو حاصل نہیں ہے۔

اسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ (بخاری: حدیث ۱۹۵۷)

”جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے، اس وقت تک وہ خیر میں رہیں گے۔“

یہی وجہ ہے کہ عید و بقر عید میں روزہ رکھنا بہت بڑا گناہ بتایا گیا ہے، کیونکہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں، ان دنوں میں روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی تو نافرمانی کی گئی اور اپنے نفس کی فرماں برداری کی گئی۔

کھانے پینے میں اعتدال اور دوسروں کی مدد کر کے میرا ساتھ دیجیے

موجودہ دور میں لوگ کھانے پینے میں بہت اسراف سے کام لیتے ہیں، یہاں تک کہ کبھی کبھی اس پُرخوری کی وجہ سے اپنے لیے ہلاکت کا سامان بھی کر لیتے ہیں۔ ان کے دل پتھر ہو جاتے ہیں اور ان کے احساسات بالکل مردہ، ان کو نہ کسی کے فقر کا خیال رہتا ہے اور نہ کسی کی بھوک کا، کسی ایسے منظر کو دیکھ کر ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی، وہ اتنا سیر ہو کر کھاتے ہیں کہ وہ بھوک کا مطلب بھی بھول جاتے ہیں۔ وہ یہ سمجھ نہیں سکتے کہ بھوک سے انسان کو کیا تکلیف

ہوتی ہے؟ اگر ایسا ہی ہوتا اور وہ ہمیشہ سیر ہو کر کھاتے رہتے، تو ان کو بھوک کا تجربہ کیسے ہوتا؟ وہ بھوکوں اور فقیروں پر کیسے رحم کرتے؟ جو بھوک کا نام ہی نہ جانتا ہو، وہ بھوکے پر کیسے رحم کھا سکتا ہے؟

میں ہر سال آکر دولت مندوں اور خوش حال لوگوں کو بھوک کا تجربہ کراجاتا ہوں، شاید وہ یہ سمجھیں کہ غریب لوگ کس بھوک اور فاقے کا شکار ہیں، شاید وہ ان کی مدد کے لیے آمادہ ہوں اور ان کے اندر رحم کا جذبہ پیدا ہو۔

اس سوسائٹی کا اصل مرض یہی کھانے کا مرض ہے نہ کہ بھوک، جیسا کہ بہت سے لوگ سمجھ بیٹھے ہیں۔ کھانے کا یہ حد سے بڑھا ہوا شوق ہی تو ہے جس نے بہت سے اخلاقی و مادی امراض آپ کی سوسائٹی میں پیدا کیے۔ یہ سب بے صبری، شدتِ حرص اور لالچ کا نتیجہ ہے۔

میں ہر سال اسی مقصد سے آتا ہوں کہ اس شدت اور بے صبری میں کچھ تخفیف کر سکوں اور لوگوں میں کھانے پینے اور رہنے سہنے کے معاملے میں اعتدال کا ذوق پیدا ہو۔ اس لیے کہ یہی وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ میری آمد کے ساتھ آپ لوگوں پر فرض کرتا ہے۔ جس نے ایک مہینے کے روزے رکھ لیے، اس کی خواہشات میں اور اس کی ذہنی بھوک میں ضرور تھوڑی سی کمی آنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف کھانے اور پینے ہی سے نہیں روکا گیا بلکہ ہر قسم کے فسق و فجور سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ غیبت، جھوٹ، چغل خوری، لڑائی، فساد اور تمام بری باتوں سے روکا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی روزے سے ہو تو نہ وہ بری بات کہے اور نہ لڑے جھگڑے، اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑنے پر آمادہ ہو تو اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِوَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ(بخاری:حدیث ۱۹۰۴)

”جس نے جھوٹ اور بری بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی بھی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔“

جو شخص ان شرائط و آداب کے ساتھ روزہ رکھے گا، اور روزے کی روح کو اپنے اندر پیدا کرے گا وہ اعلیٰ اخلاق، پاکیزگیٔ نفس اور عفت و طہارت کا اعلیٰ نمونہ بنا سکتا ہے۔

میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا اور اپنی بات ختم کر لی۔ اب رخصت ہونا چاہتا ہوں، اجازت دیجیے، خدا حافظ!

بقیہ: مجاہدین کے کرنے کے کام

”دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔“

آخری عشرے کا اعتکاف:

آخری عشرے میں اعتکاف کی کوشش کریں۔ وگرنہ کم از کم طاق راتیں ضرور قیام اللیل میں گزاریں۔

نصاب برائے حفظ:

قرآن مجید کی بعض سورتیں جو بھول چکی ہوں از سرِ نو یاد کرنے کی کوشش کریں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر رمضان کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمادیا، چنانچہ اس کے ایک ایک لمحے کو غنیمت جان کر عبادت الٰہی میں وقف ہو جائیں۔

افطاری کے وقت بہت زیادہ کھانے سے پرہیز کریں۔ نفس تو یہ چاہے گا کہ پورا دن بھوکا پیاسا رہنے کے بدلے چٹخارے دار کھانے ملیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ اپنے نفس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں یا قابو کر لیتے ہیں۔ افطار کے وقت انواع واقسام کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے وقت گوانتاناموکے پنجروں میں قید اپنے بھائیوں کو ضرور یاد رکھیے گا اور اگر ان کی یاد سے آپ کی آنکھیں بھر آئیں تو امید رکھیں کہ ان شاء اللہ ہمارے لیے راہِ جہاد میں چلنا آسان ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: اجنبی کل اور آج

پوری امت کے لیے ایک تاحیات لائحۂ عمل ہے، اور ایک ایسی عبادت کے لیے ہے جو حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادکاری سے بھی زیادہ افضل ہے۔ دین کے دیگر احکام کی طرح اس فریضے کے معاملے میں بھی وہ کبھی کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرے۔ مصلحت اور تاویل کے قیدی بننے سے تو وہ سرے سے ناآشنا تھے، خصوصاً جب کہ وحیٔ الٰہی یہ اعلان بھی سنا چکی تھی:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ(سورۃ آلِ عمران:۱۴۲)

”کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟“

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

روزوں کی حکمت

شہید مزکی ومربی شیخ، خالد بن عبد الرحمن الحسینان رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله رب العالمين حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أما بعد !

میرے عزیز دوستو! رمضان ایک موقع یا ایک بھرپور تربیتی کورس ہے میں رمضان کو بھرپور تربیتی کورس شمار کرتا ہوں۔ روزوں کی حکمت تقوی ہے جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ البقرۃ:۱۸۳)

”اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔“

چنانچہ روزوں کی حکمت یہ ہے کہ وہ انسان میں تقویٰ اجاگر کرتا ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالی کا ڈر۔ اللہ سبحانہ وتعالی ان عبادات میں ہماری تربیت کرتا ہے یہ عبادات جو ہمارے رب نے ہم پر فرض کی ہیں ان کا مقصد نفوس کا تزکیہ اور دلوں کی تربیت کرنا ہے، یہاں تک کہ انسان اپنے اخلاق وکردار کے ذریعے اخلاقی سطح کی بلندیوں پر فائز ہو جائے۔

مثال کے طور پر اللہ تعالی نے ہم پر زکوٰۃ فرض قرار دی ہے تا کہ انسان بخل ولالچ سے پاک ہو جائے اور خرچ کرنے کا عادی ہو جائے، سخی وکشادہ دل ہو جائے اور اسے اپنے کمزور اور فقیر مسلمان بھائیوں کی فکر لاحق ہو۔

روزوں کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ اللہ عزوجل روزوں میں ہماری تربیت تقوی پر کرتا ہے تا کہ انسان صرف اپنے رب سے ڈرے اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اس کا تقوی اختیار کرے۔ چنانچہ رمضان بھرپور تربیتی کورس شمار ہو گا۔ اس طرح کہ بہت سے لوگ رمضان سے قبل آپ سے کہیں گے میں نماز فجر مسجد میں نہیں پڑھ سکتا، وہ نماز فجر میں سستی کرتا ہے، لیکن رمضان کی آمد ہوتے ہی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس انسان کے پاس ہمت وحوصلہ ہے آپ اسے رمضان میں نماز فجر باجماعت ادا کرتے ہوئے پائیں گے، وہ نماز جس میں وہ سستی کرتا تھا۔

سگریٹ پینے والے بہت سے افراد ایسے ہیں کہ جن سے اگر آپ کہیں تم سگریٹ نوشی کیوں نہیں چھوڑتے تو وہ آپ سے کہیں گے میں سگریٹ نوشی نہیں چھوڑ سکتا، میں اس کا عادی ہو چکا ہوں، لیکن رمضان کی آمد ہوتے ہی وہ اسے (روزے کی حالت میں) چھوڑ دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ رمضان بہت سے لوگوں کو بے نقاب کر دیتا ہے۔ اس طرح کہ کئی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ فلاں کام نہیں کر سکتے لیکن رمضان میں آپ اسے دیکھتے ہیں کہ سگریٹ نوشی نہ کرنے پر وہ تقریباً دس گھنٹے سے زائد صبر کرتا ہے اور ایسا وہ مجبور ہو کر نہیں بلکہ اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ وہ چاہے تو کسی دور جنگل کی طرف یا تہ خانے وغیرہ میں جا کر سگریٹ نوشی کر سکتا ہے، لیکن وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے لہٰذا وہ سگریٹ نوشی چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا مطلب وہ اپنے نفس پر قابو رکھ سکتا ہے اور اپنے نفس کو بہت سی فرماں برداریوں اور ان عبادات پر مجبور کر سکتا ہے جس میں رمضان سے قبل سستی کرتا تھا۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ رمضان میں اپنی آنکھیں نیچی رکھتا ہے، گالی نہیں دیتا، اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے (سبحان اللہ) بہت سے حرام کام ترک کر دیتا ہے، وہ آپ سے پوچھے گا کہ ایسا کیوں ہے؟ پھر خود ہی کہے گا کہ: اللہ کی قسم ہم ابھی رمضان کے مہینے میں ہیں۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ رمضان انسان کی عبادت واطاعت پر تربیت کرتا ہے وہ اس بات پر آپ کی تربیت کرتا ہے کہ آپ کے پاس قوت وطاقت اور حوصلہ ہو۔

اس لیے ہمیں ان ایمانی فضاؤں سے فائدہ اٹھانا چاہیے، یہ تربیتی فضائیں ہیں جن میں انسان اطاعت کرنا سیکھتا ہے اور عبادات پر اپنے نفس کی تربیت کرتا ہے تا کہ رمضان کے بعد اس پر عمل کرنا آسان ہو۔

حقیقت یہ ہے عزیز دوستو! جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کہ ماہِ رمضان مسلمان کو بہت سے ایسے کاموں کی عادت ڈالتا ہے جن کا وہ عادی نہیں ہوتا، چنانچہ جب رمضان آتا ہے تو آپ اسے قیام اللیل کرتا ہوا دیکھیں گے، آپ اسے دیکھیں گے کہ اس نے روزانہ تلاوت قرآن کے لیے ایک وقت مخصوص کیا ہوا ہے، آپ اسے بہت سے حرام کاموں سے بچتا ہوا پائیں گے، اس کی حالت اس کے اخلاق اور اس کے رویے تک کو بدلا ہوا پائیں گے۔

یہ ایک موقع ہے جس میں آپ یہ نیک اعمال جاری رکھیں اور حرام کاموں سے پرہیز کریں کیونکہ آپ نے اس ماہِ رمضان کے بھرپور تربیتی کورس میں اس چیز کی تیاری کی ہے جس کے آپ عادی نہیں تھے۔ میں اللہ رب العرش العظیم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ان کاموں کی توفیق دے جس سے وہ راضی وخوش ہوتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

☆☆☆☆☆

رمضان المبارک میں مجاہدین کے کرنے کے کام

حافظ طیب نواز شہید رحمہ اللہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر میں وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ”لوگو تم پر عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، ایسا مہینہ جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیے ہیں اور اس کی رات کا قیام نفل ہے، جس نے بھی اس مہینے میں نیکی کی وہ ایسے ہے جس طرح عام دنوں میں فرض ادا کیا جائے، اور جس نے رمضان میں فرض ادا کیا گویا کہ اس نے رمضان کے علاوہ ستر فرض ادا کیے، یہ ایسا مہینہ ہے جس کا اول رحمت اور درمیان مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔“ (الترغیب والترہیب)

رمضان المبارک ہم مجاہدین لیے اپنی انفرادی اصلاح کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ چنانچہ چند گزارشات پیش خدمت ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق سے نوازے، آمین۔

تجدیدِ نیت

سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم اپنی نیت خالص کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عہد باندھیں کہ صرف رمضان ہی نہیں بلکہ بقیہ سال بھر بھی اللہ کی اطاعت سے انحراف نہیں کریں گے۔ رمضان شروع ہونے سے پہلے نیت نہیں کر سکے تب بھی کوئی بات نہیں۔ اس وقت ’ایمان اور احتساب‘ کے ساتھ بقیہ دن گزارنے کی نیت کر لینی چاہیے۔

تزکیۂ نفس کا درست اسلوب

تزکیۂ نفس کا صحیح اسلوب تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔ کیونکہ دین کی تکمیل ہو چکی ہے اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں تمام فلاح پوشیدہ ہے اور اس کا اچھا ذریعہ اہل اللہ کی صحبت ہے۔

اپنا محاسبہ کیجیے

اللہ تعالیٰ تو علیم وبصیر ہے۔ وہ ہر کھلے اور چھپے راز سے واقف ہے، تاہم دنیا میں انسان کا سب سے بڑا محرم خود اس کی اپنی ذات ہی ہے۔ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ...... لہٰذا اپنی خامیوں کی فہرست تیار کریں اور عزمِ مصمم کریں کہ ان شاء اللہ اسی رمضان کے اندر ان سے چھٹکارا پانا ہے۔ کیونکہ انسان کو گناہ پر مائل کرنے والی دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک اس کا نفس امارہ اور دوسرا شیطان الرجیم۔ اور احادیث میں تصریح ہے کہ رمضان میں شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں لہٰذا اب صرف نفس کی تحریض ہی باقی رہ جاتی ہے۔ اسے بھی روزہ اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر قوت نہیں رہتی۔

لہٰذا اگر آپ رمضان میں اپنی خامیوں سے جان نہیں چھڑا سکے تو پھر کبھی بھی نہیں چھڑا سکیں گے، الا ان یشاء اللہ۔ چنانچہ ابھی سے عزم کریں کہ اپنی خامیوں کو دور کرنا اور خوبیوں کو مزید بڑھانا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص غیبت جیسی قبیح عادت میں مبتلا ہے تو اس کے لیے سنہری موقع ہے کہ وہ اپنی زبان کو قابو کر سکے۔ یاد رہے کہ غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نیز اسے زنا سے بدتر ٹھہرایا گیا ہے۔ لہٰذا غیبت کرنے والا فرد اس گناہ کے گھناؤنے پن کا تصور کر کے اس کو چھوڑنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

ہم غیبت کیوں کرتے ہیں؟ بالعموم محض اپنی زبان کا چسکا پورا کرنے کے لیے۔ یا یوں سمجھ لیں کہ غیبت دراصل زبان کی شہوت ہے۔ بسا اوقات غیر ضروری اور لایعنی گفتگو کرتے رہنے کی عادت بھی غیبت میں ڈھل جاتی ہے۔ کیونکہ موضوعِ گفتگو تو بہر حال چلتے ہی رہنا چاہیے نا......!

بہتر یہ ہے کہ ہم رمضان میں اپنی یہ عادت بنائیں کہ کوئی لایعنی بات زبان سے نہیں نکالنی، دوسرے لفظوں میں ہمیں تقلیلِ کلام کو اپنانا ہو گا۔ غیبت دوسرے مسلمان کی غیر موجودگی میں اُس کا ایسا ذکر ہے جو اس کے سامنے کیا جائے تو اسے برا لگے۔ غیبت سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر کیا ہی نہ جائے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری...... آزمائش شرط ہے۔

غیبت تو خیر بہت بڑا گناہ ہے، ہمیں تو بحیثیت مسلمان آفات اللسان کی ہر شکل سے خود کو بچانا چاہیے۔ اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ کم از کم رمضان کی حد تک تو یہ طے کر ہی لیں کہ کم سے کم گفتگو کرنی ہے اور ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالنی جو آخرت کی میزان میں حسنات کے پلڑے میں نہ ڈالی جا سکے۔

غیبت ہی کی طرح ایک دوسری خطرناک بیماری جس کی طرف آج کل کے معاشرے میں بہت کم دھیان دیا جاتا ہے، وہ ہے بد نظری۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بری بلا سے بچائے۔ بد نظری چاہے دانستہ ہو رہی ہو یا نادانستہ طور پر، بہر حال بعض اوقات نیک لوگ بھی یا یوں کہہ لیں کہ بظاہر متشرع وضع رکھنے والے بھی اس روگ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس سے بچنے کا حقیقی نسخہ تو یہی ہے کہ آدمی محض اتنا تصور کرلے کہ جب میں بد نظری کے گناہ سے اپنی آنکھیں گندی کر رہا ہوں، تو کیا آخرت میں انہی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو سکوں گا۔ سبحان اللہ! کہاں یہ فانی حسن اور کہاں جمالِ الٰہی!

یہ بات تو شاید آپ نے کہیں پڑھی ہو گی کہ محرمات کی طرف دیکھنے سے اجتناب کرنے والے کو عبادات میں حلاوت نصیب ہوتی ہے۔ کاش لوگ نگاہوں کی چوری کرتے ہوئے اتنا سوچ لیں کہ کیا وہ اپنے والدین کے سامنے ایسی حرکت کرسکتے ہیں؟ اور یقیناً کوئی حیادار آدمی ایسا نہیں کرسکتا۔ تو پھر اس رب کریم سے حیا کیوں نہیں آتی؟ بہر حال بد نظری سے بچا جاسکتا ہے، بازاروں میں اپنی آمد و رفت کم سے کم کرکے اور (ہر قسم کے) غیر محرموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اجتناب کرکے۔ کوشش کریں کہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ اوقات مسجد میں گزاریں یا پھر اہلُ اللہ، بزرگ صالحین کی صحبت میں۔ اور چونکہ رمضان، شہرِ قرآن ہے، لہٰذا اسے قرآن مجید ہی کی معیت میں گزارا جائے۔

یاد رکھیں! اس وقت دنیا میں دینِ حق پر حقیقتاً عمل کرنے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں اور حقیقی اہلِ ایمان 'غرباء' ہو چکے ہیں، ان میں سے بھی اَغْرَبُ الْغُرَبَاء وہ ہیں جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر راہ جہاد میں گامزن ہیں۔ اور ہم یہی چاہ رہے ہیں کہ ہمارا شمار بھی اسی طائفہ منصورہ میں سے ہو جائے۔ بنابریں ہمارے لیے اشد ضروری ہے کہ اپنے شب و روز قرآن کے سائے میں گزاریں۔ مسلمان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ اس لیے رمضان المبارک میں ہم اپنے معمولات کو بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں۔ ایک ایسا مہینہ جب نوافل، فرض کے درجے میں اور فرائض کا اجر ستر گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے تو پھر کون بد نصیب ہے جو رحمت باری سے محروم ہونا چاہے گا۔

؏ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

چنانچہ دن بھر کے معمولات کی ترتیب بنا کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تفصیلی منصوبہ بندی تو ہر بھائی اور بہن اپنے حالات کی مناسبت سے کرسکتے ہیں لیکن ایک سرسری خاکہ پیش خدمت ہے:

قیام اللیل:

رمضان میں قیام اللیل عام دنوں سے زیادہ آسان بھی ہے اور زیادہ فضیلت والا بھی۔ اگر کوئی ہمت پاتا ہو تو رات کا تیسرا پہر افضل وقت ہے۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ سحری سے کچھ دیر پہلے اٹھ کر آٹھ نوافل ادا کر لیے جائیں۔ قیام اللیل میں قرآن کی تلاوت کا لطف تو وہی جانتا ہے جسے اس کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جتنی سورتیں زبانی یاد ہیں پڑھ ڈالیے۔ جتنا پڑھیں، تدبر کے ساتھ اور اس احساس کے ساتھ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہو رہا ہے۔ کیا خبر کہ اس عمل کی برکت سے ہم بھی 'وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ' والوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

لیکن قیام اللیل پر عامل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تراویح سے فارغ ہونے کے بعد بلا تاخیر سو جائیں۔ اگر عام دنوں میں ہم عشاء کے بعد بھی تا دیر جاگنے کے عادی ہیں، لیکن خدارا! کم از کم رمضان میں ہی اس 'خلافِ سنت' عادت کو ترک کر دیا جائے۔ اور اس طرح فجر کے بعد سونے کی عادت کو بھی جبراً چھوڑ دیا جائے۔ اور آرام کرنا ضروری ہو بھی تو اشراق کے نوافل پڑھنے کے بعد کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔

اذکار مسنونہ:

نمازِ فجر کے فوراً بعد اٹھ جانے کی بجائے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے صبح کے مسنون اذکار کا ورد کر لیا جائے۔ اس حوالے سے 'حِصنُ المسلم' اور 'علیکم بِسُنَّتِی' میں موجود اذکار کی ترتیب مفید پائی گئی ہے۔ نیز اگر 'مناجات مقبول' کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر لیا جائے تو سونے پہ سہاگہ ہو گا۔

صبح کے اذکار کا وقت سورج نکلنے سے پہلے اور شام کے اذکار عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک مسنون ہیں۔ اذکار مسنونہ کا ورد اپنی عادت بنالیں۔ نیز رمضان چونکہ شہرِ قرآن ہے لہٰذا کم از کم ایک پارے کی تلاوت ضرور کریں۔ ہو سکتا ہے کہ آغاز میں طبیعت کو آمادہ کرنے میں دشواری پیش آئے لیکن یاد رکھیں کہ 'اب نہیں تو کبھی نہیں'۔ ہمارے اکابر اور اسلاف رمضان میں بہت زیادہ تلاوت فرماتے تھے۔ اگر ممکن ہو تو کیسٹ وغیرہ سے اچھے قراء کی تلاوت اور اللہ والوں کے بیانات سننے کا بھی اہتمام کیا جاسکتا ہے۔

سنن رواتب:

سورج طلوع ہونے کے بعد کم از کم دو رکعت اشراق کے نوافل ادا کریں۔ اسی طرح کوشش کریں کہ وہ سنتیں جنہیں چھوٹے ایک مدت گزر گئی ہے، انہیں از سر نو زندہ کیا جائے، مثلاً تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد اور نمازِ عصر کی چار سنتیں۔

(نوٹ: نماز عصر کی چار سنتوں کے حوالے سے ایک فضلیت والی حدیث نظر سے گزری ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ اس پر رحم فرمائے جو نمازِ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے۔ اسی روایت کو ابو داود اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے رحم کی دعا کی ہے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتا ہے۔ آپ خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرد کے لیے دعا کر رہے ہیں تو وہ رد کیسے ہو سکتی ہے۔)

ذکر الٰہی:

ہماری سابقہ زندگی کی تعلیم و تربیت میں چونکہ ایک فرد میں خود اعتمادی پیدا کرنے پر بہت زور دیا جاتا رہا ہے لہٰذا اس کے اثرات یہ ہوئے ہیں کہ ہم دنیا بھر کے موضوعات پر بے تکان بولے چلے جاتے ہیں۔ تقلیل کلام کے ذریعے اس چیز پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ لیکن تقلیل کلام سے مقصود یہ نہیں کہ زبان پر تالا لگا کر بیٹھ جائیں بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ ہماری زبان ہمہ وقت، ذکرِ الٰہی سے تر رہے۔ جتنی مسنون دعائیں منقول ہیں ان کا ورد اٹھتے بیٹھتے جاری رکھیں۔ ممکن ہے شروع میں تصنع کا خیال آئے لیکن اس وسوسۂ شیطانی کو دل سے جھٹک کر اپنا معمول جاری رکھیں۔ اگر کچھ تصنع ہوا بھی تو ان شاء اللہ خود بخود ڈھل جائے گا۔ البتہ یہ دھیان میں رہے کہ جہراً ذکر کی بجائے سراً ذکر بہتر ہے۔

سورہ کہف کی تلاوت:

جمعۃ المبارک کے دن سورہ کہف کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں اور جمعے کے دن عصر کے بعد کی گھڑیاں قبولیتِ دعا کے لیے بہت اہم ہیں، حدیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے۔ لہٰذا ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے اللہ کے حضور خوب دعائیں کریں۔

مطالعہ سیرت النبی ﷺ:

تزکیۂ نفس کے حوالے سے بنیادی بات یہ ہے کہ اپنے انفرادی اور اجتماعی اعمال سیرت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھل جائیں لہٰذا اس غرض کے لیے کتب سیرت، مثلاً زاد المعاد، سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ شروع کر دیں۔

حیاۃ الصحابہؓ سے استفادہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مبارک اور خوش قسمت ہستیاں ہیں جن کی تربیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اُن کی زندگیوں کو اپنی زندگی میں اپنانے کی نیت سے 'حیاۃ الصحابہؓ' کی تعلیم اگر گھروں اور مراکز میں ہو سکے تو اُس کے بہت مفید اثرات عملی زندگی میں سامنے آتے ہیں۔

محاسبۂ نفس:

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا......روزانہ سونے سے پہلے کچھ دیر کے لیے اپنے دن بھر کے معمولات کا محاسبہ کریں۔

کثرت دعا:

ان سارے معمولات کے باوجود، قبولیت اخلاص سے مشروط ہے، لہٰذا اخلاص کی دعا ضرور کریں۔ ہم اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں۔ ان مبارک ساعتوں میں بار بار اس کا در کھٹکھٹائیں۔ بالخصوص رات کے پچھلے پہر اور بوقت افطار کی جانے والی دعائیں مقبول ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ سے اپنی، اپنے والدین، عزیز و اقارب اور امت مسلمہ کے لیے عفو و عافیت کا سوال کریں۔ سعادت مندی کی زندگی اور شہادت کی موت طلب کریں۔ مجاہدین اسلام کی نصرت اور کامیابی کے لیے خصوصی دعائیں کریں، یہ بھی ان کی مدد ہے۔ قنوت نازلہ پڑھیں اور بالخصوص اپنے قیدی بھائیوں اور بہنوں کی قید سے رہائی کے لیے نہایت الحاح و زاری سے دعائیں مانگیں۔ قیدیوں کو چھڑوانے میں تساہل کر کے ہم بحیثیت مجموعی جس گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اس پہ رو رو کر اللہ کے حضور معذرت پیش کریں۔ مجاہدین کی قیادت کے حق میں صبر و استقامت کی دعا کریں۔ امت مسلمہ کے سروں پر مسلط غاصب کفار اور طواغیت کی ہلاکت اور بربادی کی دعا کریں۔

انفاق فی سبیل اللہ:

مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے اپنی ذاتی جیب سے 'نصرت فنڈ' قائم کریں۔ اس سلسلے میں ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے گھروں میں ایک ڈبہ رکھ لیں اور روزانہ اس میں کچھ نہ کچھ ڈالتے رہیں۔ اسی طرح دیگر ساتھیوں اور اہل خیر کو بھی 'انفاق فی سبیل اللہ' پر ابھاریں۔ محاذوں پر موجود مجاہدین بھائیوں تک ضروری سامان پہنچانا ہمارا فرض ہے۔

ترک تعیش:

راہِ جہاد اور تعیش میں باہم ضد واقع ہوئی ہے۔ عیش کوشی اور سہولیات کے عادی افراد راہِ جہاد کے مسافر نہیں بن سکتے۔ وہاں تو ایسے رجال کی ضرورت ہے جو رھبان باللیل اور فرسان بالنھار ہوں۔ چنانچہ رمضان کو غنیمت جان کر اپنی زندگی میں سے ان چیزوں کو آہستہ آہستہ خارج کرتے جائیں جو اگرچہ مباح ہی کیوں نہ ہوں لیکن ان سے آرام طلبی اور عیش پسندی کی بو آتی ہو۔ اس حوالے سے دو حدیثیں یاد رکھیں۔

کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل

''دنیا میں اس طرح رہو گویا تم پردیسی ہو یا مسافر۔''

اور

الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر

(باقی صفحہ نمبر 27 پر)

اجنبی ــــــ کل اور آج

الشیخ المجاہد انجنیئر احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

الشیخ المجاہد احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر ’اجنبی ــــــ کل اور آج‘، آنکھوں کو رلاتی، دلوں کو نرماتی، گرماتی، آسان و سہل انداز میں فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیتِ جہاد اور اقامتِ دین (گھر تا ایوانِ حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈٹے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللھم ارزقنا شہادۃ في سبیلک واجعل موتنا في بلد رسولک صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ!)۔ ایمان کو جِلا بخشتی یہ تحریر مجلہ ’نوائے غزوۂ ہند‘ میں قسط وار شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَ الصَّالِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ غَرِیْبًا فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ۔“ (مسلم، کتاب الایمان)

”اسلام کی ابتدا اس حال میں ہوئی کہ یہ اجنبی (نامانوس) تھا اور عنقریب یہ پھر اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جس طرح شروع میں تھا، پس بھلائی کی خوشخبری ہے اجنبیوں کے لیے۔“

اسلام اور اہلِ اسلام کے ماضی و مستقبل کے بارے میں یہ الفاظ آج سے قریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے اُس مبارک دہن سے ادا ہوئے تھے، سننے والوں نے جس سے حق کے سوا کبھی کچھ نہ سنا تھا۔ دل و جاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔

یہ غرباء ــــــ اجنبی مسافر کون تھے؟ کیا چاہتے تھے؟ اور اپنوں ہی میں انجان کیوں بن گئے تھے؟

تاریخ کے اوراق ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ وہ لوگ تھے جو جاہلیت کے اُس سمندر میں اپنے ساحلِ مراد کو، اپنے ربّ کی حقیقی معرفت کو پا گئے تھے۔ یہ جان گئے تھے کہ ایک اللہ کی عبادت کے سوا زندگی کا کوئی اور مقصد نہیں۔ عبادت اس ذات کی، جس نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا ہے، جو مسلسل ہمارا امتحان لے رہا ہے اور جس کی طرف ہمیں بالآخر لوٹ کر جانا ہے۔ یہ یقین اتنا پختہ تھا کہ سوچ کے ہر زاویے پر، پسند و ناپسند کے ہر معیار پر، ترجیحات کی ہر ترتیب پر، انداز و عمل کی تمام باریکیوں پر، حتیٰ کہ چہروں، ملبوسات اور کھانے پینے کے آداب تک پر اس عقیدے کا ایک گہرا رنگ جم گیا تھا:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (سورۃ البقرۃ:۱۳۸)

”(ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کر لیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔“

دینِ فطرت کا یہ رنگ، نورِ ہدایت کی یہ کرنیں وحی کے اسی منبع سے پھوٹی تھیں، اپنے زمانے میں جس سے تاریخِ انسانی کی عالی مرتبت ہستیوں ــــــ نوح و ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے روشنی سمیٹی تھی اور دنیا والوں میں بانٹ دی تھی۔ اب اسی سلسلۂ ذہب کی آخری کڑی سراجِ منیر کی صورت میں، آنکھوں کی ٹھنڈک اور آرام جاں بن کر انؐ کے درمیان تھی۔ زہے نصیب اے اجنبیوؓ ــــــ زہے نصیب!

ان غرباء نے اللہ کو اس طور اپنا ربّ مانا کہ پھر اپنی ہر چیز کے ساتھ اپنے مالک کے سامنے تسلیم ہو گئے۔ اسلام کے دین ہونے پر راضی وہ اس انداز سے ہوئے کہ آسمان سے بار بار ان کے لیے یہ پیغام اترا ــــــ کہ تمہارا ربّ تم سے راضی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کے اقرار کا عالم یہ تھا کہ ظاہر و باطن کی کوئی ادا ایسی نہ رہی جو اپنے محبوبؐ کے نمونے پر ڈھل نہ گئی ہو۔ ایسا کیوں نہ ہوتا؟ یہی تو وہ ہستی تھی جس کی دائمی صحبت میں رہنے کے خواب وہ ہمیشہ دیکھتے تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ اگر آج اپنے اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں مان لیں گے تو کل آخرت میں نبیؐ کے ساتھ جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو گی کہ جس کا تصور، ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنا ہوا یہ انسان کر سکتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (سورۃ النساء:۶۹)

”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ (روزِ قیامت) اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ بہترین رفیق ہیں۔“

جو شکستہ نہ ہو ایسا گھر چاہیے!

یہ اطاعت بالیقین ایسی تھی کہ آرزوؤں کا ہر وہ محل، جس کی جبین پر ’علیٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ‘ نہ لکھا ہوتا، اس کی زد میں آ کر تباہ ہو جاتا تھا۔ یہ صرف ان کے ذوق کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ ایمان کی بنیاد بھی تھی:

”لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ“ (رواه البغوي في شرح السنة)

”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس (شریعت) کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔“

دلوں کی جب دنیا بدلتی ہے تو نگاہوں کے زاویے بھی بدل جاتے ہیں۔ اور جب نگاہ ٹھیک سے دیکھنے لگے تو دنیا___ جو ہے وہی نظر آتی ہے! ’دنیا‘ کو اس کے صحیح مقام پر رکھے بغیر بھلا اپنے ربّ کو، اپنے دین کو اور اپنے رسول کے مقام کو آج تک کسی نے پہچانا ہے؟ نہیں___ کبھی نہیں! اگر ایسا ہو سکتا تو انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں حبّ دنیا کے ترک اور فکرِ آخرت کے اختیار پر اتنا زور ہرگز نہ دیا جاتا۔ چنانچہ ان مسافروں کو بھی یہ بتایا گیا کہ: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ، ”دنیا کی یہ زندگی دھوکے کے سامان کے سوا اور کچھ نہیں“۔ پھر اس حقیقت کے تقاضے کے طور پر انہیں سمجھایا گیا (اور وہ سمجھ بھی گئے) کہ: ”كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ“ (البخاري، کتاب الرّقاق) ”اس دنیا میں بس ایسے ہو جاؤ گویا کہ تم (اپنے وطن سے دور) ایک اجنبی ہو یا راہ چلتے مسافر“۔ اب ان مسافروں کے دل بھلا راستوں میں کہاں لگنے تھے؟ یہ تو بس اپنے آخری گھر میں اٹکے رہتے تھے، چنانچہ جب ان کی سفری کیفیت اور گھروں کی حالت دیکھ کر کوئی حیران ہوتا تو وہ صاف کہہ دیتے تھے ”وہاں آخرت میں ہمارا ایک گھر ہے ہم اپنے اچھے اور بیش قیمت سامان وہیں بھیج دیتے ہیں“۔ یہ جواب دینے والے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے، اسی قافلۂ غرباء کے ایک معزز شریک!

مسافروں سے جھلکتا ہے منزلوں کا یقیں

لیکن اس کم سامانی کے باوجود بھی وہ اپنے سفر کے حقیقی سامان سے کبھی غافل نہ رہے۔ دلوں میں یہ یقین بیٹھ چکا تھا کہ: فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (سورۃ البقرۃ: ۱۹۷) ”پس بے شک سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے“___ لہٰذا تقویٰ کے اس توشے کو ساتھ لے کر انہوں نے اپنے ابدی گھر کی طرف چلنا نہیں دوڑنا شروع کر دیا۔ منزل بہت واضح تھی، اور جب منزل واضح ہو تو پھر تردّد کیسا؟

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ آلِ عمران: ۱۳۳)

”اور دوڑو اپنے ربّ کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

سعادت کی اس شاہراہ پر وہ ایسی احتیاط سے آگے بڑھے گویا اس دنیا ہی میں پُلِ صراط پر چل رہے ہیں کہ ذرا سا بھی قدم اِدھر اُدھر ہوا تو منزل کھوٹی ہو جائے گی۔ زبانوں نے جھوٹ بولنا، ہاتھوں نے ظلم کرنا، آنکھوں نے خیانت کرنا، کانوں نے بے جا سننا، ذہنوں نے برا سوچنا اور دلوں نے بغض اور کینہ رکھنا چھوڑ دیا۔ اس کی جگہ عدل و احسان، صلہ رحمی، عفو و درگزر، الفت و غمگساری اور ایثار جیسے کریمانہ اخلاق نے لے لی۔ ہر عمل سے پہلے یہ دیکھنا کہ ”شریعت میں اس کا کیا مقام ہے؟“ اور تمام حالات میں یہ سوچنا کہ ”اس موقع اور وقت کا حکم کیا ہے؟“___ یہ بات ان کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ ادنیٰ نیکیوں کو بھی وہ حقیر نہ جانتے تھے اور حقیر سمجھی جانے والی برائیوں کو اپنے حق میں ہلاکت آفرین سمجھتے تھے۔ زندگی کا ہر لمحہ عبادت سمجھ کر گزارتے تھے اور اس عبادت کی کیفیت بھی ایسی ہوتی جیسی انہیںؐ سکھائی گئی تھی: ”......اَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ“ (مسلم، کتاب الایمان) ”کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگرچہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو (خیال رکھو کہ) وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے“۔ اخلاص کا عالم یہ تھا کہ اپنی نیکیوں کو، ریا کے ڈر سے ایسے چھپاتے تھے جیسے لوگ اپنی برائیاں چھپاتے ہیں۔ ایسا تھا ان کا تقویٰ اور یونہی وہ گناہوں اور جہنم کے عذاب سے ڈرتے بچتے دوڑتے رہے۔ اس دن کے خوف سے جو ہم سب پر آنا ہے، جس دن دل پاش پاش ہو جائیں گے، لیکن نظر بہت تیز ہو جائے گی، اپنا ماضی اور مستقبل صاف دکھائی دے گا کہ___ کیا تھا اور کیا ہونے والا ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ (سورۃ الاعراف: ۸-۹)

”اور اس روز (اعمال کا) تلنا برحق ہے، تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہیں اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، بسبب اس کے کہ ہماری آیات کی حق تلفی کرتے تھے۔“

اپنی نیکیوں کے عوض___ آخرت سے پہلے، اس دنیا میں بھی___ وہ عرش و کرسی کے مالک سے ایک ایسی دولت لے کر اپنی جھولی میں بھرتے تھے کہ ساری دنیا کے بازار بھی جس کی قیمت چکانے سے عاجز ہیں۔ ایسی متاعِ بے بہا کہ اگر کوئی ہفت اقلیم کی سلطنت کے عوض بھی اسے خریدنا چاہے تو نہیں ملتی۔ اور اگر کبھی مل جائے تو دو پھٹی پرانی چادروں میں ملبوس کسی شخص کے پاس بھی اتنی کثرت سے ہوتی ہے کہ اگر وہ اللہ کے اعتماد پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھے

تو" لَابَرَّهٗ"___ اللہ ضرور ہی اس کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ یہ دولت 'ایمان' کی دولت تھی اور اس کی وہاں فراوانی تھی۔ ایمان___ جو چھن جائے تو زندگی موت ہے، جو داؤ پر لگ جائے تو کوئی نفع، نفع نہیں، کوئی خوشی، خوشی نہیں! ایمان___ جو ہر نیکی سے بڑھتا ہے اور ہر بدی سے گھٹ جاتا ہے! ایمان جسے ہمیشہ تازگی کی ضرورت رہتی ہے! یہ ایمان کبھی خود ان کے لیے بھی اجنبی تھا، لیکن اب وہ اس کا منبعِ نور پہچان چکے تھے:

وَ اِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ(سورۃ الانفال:۲)

"اور جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔"

ان آیات کو سیکھنے سکھانے کے لیے وہ کبھی ارقمؓ کے گھر میں چھپ کے بیٹھے، کبھی صفہ کے آنگن میں اترے اور کبھی مسجدِ نبویؐ کے حلقوں میں اکٹھے ہوئے۔ یہاں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفس اور کتاب و حکمت کی تعلیم اور عمل کا ایک ایسا نصاب و نظام ملا، جس نے انہیں متقین کا امام بنا دیا۔ آج اگر دنیا میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اس کا ذریعہ یہی پاکیزہ لوگ بنے جو کل اپنی زندگیوں کو اس پیغام کی تبلیغ___ اور اپنی جانوں کو اس کی حفاظت کی خاطر قربان کر گئے۔

شرفِ صحابیت سے فیضیاب ان ہستیوں کا ایمان جتنا بلند تھا، اسی قدر شدید محبت انہیں اپنے اللہ سے تھی۔ یوں تو یہ محبت ہر مومن کا خاصہ ہے :وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ(سورۃ البقرۃ:۱۶۵) "اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں" لیکن وہاں اس کا رنگ ہی جدا تھا۔ جسؐ نے انہیں ایمان کی دعوت دی تھی، اس نے آدابِ محبت بھی سکھائے تھے:"رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّارًا، لَكَ ذَكَّارًا، لَكَ رَهَّابًا، لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا، اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُنِيْبًا"(الترمذي، کتاب الدعوات عن رسول اللہﷺ) "میرے مالک، مجھے اپنا خوب شکر کرنے والا، خوب ذکر کرنے والا، خوب ڈرنے والا، بہت فرمانبردار، اپنے آگے جھکنے والا اور خوب آہیں بھرتے ہوئے اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا دے"۔ خود داعیؐ کی محبت و رفاقت کے خواب بھی دعاؤں کے قالب میں ڈھلتے رہتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ"(احمد۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ موقوفًا) "اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو کبھی واپس نہ پھرے، اور ایسی خوشحالی اور آرام جو کبھی ختم نہ ہو، اور ہمیشہ کی جنت کے بلند ترین درجے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور رفاقت مانگتا ہوں"۔ سچی بات یہ ہے کہ حلاوتِ ایمانی کی حرص کے سبب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم انؓ کے لیے ہر ماسوا سے زیادہ محبوب بن گئے تھے۔

حالات جیسے بھی رہے، دلوں میں پیوست یہ محبت کبھی کمزور نہ ہوئی کہ اس کا محل بہت مضبوط بنیادوں پر قائم تھا! دل، جو محبت کا محل ہے___ آنکھ اور کان جو اس محل کی راہداریاں ہیں، ان سب کی حفاظت وہ کرنا جانتے تھے :اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَـكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا(سورۃ الفاطر:۶) "بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن ہی جاننا۔"

طبعاً بے تکلف اور خوش مزاج تھے لیکن سنجیدگی ایسی تھی کہ مالک کی یاد اور اس سے منسوب چیزوں کو چھوڑ کر___ غیر ضروری باتوں میں منہمک ہو جانا انہیںؓ قطعاً پسند نہ تھا۔ اسی کی انہیں ہدایت کی گئی تھی:

"لَا تُكْثِرِالْكَلَامَ بِغَيْرِذِكْرِاللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَالْكَلَامِ بِغَيْرِذِكْرِاللّٰهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيْ."(الترمذي، ابواب الزھد)

"اللہ کے ذکر کے سوا دوسری باتوں کی کثرت سے بچو، اس لیے کہ یقیناً ذکرِ الٰہی کے سوا کثرتِ کلام دل کی سختی کا سبب ہے اور بے شک لوگوں میں سے اللہ سے سب سے زیادہ دُور سخت دل والا ہوتا ہے۔"

ایک طرف فرائض کی پابندی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع___ اور ساتھ میں تقویٰ و احسان، محبت و ذکرِ الٰہی، انابت الی اللہ، صبر و توکل، تسلیم و رضا، قناعت و شکر اور ایسی دیگر ایمانی صفات نے انہیںؓ ایسا بنا دیا تھا کہ آج پندرہویں صدی ہجری میں ہمارے لیے انؓ کی شخصیت اور مزاج کا کماحقہٗ تصور بھی غالباً ممکن نہ ہو، یا اگر ممکن ہو تو شاید "قابلِ فہم" نہ ہو! تبع تابعین میں سے ایک شخص نے حضرت سفیان ثوریؒ سے کہا:"صحابہؓ اور ہماری کیا نسبت ہے؟" فرمایا:"اگر تم ان کو دیکھتے تو دیوانہ سمجھتے اور اگر وہ تم کو دیکھیں تو کافر و منافق سمجھیں اور تمہارے سلام کا جواب دینے کے روادار نہ ہوں"۔(تاریخ دعوت و عزیمت از ندویؒ:۱/۱۲۲)

ایک اور محرمِ حال نے ان صحابہؓ کے بارے میں کچھ یوں گواہی دی:"کہاں ہیں وہ گروہ جنہیں اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ اسے قبول کر لیتے تھے؟ وہ قرآن کو پڑھتے تھے اور اپنے اعتقادات کو اس کے ساتھ مضبوط کرتے تھے۔ جہاد کے لیے برانگیختہ ہوتے تھے۔ (اللہ کے خوف سے) روتے روتے ان کی آنکھیں تباہ ہو گئی تھیں۔ ان کے شکم روزہ رکھتے رکھتے لاغر ہو گئے تھے، دعائیں کرتے کرتے ان کے ہونٹ سوکھ گئے تھے۔ شب بیداریوں سے ان پر زردیاں چھا گئی تھیں۔ سجدوں کا غبار ان کے چہروں پر موجود رہتا تھا۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے جو چلے گئے"۔

غرباء کے حق میں یہ گواہی دینے والے خود اسی قافلے کے اوّلین شرکاء میں سے ایک___ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

اے کاش یہ بچ جائیں جہنّم کی آگ سے

آخرت کی یہ حرص اپنی اپنی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ یہ تو وہ درد تھا جو صبح و شام دنیا والوں میں بانٹا جاتا تھا___ کاش بستیوں والے جہنّم کی آگ سے بچ جائیں! اے کاش کہ بات ان کی سمجھ میں آ جائے! کیسے ممکن ہو کہ انہیں جنت کے راستے پر ڈال دیا جائے؟ ”یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ“___ دن یا دن کے کچھ حصے کے اندر کیا کچھ نہ ہو جائے گا؟ جہنم انسانوں سے بھر دی جائے گی، جنت متقین کے قریب لے آئی جائے گی، کچھ بھی دور نہ ہو گی، ”یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ“ کاش میری قوم کو معلوم ہو جاتا! کچھ اسی لب ولہجے میں، ٹوٹے دلوں اور برستی آنکھوں کے ساتھ یہ مصلحین اپنے لوگوں کو سمجھاتے رہے۔ بتاتے رہے کہ دیکھو ہم تمہیں ایک اللہ کا بندہ بنا کر، دنیا کی تنگنائیوں سے نکال کر، آخرت کی وسعتوں میں پہنچانا چاہتے ہیں۔ قبر کی آزمائش اور پھر ایک سخت دن کے عذاب سے بچا کر ایسے گھر (جناتِ عدن) کی راہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے ربّ نے جس کے بارے میں اپنے نبیؐ کے ذریعے ہم سے یہ سچے وعدے کر رکھے ہیں:

”اَعۡدَدۡتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيۡنَ مَا لَا عَيۡنٌ رَأَتۡ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتۡ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلۡبِ بَشَرٍ، فَاقۡرَؤُا اِنۡ شِئۡتُمۡ ’فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡيُنٍ‘(سورة السجدة:۱۷).“ (البخاري، کتاب بدء الخلق)

”میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، کسی کان نے نہیں سُنیں اور نہ کسی آدمی کے خیال میں وہ گزریں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ’کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے‘۔“

دعوت و اصلاح کا کام انہوںؓ نے جس سوزِ دل اور خیر خواہی کے جذبے سے کیا وہ انہیںؓ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تعلیم میں ملا تھا۔ آپؐ کی دعوت کی تڑپ، اور صحبت کی تاثیر کا عالم یہ ہوتا تھا کہ صبح کو ایک شخص محض اپنی دنیا بنانے کے خیال سے آپؐ کے پاس آتا مگر شام نہ گزرتی کہ اس آدمی کی محبوب ترین چیز اس کا دین ہوتی تھی۔ آپ ایسے داعیؐ، ایسے محسنؐ تھے جو فرماتے تھے:

((اِنَّمَا مَثَلِیۡ وَمَثَلُ اُمَّتِیۡ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسۡتَوۡقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الدَّوَابُّ وَالۡفَرَاشُ يَقَعۡنَ فِيۡهِ، فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَقَحَّمُوۡنَ فِيۡهِ))

(مسلم، کتاب الفضائل)

”بے شک میری مثال اور میری امت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ جلائی، تو حشرات اور پتنگے اس میں گرنے لگے، پس میں (اسی طرح) تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑے ہوئے ہوں (اور آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں) مگر تم ہو کہ اس میں گھسے جا رہے ہو۔“

لیکن اس قدر بے لوثی اور خیر خواہی کے باوجود بھی تھے تو یہ اجنبی ہی___ اس لیے جواباً انگاروں پر لٹائے گئے، کانٹوں پر چلائے گئے، گلیوں میں گھسیٹے اور دھوپوں میں جلائے گئے اور جلتی سلاخوں تک سے انہیں داغا گیا۔ ایسے میں یہ بے حال تو ہوئے لیکن بے یقین کبھی نہیں رہے، دُکھی تو ہوئے لیکن اطمینان کی دولت بھی صرف انہی کے حصے میں آئی۔ ایسے داعی اور ایسے مصلح دنیا والوں کے نصیب میں پھر کہاں؟

دلوں میں جل اُٹھے یہ کس کی محبت کے چراغ؟

ان کٹنے پٹنے والوں کے پاس ”حق“ تھا جو کبھی فنا نہیں ہوتا، جب کہ دوسری طرف دنیا پرستوں کی ساری عمارت ”باطل“ پر قائم تھی جس کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ اُدھر سے ستم کی ہر رُت آئی اور گزر گئی لیکن اِدھر چراغ سے چراغ جلتے گئے اور ایمان کی روشنی پھیلتی گئی۔ بالآخر صبر جیت گیا اور ظلمت ہار گئی، اخلاص کو فتح ملی اور دنیا پرستی مغلوب ہو گئی۔ شکستہ دلوں سے نکلنے والی دعاؤں، اور اخلاص وبے غرضی سے دی جانے والی دعوت نے کتنی ہی سنگلاخ چٹانوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ اب یہ اجنبی، اجنبی نہ رہے بلکہ ایسے بہت سے دلوں کے مکین بن گئے جن کے دروازے کل تک ان پر بند تھے، اسی کا ان سے وعدہ تھا:

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا(سورة مریم:۹۶)

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے عنقریب رحمن ان کے لیے (دلوں میں) محبت پیدا فرما دے گا۔“

وقت کی سعید روحوں نے اپنے خیر خواہوں کو پہچان لیا تھا۔ اللہ عزوجل کی سنّت یہی ہے کہ تاریخ کے ایسے ہر دور میں اہلِ سعادت اپنے محسنوں کو پہچان لیتے ہیں۔

اللہ کو اپنے سے محبت کرنے والے لوگ اتنے پسند ہوتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ ان کے درجے بڑھانے اور خطائیں مٹانے کے لیے انہیں آزمائشوں سے ہلا مارتا ہے تو دوسری طرف وہ انہیں زمانے کے سلیم الفطرت لوگوں کا بھی محبوب بنا دیتا ہے۔ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مُصعب بن سعدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

((قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: ”اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ؛ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ، فَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ، وَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلٰى قَدْرِ دِيْنِهٖ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِحَتّٰى يَتْرُكَهٗ يَمْشِيْ عَلَى الْاَرْضِ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ))(الترمذي، ابواب الزهد)

”میں نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کن لوگوں پر سب سے زیادہ آزمائشیں آتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: انبیاءؑ پر۔ پھر درجہ بدرجہ جو جتنا عالی مرتبہ ہوتا ہے (اتنی ہی شدید اس کی آزمائش ہوتی ہے) آدمی کو اپنی دینداری کے مطابق ہی آزمایا جاتا ہے۔ پس اگر اس کی وابستگی دین سے مضبوط ہوگی، تو آزمائش بھی اتنی ہی سخت ہو جائے گی۔ اور اگر اس کی دین سے وابستگی کمزور ہوگی تو بس اسی قدر اس کی آزمائش ہوگی۔ پس اس طرح مصیبت ہمیشہ بندے کے ساتھ (چمٹی) رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اسے زمین پر اس حال میں چلتا ہوا چھوڑتی ہے کہ اس کے ذمے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔“

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے بارے میں نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوشخبری بھی موجود ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا،دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ :اِنِّيْ اُحِبُّ فُلاَ نًا فَاَحِبَّهٗ)) قَالَ:((فَيُحِبُّهٗ جِبْرِيْلُ، ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ : اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلاَ نًا فَاَحِبُّوْهُ،فَيُحِبُّهٗ اَہْلُ السَّمَآءِ)) قَالَ: ((ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ،وَ اِذَا اَ بْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ اُبْغِضُ فُلاَ نًا فَاَبْغِضْهُ))،قَالَ ((فَيُبْغِضُهٗ جِبْرِيْلُ،ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَہْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلاَ نًا فَاَبْغِضُوْهُ)) قَالَ:((فَيُبْغِضُوْنَهٗ، ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْاَرْضِ)) (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب)

”بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر جبریلؑ اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد زمین والوں میں اس کے لیے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دشمنی رکھتا ہے تو جبریلؑ کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں کا دشمن ہوں، تو بھی اس کا دشمن ہو پھر وہ بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے دشمنی رکھتا ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو تو وہ بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد زمین والوں میں اس کی دشمنی ڈال دی جاتی ہے۔“

ہاتفِ غیبی اُدھر بھی دلوں میں ایسی ہی منادی کر چکا تھا۔ یہ اعلانِ محبت ایک دن یثرب کی چھوٹی سی بستی میں بھی سنا گیا۔ اُس روز جہاں مکہ کی گلیاں اپنے سے بچھڑنے والوں کے غم میں اداس تھیں تو دوسری طرف مدینے کی فضائیں خوشی کے گیتوں سے مترنم تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہونے والا چاند، جن ستاروں (اور کواکب) کے ساتھ طیبہ میں طلوع ہوا یہ وہی مردوزن تھے جنہیں اپنوں نے دھتکار دیا تھا، لیکن آج انہیں پرایوں میں محبت کرنے والے مل رہے تھے۔ میزبانوں کے دل شکرِ ہدایت سے لبریز تھے کہ مہمان اکیلے نہیں، ایمان کی دعوت کے ساتھ آئے تھے:

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

دلوں میں صرف خدمت کا نہیں بلکہ اس پیغام اور صاحبِ پیغامؐ کی کامل اطاعت کا جذبہ بھی موجزن تھا جس کی خاطر ___ دراصل آنے والے آئے تھے:

اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ مُطَاعٍ

نصرت کرنے والوں نے اہلِ ہجرت کو ایسے ہاتھوں ہاتھ لیا کہ کوئی مہاجر کسی انصاری کے گھر، بغیر قرعہ اندازی کے نہ جاسکا۔ تعلیمِ دین جو تیرہ سال ام القریٰ کے خوش بختوں کے نصیب میں (براہِ راست) رہی مواخات کی برکت سے نئے گھروں میں بھی سرعت کے ساتھ منتقل ہوگئی۔ مسلمان اب ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت تھے۔ نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اللہ پر ایمان رکھنے والی بہترین امت، اظہارِ دین کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکی تھی۔

اس دور میں جہاں شریعت کے دیگر مفصل احکامات جاری ہوئے وہیں کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ (سورۃ البقرۃ:۲۱۶) ”(مسلمانو) تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے“ کی آیاتِ بیّنات بھی نازل ہوئیں، جو اُنؓ پر اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر قتال فرض کر گئیں ___ ایک ایسا حکم جسے کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل ساقط نہیں کر سکے گا۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ کے احکام سننے کے بعد وہ بغیر کسی انتظار اور بہانے کے، (ممکنہ) استطاعت کی (آخری) حد تک اپنی تیاری کرتے رہے ___ قوت اور رباط الخیل کے ذریعے ___ تاکہ اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو دہشت زدہ رکھا جا سکے: تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وہ جان گئے تھے کہ مسلسل ”اعداد“ (تیاری) کا یہ فریضہ ___

(باقی صفحہ نمبر 27 پر)

قرآن مخالف صلیبی صہیونی جنگ اور حاملِ قرآن اُمت کی ذمہ داری

استاد اسامہ محمود

برطانوی وزیر اعظم گلاڈسٹون Gladstone نے ۱۸۸۶ء میں اپنے ہاؤس آف کامنز (ایوانِ زیریں) میں کھڑے ہو کر ایک بیان دیا۔ یہ بیان اہم تھا، اس لیے کہ یہ امت مسلمہ کے خلاف جاری ان کی جنگ کی شرمناک حکمت عملی واضح کر رہا تھا۔ یاد رہے کہ یہ وہ وقت تھا جب برطانیہ عالمِ اسلام کے ایک بڑے حصے پر ابھی براہ راست قابض تھا اور خلافتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے اور اس کی جگہ مشرقِ وسطیٰ میں چھوٹی چھوٹی اپنی غلام بادشاہتیں تشکیل دینے اور عالم اسلام کے قلب قبلہ اول مسجد اقصیٰ کی زمین پر اسرائیل کی یہودی ریاست قائم کرنے کی اپنی شیطانی مہم کا بھی چند سال بعد اس نے آغاز کرنا تھا، گلاڈسٹون نے مصحفِ قرآنی ہاتھ میں اٹھایا اور اراکینِ پارلیمنٹ کے سامنے اسے لہراتے ہوئے کہا:

> ”جب تک یہ کتاب مسلمانوں کے پاس موجود ہو گی، نہ ہم ان پر حکومت کر سکتے ہیں اور نہ ہی خود ہم اپنے ممالک میں کبھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔ یا تو یہ (قرآن) ہمیں ان سے چھیننا ہو گا اور اگر یہ مشکل ہو تو اس کے ساتھ ان کے تعلق کو ہمیں ختم کرنا ہو گا۔“[1]

قرآن عظیم الشان چونکہ وہ رسی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امتِ محمد ﷺ کی نجات کے لیے سات آسمان اوپر سے اتاری ہے اور یہ اللہ کی وہ محفوظ کتاب عظیم ہے جو انسانیت کو ہر شرک، ہر بدی اور ہر ظلم کے خلاف صف بستہ کرتی ہے، اس لیے یہ ہر دور میں اُن بد فطرت لوگوں کے نشانے پر رہی ہے جو دین فطرت کے مقابل کھڑے نفس و شیطان کی بندگی کرتے ہیں۔ مگر یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ اس کتاب کو نہ تو امت مسلمہ سے چھینا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مائی کا لال اس میں تحریف کر سکتا ہے، اس لیے کہ اس کی حفاظت کا وعدہ خود ربِ کائنات نے کیا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا اعلان ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾[2] رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو خوش خبری دی ہے کہ وقت کی کوئی آفت اس کتاب عظیم کو نقصان نہیں پہنچا پائے گی۔ فرمایا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے ”وَأَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ“[3]۔ یہ اس کتابِ عظیم کا پوری دنیا کے سامنے چیلنج ہے جو پچھلے چودہ سو سال سے یہ دیتی آ رہی ہے اور اللہ کے دشمنوں کی خود اپنی تاریخ بھی انہیں بتاتی ہے کہ اس کتاب کو امت مسلمہ سے چھیننے یا اس میں تحریف کرنے کا ہر منصوبہ اور ہر سازش ناکامی کا منہ دیکھ کر خود ان دشمنوں ہی کی رسوائی پر منتج ہوئی ہے۔

حقیقت جب یہ ہے تو پھر مخلوقِ خدا کی گمراہی، ان کے استحصال اور ان پر ظلم روا رکھنے میں ہی جن شیاطین کا مفاد چلا آرہا ہے، ان کے پاس اپنی سرکشی جاری رکھنے کا بس ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو ہی اتنا بگاڑ ڈالا جائے اور اس قدر دین بے زار بنا دیا جائے کہ ان کے دلوں میں قرآن کی محبت اور قدر باقی نہ رہے، نہ وہ اس کے پیغام کو سمجھیں اور نہ ہی اس کے تقاضوں کو پورا کریں، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں فکرِ دنیا کے اسیر و غلام بنا کر، اس حد تک کوتاہ نظر، بلکہ اندھا اور بہرا بنایا جائے کہ پیٹ و شرم گاہ کے تقاضے پورے کرنے کے سوا ان کی زندگی کا کوئی مقصد ہی نہ رہے۔ افسوس ہے کہ اس محاذ پر ہمارا دشمن ناکام نہیں رہا بلکہ اسے کامیابیوں پر کامیابیاں مل رہی ہیں۔ آج نوجوانانِ امت کی ایک بہت بڑی اکثریت زندگی کا مقصد محض روپے پیسے اور لذتِ نفسانی کے حصول کو سمجھتی ہے، ان کی قیمتی زندگی بے مول بن کر انتہائی فضول کاموں میں رُلتے ہوئے گزرتی چلی جاتی ہے اور یہ خیال انہیں چھو کر بھی نہیں گزرتا کہ ان کے رب کے بھی ان سے کچھ مطالبے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی امت کے بھی ان پر کچھ حقوق ہیں اور آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے، پھر اس ایک ایک لمحہ اور ایک ایک نعمت کا پوچھا جائے گا۔

۱۹۳۵ء میں ’القدس‘ کے نام سے صلیبی مبلغین کی عالمی کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے سربراہ صموئیل زویمر نے عالم اسلام میں ’تبلیغی مہمات (مشنری مہمات)‘ انجام دینے والوں کو مخاطب کر کے کہا:

> ”میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ کی محنت سے اب عالم اسلام میں ایک ایسی نسل تیار ہو چکی ہے جس کا اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی وہ اس تعلق کو پہچانتی ہے، بلکہ وہ چاہتی بھی نہیں ہے کہ اس تعلق کو پہچانے۔ آج آپ کی ان کوششوں کا ثمر اس صورت میں نظر آرہا ہے کہ ہم استعمار کو عالم اسلام میں جس پود کی ضرورت تھی وہ اب تیار ہے۔ یہ ایسی نسل ہے کہ جس کے دل و ذہن میں کوئی عظیم مقصد نہیں۔ اسے بس عیاشی اور کاہلی پسند ہے اور یہ دنیا میں اگر کوئی مشقت اٹھاتی بھی ہے تو اس کا مقصد محض شہوات کی تکمیل ہوتا ہے۔ اسی کے لیے یہ تعلیم حاصل کرتی ہے اور اسی کے لیے یہ مال کماتی اور خرچ کرتی ہے۔“[4]

[1] الموسوعة الميسرة في الأديان

[2] ترجمہ: ”ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ (سورۃ الحجر: ۹)

[3] ”اور ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی نہیں دھو پائے گا“ (مسند امام احمد)

[4] طريق الدعوة للسيد قطب

صموئیل زویمر نے سو سال پہلے جس نسل کو تیار ہوتے دیکھ کر خوشی منائی تھی، بعد میں اسی نسل کو عالم اسلام کی زمام کار سونپی گئی۔ یہ حکمران بھی بنے، جرنیل بھی، بیوروکریٹ بھی، قانون دان بھی، ماہرین تعلیم وتربیت بھی اور میڈیا کی 'انڈسٹری' تو ہے ہی ان کی ملکیتِ خاص۔ اس نے پھر اپنے آقاؤں کے اوامر ورہنمائی میں اس اسلام مخالف جنگ کو آگے بڑھایا، مغربی تہذیب کو یہاں رائج کیا اور اسی کے بدلے سندِ حکمرانی، ترقی اور مراعات وصول کیں۔ مقصد اہل ایمان کو ایمان وحیا سے محروم کرنا تھا اور ان کی فطرت بگاڑ کر ایسے 'وھن' میں مبتلا کرنا تھا کہ ان کی نظر پست اور مقاصد بہت حقیر بن جائیں۔ تعلیم ومیڈیا بھی استعمال ہوا، منصب، عہدہ اور پیسہ بھی اور...... بندوق، بارود، ڈنڈا اور جیل بھی۔ برّصغیر سے عالم عرب اور افریقہ تک ہر جگہ کی یہی ایک کہانی ہے، عالم اسلام کا کوئی ایک خطہ ایسا نہیں رہا جہاں اہل اسلام کے خلاف یہ جنگ نہیں لڑی گئی ہو اور آج خال ہی ایسی کوئی زمین یا معاشرہ ہوگا جہاں اس جنگ کا کڑوا پھل امتِ مسلمہ کی غلامی ورسوائی کی صورت میں چکھا نہیں جا رہا ہو۔

یوں تو پورا عالم اسلام ہی کفارِ عالم کی بالواسطہ اور بلاواسطہ جنگ سے چُور چُور ہے مگر مشرق وسطیٰ[1] اس جنگ کا ایک طرح سے مرکز رہا ہے، یہاں چونکہ اسلام کا سورج طلوع ہوا، امتِ توحید کا یہ قلب ہے کہ یہاں اس کے دینی وروحانی مراکز ہیں اور یہاں ہی چونکہ بالآخر اس جنگ کی ہار جیت کا حتمی فیصلہ بھی ہونا ہے، اس لیے ضروری تھا کہ یہاں پر عسکری، سیاسی، تہذیبی اور معاشرتی طور پر ان کا قبضہ مستحکم ہو جائے اور بالآخر ادھر ہی پھر اسلام کی جڑ پر ایسا کاری وار ہو کہ اس امت میں اسلام ہی (نعوذ باللہ) باقی نہ رہے۔

اس جنگ کا ایک مرحلہ خلافت عثمانیہ کو ختم کرنے اور مسجدِ اقصیٰ کی سرزمین پر اسرائیل کے قیام کا تھا، یہ 1948ء میں کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ دوسرا مرحلہ جہاں اسرائیل کی تقویت، استحکام، پھیلاؤ اور مکمل گرفت کا تھا، وہاں ساتھ ہی اس کا اہم ترین ہدف عالمِ عرب کو معاشرتی واخلاقی طور پر اندر سے کھوکھلا کرنا اور عوام کو کسی قسم کی سنجیدہ مزاحمت کے قابل نہ چھوڑنا تھا۔ اس مقصد میں جہاں صہیونی اسرائیل اور صلیبی امریکہ ویورپ سو فیصد ساتھ بلکہ مکمل طور پر ایک تھے اور عسکری، سیاسی اور معاشی طور پر اس نقشے میں رنگ بھر رہے تھے، وہاں ساتھ ہی عالم عرب پر ان کے مسلط کردہ حکمران (جنہیں 'صہیونی عرب' کہنا کوئی مبالغہ نہیں) داخلی طور پر اس شیطانی ایجنڈے کو آگے بڑھا رہے تھے...... بس اس مرحلے میں کردار کی نوعیت منفرد تھی، چہروں پر اسلام کا نقاب پہن کر غاصب یہود کی مخالفت کی جا رہی تھی اور ارضِ قدس کو آزادی دلانے جیسے نعرے لگائے جا رہے تھے مگر حقیقت میں اہل اسلام سے اسلام چھیننے اور انہیں یہودیوں ہی کے تابع وغلام بنانے کی کوششیں ہو رہی تھیں اور اس کردار پر ہی یہ اپنی بادشاہتوں کو قائم رہنے دینے کی سند حاصل کر رہے تھے۔ اب جب یہ مرحلہ بھی اپنے اہداف حاصل کر چکا، فلسطین پر قبضۂ یہود مستحکم ہو چکا اور عالم عرب میں کسی بڑی ایسی سیاسی وعسکری قوت کے ابھرنے کا امکان نہیں رہا جو ان کو سنجیدہ طور پر چیلنج کر سکے تو اب تیسرے اور انتہائی حساس مرحلے میں یہ جنگ داخل ہو چکی ہے، اس مرحلے میں ممکنہ ہر قسم کے خطرات کو بالکل بنیاد سے ختم کرنا اور پورے کے پورے عرب معاشرے کو اپنے صہیونی ایجنڈے میں مکمل طور پر سہولت کار و آلۂ کار بنانا اب ہدف بن گیا ہے۔

بس اس مرحلے میں کردار کی نوعیت منفرد تھی، چہروں پر اسلام کا نقاب پہن کر غاصب یہود کی مخالفت کی جا رہی تھی اور ارضِ قدس کو آزادی دلانے جیسے نعرے لگائے جا رہے تھے مگر حقیقت میں اہل اسلام سے اسلام چھیننے اور انہیں یہودیوں ہی کے تابع وغلام بنانے کی کوششیں ہو رہی تھیں اور اس کردار پر ہی یہ اپنی بادشاہتوں کو قائم رہنے دینے کی سند حاصل کر رہے تھے۔ اب جب یہ مرحلہ بھی اپنے اہداف حاصل کر چکا، فلسطین پر قبضۂ یہود مستحکم ہو چکا اور عالم عرب میں کسی بڑی ایسی سیاسی وعسکری قوت کے ابھرنے کا امکان نہیں رہا جو ان کو سنجیدہ طور پر چیلنج کر سکے تو اب تیسرے اور انتہائی حساس مرحلے میں یہ جنگ داخل ہو چکی ہے، اس مرحلے میں ممکنہ ہر قسم کے خطرات کو بالکل بنیاد سے ختم کرنا اور پورے کے پورے عرب معاشرے کو اپنے صیہونی ایجنڈے میں مکمل طور پر سہولت کار و آلۂ کار بنانا اب ہدف بن گیا ہے۔

اس مرحلے کا تقاضہ تھا کہ حکمران طبقہ اپنے نفاق کو بے نقاب کر دے اور عوام سے کھلم کھلا ایسی حرکتیں کروائے کہ جن کے بعد پورے کا پورا معاشرہ باقاعدہ ننگا ہو کر ناچتے گاتے اسلامی شعائر، قرآنی تعلیمات اور اخلاقی قدغنوں سے آزادی کا مظاہرہ کرے اور علی الاعلان ہر اُس عقیدے، نظریے اور عمل کا باغی بن جائے جو انہیں شیطان کی نظر میں مبغوض اور رحمان کی نظر میں محبوب بناتا ہو۔ آج بھی چونکہ عوام میں کسی درجے میں روایتی دین داری پائی جاتی ہے، کتاب اللہ سے محبت، اسلامی شعائر کا تقدس، صوم وصلاۃ کی پابندی اور بڑی حد تک عفت وحیا موجود ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک یہ چیزیں موجود ہوں تو دین کے ساتھ ایسا تعلق قائم رہتا ہے جو کسی بھی وقت شعورِ دین کے حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے اور جو آگے اللہ کی خاطر دوستی ودشمنی کی صورت ڈھال سکتا ہے اور اسی سے ہی پھر دین کی خاطر اٹھنے اور

---

[1] مشرق وسطیٰ میں سعودی عرب، فلسطین، مصر، شام، لبنان، اردن وغیرہ عرب ممالک داخل سمجھے جاتے ہیں۔

ٹکرانے کا جذبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے، اس لیے اس تیسرے مرحلے میں معاشرے سے اس کی دین داری جڑوں سمیت اکھاڑ پھینکنا اب صلیبی صہیونی ہدف تھا اور خاص اسی کے لیے عرصۂ دراز تک 'خادمین حرمین شریفین' کہلوانے والے صہیونی آج ایک 'ثقافتی انقلاب' برپا کر رہے ہیں اور وژن ۲۰۳۰ کے نام سے جزیرۂ عرب کو ایمان و حیا سے عاری یورپ میں تبدیل کرنے کی منصوبہ بندی پر بغیر کسی خوف و حیا کے عمل ہو رہا ہے...... اس تیسرے مرحلے میں اگر یہ کامیاب ہو جائیں تو پھر چوتھے اور آخری مرحلے کو شروع کرنے اور اپنے انجام تک پہنچانے میں ان کے نزدیک انہیں زمین پر کوئی ڈر اور خوف باقی نہیں رہے گا اور بڑے اطمینان سے یہ اُس آخری مرحلے کو بھی سر کر لیں گے۔ یہ چوتھا آخری مرحلہ کیا ہے؟ یہ وہ منصوبہ ہے کہ جس میں (خاکم بدہن) قبلۂ اول مسجد اقصیٰ کی عمارت مسمار کر کے اس کی جگہ اپنا ہیکل (صومعہ) کھڑا کرنا اور نیل سے فرات تک عظیم تر یہودی ریاست قائم کرنا ہے، عسکری و سیاسی طور پر ان کا تسلط تو اگرچہ تیسرے مرحلے کے آغاز میں بھی قائم تھا، مگر 'ثقافتی انقلاب' کے بعد چونکہ مقدسات دینیہ کی اہانت اور ان کی تباہی سے اسلام کی جڑوں پر کاری ضربیں (خاکم بدہن) لگ چکی ہوں گی، اس لیے اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے دلوں کے اندر اسلام کی عظمت اور اس کی خاطر کسی قسم کی غیرت اور قربانی کا جذبہ بھی باقی نہیں رہ چکا ہو گا، یوں بالآخر پورے عالم پر ان کا یہودی دجالی نظام قائم ہو جائے گا اور کہیں بھی اس شیطانی نظام کو چیلنج کرنے والا موجود نہیں رہے گا......

یہ وہ شیطانی اور دجالی منصوبہ ہے جو اب اپنے تیسرے مرحلے میں داخل ہے جبکہ اس میں کامیاب ہونے اور پھر خطرناک ترین چوتھے مرحلے میں قدم رکھنے کے لیے جنودِ دجال بے تاب ہیں۔ امریکہ، برطانیہ و فرانس کی خصوصی نگرانی میں عربی عباؤں میں چھپے یہ صہیونی شیاطین بڑی تیزی کے ساتھ اس منصوبے کو آگے بڑھا رہے ہیں...... گویا گلاڈسٹون اور زویمر کے (مغربی) جانشین پورے عالم عرب اور ساری کی ساری امتِ مسلمہ کو اُس (غلام) نسل میں ضم کرنے پر تُلے ہوئے ہیں جس کی بے حسی، غداری اور آخری حد تک نفس پرستی کے باعث آج جزیرۂ عرب کی حرمت پامال ہو رہی ہے اور یہود و نصاریٰ تک کو حرم پاک کی زمین پر دندناتے اور فساد پھیلاتے ہوئے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا ہے۔

مگر کیا یہ شیاطین کامیاب ہو جائیں گے؟ یہ اپنے اہداف حاصل کر لیں گے؟ حکومتی ایوانوں، تجارتی مراکز، گلی کوچوں، تفریح گاہوں، تعلیمی اداروں اور سرکاری دفاتر ہر جگہ یہ بندگانِ شیطان فتح کے جھنڈے گاڑتے جا رہے ہیں اور لگ رہا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ، جزیرۂ عرب اور پھر پورے عالمِ اسلام میں نوجوانانِ امت، مرد و زن بانہوں میں بانہیں ڈال کر خود ہی احکاماتِ الٰہی کے خلاف بغاوت کرنے نکلیں گے اور اسلام کے خلاف اعدائے اسلام کے سپاہی و غلام بن کر اللہ کے غضب کو دعوت دیں گے، گویا تیسرا مرحلہ سر کرتے ہوئے اب کچھ زیادہ عرصہ نہیں لگے گا اور...... اس کے بعد کیا ہو گا؟ اس بارے محض سوچ کر بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل حلق میں آ جاتا ہے۔

مگر کیا حقیقت یہی ہے؟ کیا واقعی ان شیاطین کو اب نہ قرآن کا خوف ہے اور نہ اس امتِ قرآن سے کوئی ڈر؟ کیا انہیں یقین ہے کہ قرآن اب بے اثر ہو گا، بے اثر رہے گا اور ان کے ظلم و طغیان کے خلاف اہلِ ایمان کی طرف سے کوئی مزاحمت اب کبھی کامیاب نہیں ہو پائے گی؟ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ مسلمانوں کے بگاڑنے کی ان کی ان تھک کوششوں اور جامع منصوبوں میں اگرچہ کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی ہے، اللہ نے انہیں ہر وسیلہ، ہر قوت اور ہر ہتھیار عطا کیا ہے مگر اس سب کے باوجود قرآن کی تاثیر، اس کا زندہ پن اور مُردہ دلوں کو زندہ کرنے کی اس کی طاقت آج بھی کل کی طرح بالکل تازہ ہے اور انہیں کھلی آنکھوں سے نظر آ رہا ہے کہ انتہائی گیا گزرا ایسا معاشرہ جو مکمل بگاڑ اور ایمان و حیا کے لحاظ سے بالکل مردہ ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کر چکا ہو، وہاں تک سے بھی ایسے نوجوان اٹھ رہے ہیں جو صرف اللہ کے سامنے جھکتے ہیں، اللہ کے لیے جیتے ہیں اور اللہ کے لیے مرتے ہیں اور جو اس غلیظ تہذیب سے سراپا باغی بن کر عفت و پاک بازی کے داعی بن جاتے ہیں، انہیں نظر آ رہا ہے کہ دنیا کو جس آگ میں انہوں نے دھکیلا ہے، اسے بجھانے کے لیے اب بھی ایسے اہل ایمان پیدا ہو رہے ہیں جو دنیاوی زندگی کی چکاچوند پر آخرت کی اَن دیکھی نعمتوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی خاطر اپنی جان و مال اور اہل عیال کو قربان کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں، وہ سراپا حیرت ہیں کہ تمام تر طاقت استعمال کر کے اور ہر طرح کا میٹھا زہر کھلا کر بھی یہ امت مردہ نہیں ہوئی، اس میں قرآن کی محبت ختم نہیں ہو سکی اور اس میں اپنے مبادی کے ساتھ چمٹنے، ان پر اٹھنے اور کھڑا رہنے کا شرارہ آج بھی کسی طرح نہیں بجھا ہے۔ وہ دیکھ بھی رہے ہیں اور بھگت بھی رہے ہیں کہ ان کے خلاف آج بھی امتِ توحید کے کچھ لشکر اپنے جسموں سے بم باندھ کر جہاد کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور ان کے جہادِ فی سبیل اللہ کا ہی ثمرہ ہے کہ افغانستان میں فتح و شکست کے ان کے مادی پیمانے بالکل ناکام ثابت ہوئے اور اگرچہ انہوں نے آخری حد تک اپنی جان لگالی، ساری قوت و وسائل استعمال کیے مگر اس سب کے باوجود نہتے، کمزور اور انتہائی قلیل التعداد فریق کے ہاتھوں دنیا نے اس طاقت ور ترین فریق کے پِٹنے کا نظارہ کیا اور دنیا کی سپر پاور، تمام تر اتحادیوں، غلاموں اور اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی سمیت ذلیل و رسوا ہوئی اور آج افغانستان میں اُن مجاہدین کی ایک دفعہ پھر اسلامی حکومت قائم ہے جن کو بائیس سال پہلے امریکی صدر نے صرف چند گھنٹوں کے اندر ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا اعلان کیا تھا۔

یہ وہ صورتِ حال ہے جو انہیں پریشان کرنے والی ہے اور اس کے باعث انہیں اپنے لمبے چوڑے منصوبوں پر یقین بے یقینی میں تبدیل ہونے لگتا ہے اور جب یہ اس کے اسباب ڈھونڈنے جاتے ہیں تو انہیں نظر آتا ہے کہ اسلام میں اس حیران کن کشش اور انتہائی عظیم طاقت کا سبب اور اہلِ اسلام کی طرف سے اس ساری مزاحمت اور نہ مٹنے اور نہ ختم ہونے والی تحریک کا محرک و محرض...... قرآنِ عظیم الشان اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس ہے......

تو اس کے بعد عدل و انصاف تو یہ تھا...... حق تو یہ بنتا تھا کہ یہ قرآن کو ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ پڑھتے، سمجھتے اور اس کی عظمت اور قلب و ذہن کو متاثر کرنے والی غیر معمولی قوت کے قائل ہو کر اس کے سامنے جھک جاتے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شانِ اقدس کو پہچانتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خیر البشر ہونے کا اعتراف کرتے ... مگر ظاہر ہے اس موقف کے لیے اخلاقی بلندی چاہیے، یہ حیوانیت سے اٹھ کر مرتبہ انسانیت پر سرفراز ہونے کا تقاضہ کرتا ہے اور یہ وہ گوہر ہیں جو مغرب کی شہوات پر کھڑی تہذیب میں مشکل سے ملا کرتے ہیں، اس لیے یہ حق کے سامنے جھکنے کی بجائے اس کا انکار کر کے ضد، تکبر اور جہالت پر اتر آتے ہیں اور ان میں سے بعض پھر اُن جرائمِ عظیمہ تک کا بھی ارتکاب کر جاتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر قبیح، ذلیل اور خطرناک جرم دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ قرآن عظیم الشان کی بے حرمتی اور رسول اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں گستاخی ایسے جرائم ہیں کہ کسی بھی قلب و عقل رکھنے والے انسان کے لیے ان کا ارتکاب تو بہت دور کی بات ہے، انہیں اپنے سامنے ہوتا ہوا دیکھنا بھی ناممکن ہے[1]۔ اس لیے کہ یہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ، اپنے خالق، اپنے رب اور اپنے مالک کی احسان فراموشی ہے، خود اپنے انسان ہونے کی ناقدری اور ناشناسی ہے اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے مقابل ایسی خطرناک ڈھٹائی ہے کہ والعیاذ باللہ اس کے شر سے اللہ نہ کرے آسمان شق اور زمین پھٹ جائے۔

ان حرکتوں کا مقصد اسلام و مسلمانوں کے خلاف غصہ نکالنا اور اپنی شیطانی نفرت و حسد دکھانا بھی ہے مگر محض یہ مقصد ان کا قطعاً نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں ان حرکتوں کو چند غیر ذمہ دار، بے عقل اور شیطان صفت افراد کے ذاتی افعال سمجھنا چاہیے۔ اس لیے کہ جب بھی کوئی شیطان اس جرم کا مرتکب ہوا تو پورے کا پورا مغرب اس کی تائید و حمایت میں کھڑا ہوا، کیا حکمران اور کیا عوام، سیاست دان، دانش ور اور 'حقوقِ انسانی' کی دعوےٰ دار تنظیمیں، سب نے اس فعلِ قبیح کو 'آزادئ اظہارِ رائے' کا نام دے کر اُس جرم کو سراہا اور اس بدطینت کو شاباش دی، پارلیمنٹ سے اس کی تائید میں قرار دادیں پاس ہوئیں، اُس شیطان کی حفاظت کے لیے سکیورٹی اسے دی گئی اور حکومتی القابات و اعلیٰ ایوارڈز سے اُسے نواز کر اس کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اگر وہ شقی القلب کسی مسلمان ملک کا باشندہ تھا تو مغرب نے تمام تر قوت و ذرائع لگا کر اس کو اس کی سزا سے بچایا، خصوصی اہتمام سے اُس ملک سے اُسے نکالا اور اپنے ممالک کی شہریت دے کر اسے انعام و اکرام کے ساتھ اپنے ہاں بسایا۔[2]

> مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کے یہود ہیں اور یہاں ہندوستان کے ہنود، وہاں امریکہ غلام عرب حکمران ہیں جو اہلِ ایمان کے دلوں سے ایمان کھرچنا اور اس جنگ کے مقابل مزاحمت ختم کرنا اپنا ہدفِ اول سمجھتے ہیں جبکہ یہاں پاکستان میں یہاں مسلط جرنیلوں اور حکمرانوں کا طبقہ ہے جو اپنی خود غرضی اور نفس پرستی کے باعث روزِ اول سے اسلام کے خلاف کھڑا ہے اور ایک ایسی جنگ یہ لڑ رہا ہے کہ جس کے نتیجے میں یہاں کفریہ نظام غالب ہو، قوت و اختیار دین بیزار امت کے غداروں کے پاس ہو اور معاشرہ دینی و اخلاقی لحاظ سے ایسا کھوکھلا ہو کہ اسلام و مسلمانوں کے خلاف جو شب خون مارا جا رہا ہے اس کے خلاف اٹھنے کے لیے یہاں کوئی قوت ہی نہ بچے۔

---

[1] ابھی جنوری ۲۰۲۳ء میں سویڈن میں ایک شیطان صفت شخص نے حکومتی سکیورٹی میں میڈیا کے سامنے قرآن عظیم الشان کا نسخہ جلایا، اس کے دو دن بعد ڈنمارک میں بھی اس قسم کا جرم ہوا اور اس سے پہلے ناروے، فرانس اور دیگر ممالک میں بھی اس قسم کی حرکات کی گئی ہیں۔ اسی شیطان نے یکم رمضان المبارک (۱۴۴۴ھ) کو بھی قرآنِ عظیم الشان کا ایک نسخہ برطانیہ میں جلانے کے لیے مجلس کا انعقاد کیا تھا، اس مجلس کو برطانوی حکومت نے مسلمانوں کے دباؤ کے سبب منعقد ہونے کی اجازت نہ دی۔

[2] مثالیں بے شمار ہیں، مگر یہاں دو کا ذکر کیا جا رہا ہے، ۱۹۸۸ء میں سلمان رشدی ملعون نے اپنی مشہور زمانہ شیطانی کتاب لکھی اور اس میں کتاب اللہ کی بے حرمتی کی اور شان رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حق میں اپنے خبث باطن کا اظہار کیا۔ پورے عالم اسلام میں اس ذلیل آدمی کے خلاف غم و غصہ پیدا ہوا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کے عزم کا اظہار ہوا۔ مغرب نے اس آدمی کی بھرپور تائید کی، ۱۹۸۹ء برطانیہ نے اس کی سکیورٹی کی ذمہ داری اٹھائی، جرمنی کے پارلیمنٹ نے اس کی تائید جبکہ مسلمانوں کی مذمت میں قرارداد پاس کی اور رشدی پر تنقید کو مغربی اقدار پر تنقید سے موسوم کیا۔ برطانوی پارلیمنٹ کے ۳۴ اراکین نے ایک درخواست پر دستخط کر کے حکومتِ برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ رشدی قابل احترام ہے اور اس کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے، جنوری ۱۹۹۹ء میں فرانس نے اپنے ہاں لٹریچر کے بڑے لقب 'کمانڈر' سے اسے نوازا۔ جون ۲۰۰۷ء میں ملکہ برطانیہ نے اسے knighthood 'عطا' کرتے ہوئے 'سر' کا خطاب دیا اور یہ اعزاز وصول کرتے ہوئے اس نے ملکہ برطانیہ اور برطانوی قوم کا یہ کہہ کر شکریہ ادا کیا کہ وہ مشکور ہے کہ اس کے 'کام' کو یہاں اس قدر زیادہ مقبولیت مل رہی ہے۔ رشدی کو ابھی تک کوئی ۳۲ ایوارڈ مل چکے ہیں اور دینے والوں میں امریکہ، برطانیہ، اٹلی، جرمنی، سویڈن، سوئٹزرلینڈ، آسٹریا، یورپین یونین اور انڈیا شامل ہیں۔ دوسری مثال تسلیمہ نسرین کی ہے، بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والی اس ملعون عورت نے بھی ۱۹۹۳ء میں ایک ناول لکھ کر قرآن عظیم الشان کی بے حرمتی کی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حق میں گستاخی کی۔ غیرتِ دینی کے پیکر مسلمانانِ بنگلہ دیش جب اس کے خلاف سراپا احتجاج بن کر کھڑے ہوئے اور اس کو سزا دینے کے مطالبات ہونے لگے تو یورپ و امریکہ ایک دفعہ پھر حرکت میں آ گئے، برطانوی چینلوں سے اس کی حمایت میں خصوصی پروگرامات نشر ہونا شروع ہوئے۔ امریکہ، برطانیہ اور سویڈن نے اس کو شہریت دینے کا اعلان کیا اور حکومتِ بنگلہ دیش کو مجبور کر کے اسے اولاً بھارت اور پھر یورپ منتقل

سچ تو یہ ہے کہ جس عمل کو یہ بدعقل 'آزادیٔ اظہارِ رائے' بتارہے ہیں، وہ شیاطین کو شیطانیت کے اظہار بلکہ دوسروں پر مسلط کرنے کی آزادی ہے اور وہ بھی ایسی شیطانیت ہے کہ جس کو برداشت کرنا پوری انسانیت کی تذلیل، تحقیر اور تباہی ہے۔ حالانکہ خود ان کا اصول ہے کہ جس آزادی سے دوسروں کے حقوق سلب ہوتے ہوں یا دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہو وہ آزادی نہیں، جارحیت ہے اور ایسے میں ان کے نام نہاد 'حقوقِ انسانی' ہی کا تقاضہ ہوتا ہے کہ ایسی جارحیت کی کسی قیمت پر اجازت نہ دی جائے، گویا اظہارِ رائے کو ان کے ہاں بھی مطلق آزادی حاصل نہیں، بلکہ کئی امور ایسے ہیں کہ ان پر زبان کھولنا قانوناً جرم ہے، یہود کے گھڑے گئے جھوٹ کو اگر کوئی جھوٹ کہے تو اس کی جان بخشی ممکن نہیں، جمہوریت، پارلیمنٹ اور عدالت کے خلاف اگر کوئی کچھ بولے تو ان بتوں کی حرمت پامال کرنے کا وہ مجرم قرار پائے گا۔ مگر جب اللہ کی کتابِ عظیم اور رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس کا معاملہ آتا ہے تو اس متعلق ان کے ہاں قول و عمل کی لامحدود آزادی ہے، چاہے اس 'آزادی' سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی شان عظیم میں گستاخی ہو اور سوا ارب انسانوں کے دلوں پر اس سے خنجر چلیں اور ان کی روحیں تڑپیں[1]۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اظہارِ رائے کی آزادی کے نام پر اللہ کے دین اور مسلمانوں کے ایمان پر رکیک حملوں کی آزادی ہے اور یوں یہ یہ حقیقت بھی بتاتا ہے کہ ایسے جرائم کا ایک اہم مقصد مسلمانوں کے دلوں سے قرآنِ عظیم الشان کی محبت و تقدس نکالنا ہے۔ ان خام خیالوں، بلکہ شیطان خیالوں کا خیال ہے کہ جس طرح ان کے ہاں دین کی قدر نہیں اور خواہشات نفس و شیطانی خیالات ہی بس ان کے ہاں قابل احترام ہیں، اسی طرح یہ اسلامی مقدسات کی بے حرمتی کرکے مسلمانوں کے دلوں سے ان کی عزت و عظمت نکال باہر کریں گے اور یوں اس سے مسلمانوں کو قرآن عظیم الشان سے دور کرنے کا وہ دیرینہ مقصد بھی یہ پورا کرلیں گے جو ان کی صلیبی صہیونی جنگ کا روزِ اول سے اہم ترین مقصد رہا ہے۔ گویا یہ ایک جنگی حربہ ہے اور اگرچہ اللہ کے فضل سے ان کی یہ چالیں انہی کے اوپر پلٹتی ہیں اور جس کلمہ گو کے دل میں بھی تھوڑا سا ایمان باقی ہو، وہ اس عملِ قبیح پر خاموش نہیں رہتا اور اسے الٹا مقدساتِ دینیہ کے دفاع اور ان کی خاطر اٹھنے اور ان بزدلوں سے ٹکرانے کی فکر ہونے لگتی ہے، مگر یہ شیاطین سمجھتے ہیں کہ اس فعل کو بار بار کرنے سے اہل ایمان کو ایمان سے محروم کرنے کا مقصد بالآخر یہ حاصل کرلیں گے، اب یہ مقصد کتنا وہ حاصل کرلیں گے؟ یہ الگ بات ہے مگر یہ حرکتیں اور مغرب میں ان حرکتوں کی تائید و دفاع دکھاتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس جنگ میں اہل کفر کس حد تک سنجیدہ ہیں، اس میں یہ کس بدترین اور نیچ ترین سطح تک جاسکتے ہیں اور کیسے اس جنگ میں کسی ایک بھی ایسے حربے و ہتھیار کو نہیں چھوڑا جارہا ہے جس کے کارآمد ہونے کی انہیں اعشاریہ صفر صفر ایک فیصد بھی امید ہو۔

غرض قرآن عظیم الشان کی بے حرمتی جیسے جرائم کو ان کے اس پس منظر میں دیکھنا ضروری ہے اور جس صلیبی صہیونی جنگ میں بطورِ حربہ یہ استعمال ہورہے ہیں، ضروری ہے کہ اس جنگ کا اس لحاظ سے صحیح فہم بھی ہمیں حاصل ہو کہ اس میں اسلام کا راستہ روکنے اور اہل ایمان سے ان کا ایمان چھیننے کے لیے اور کیا کیا ہتھیار استعمال ہورہے ہیں؟ پھر اہم یہ کہ اس میں کون اسلام و اہل اسلام کے دفاع میں کھڑا ہے اور ہمارے اپنوں ہی میں سے کون اسلام دشمنوں کے ساتھ صف میں کھڑا ان ہی کا کام آسان کررہا ہے؟ یہاں برصغیر میں یہ جنگ، اس کا مقصد اور اس میں شامل کردار مشرق وسطی میں لڑی جانے والی جنگ سے بہت کم مختلف ہیں، یہاں اس کی قیادت پہلے برطانیہ کے پاس تھی جبکہ اب صلیبی امریکہ کے ہاتھ میں ہے اور مشرق وسطی میں بھی اسی طرح اس کی قیادت منتقل ہوئی ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ اہل اسلام کے خلاف ان کا صلیبی بغض ہے کہ جہاں بھی اسلام و مسلمانوں کے خلاف کوئی برسرجنگ ہو، یہ ان کی تائید و امداد اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، فرق اتنا ہے کہ مشرق وسطی میں اسرائیل کے یہود ہیں اور یہاں ہندوستان کے ہنود، وہاں امریکہ غلام عرب حکمران ہیں جو اہل ایمان کے دلوں سے ایمان

> مصیبت یہ نہیں ہے کہ خارجی دشمن کی تعریف میں کوئی اختلاف ہے، پریشانی یہ ہے کہ اس دشمن کا کام جن داخلی آستین کے سانپوں نے ابھی تک آسان کیا ہے ہم نے ان کو اپنے رہبر و رہنما بلکہ شرعی اولوالامر کی حیثیت عطا رکھی ہے، ان کی اطاعت کو قومی و دینی مصالح سے تعبیر کیا ہے اور منافقت کے اُن پلندوں کو تقدس فراہم کیا ہے جن کا مقصد اللہ کے باغی نظام کو تحفظ فراہم کرنا اور امتِ محمد ﷺ کے جان و مال اور عقیدے و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو قانونی جواز فراہم کرنا ہے۔

کروایا۔ سوئٹزرلینڈ نے اپنے ہاں نوبیل انعام کے بعد دوسرا بڑا ایوارڈ اسے دیا اور ان سب نے اسے یورپ میں بیٹھ کر اسلام کی اہانت کرنے کے لیے سیاسی اور معاشی مدد و تعاون فراہم کرنے کی تاحیات یقین دہانی کرائی۔

[1] ۲۰۰۵ میں ڈنمارک کی ایک عدالت میں مسلمانوں کی ایک تنظیم نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کارٹونسٹ کے خلاف کیس دائر کیا کہ ڈنمارک کریمنل کوڈ کی دفعہ 140 اور دفعہ 266b کے تحت خاکہ کشوں نے جرم کیا ہے اور انہیں سزا دی جائے۔ مذکورہ قانون کے مطابق کسی کو بھی اجازت نہیں کہ ڈنمارک میں قانونی طور پر رہنے والوں کے مذہب، عبادت یا عقیدہ کی توہین کرے اور اس ذریعہ اس مذہب والوں کو تکلیف دے کر ملکی انتظام کو نقصان دے۔ یہ قانون ایک بار یہود مخالف گروپ (anti-Semitics) کے خلاف استعمال ہوا ہے اور ملزمان کو سزا بھی دی جاچکی ہے جبکہ عیسائیت کی توہین کے حوالے سے بھی اس کے تحت سماعت ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو توقع تھی کہ اس سے ان کی بھی شنوائی ہوجائے گی، مگر شکایت سننے کے بعد جج نے یہ کہہ کر کیس کی سماعت سے انکار کیا کہ چونکہ اخبار نے عوامی دلچسپی کے موضوع پر بات کی ہے اور اخبارات کو ایسے موضوع پر بات کرنے کی آزادی حاصل ہے، اس لیے کیس قابل سماعت نہیں! (بحوالہ: مجلہ "الحق المر" شمارہ ۵.....از محمد الغزالی اور وکی پیڈیا)

کھرچنا اور اس جنگ کے مقابل مزاحمت ختم کرنا اپنا ہدفِ اول سمجھتے ہیں جبکہ یہاں پاکستان میں یہاں مسلط جرنیلوں اور حکمرانوں کا طبقہ ہے جو اپنی خود غرضی اور نفس پرستی کے باعث روزِ اول سے اسلام کے خلاف کھڑا ہے اور ایک ایسی جنگ یہ لڑ رہا ہے کہ جس کے نتیجے میں یہاں کفر یہ نظام غالب ہو، قوت و اختیار دین بیزار امت کے غداروں کے پاس ہو اور معاشرہ دینی و اخلاقی لحاظ سے ایسا کھوکھلا ہو کہ اسلام و مسلمانوں کے خلاف جو شب خون مارا جا رہا ہے اس کے خلاف اٹھنے کے لیے یہاں کوئی قوت ہی نہ بچے۔ اس جنگ میں ابھی تک جس قدر پیش قدمی ہو چکی ہے اور آگے کا جو نقشہ نظر آرہا ہے کوئی بہت سادہ نگاہ سے دیکھنے والا ہی اس حقیقت سے اختلاف کر سکتا ہے کہ پاکستانی نظام کو چلانے والے اُسی نقشے میں رنگ بھر رہے ہیں جو عالمی شیاطین نے اہل ایمان کے خلاف بنایا ہے اور جس کا مقصد پوری دنیا میں اسلام کے دشمنوں اور اہل اسلام کے قاتلوں کو تحفظ فراہم کر کے شیطان کا عالمی نظام قائم کرنا ہے۔

پس یہ صورتِ حال چیخ چیخ کر بتا رہی ہے کہ ہم اجتماعی طور پر بھی ہدف ہیں ، زمین ہمارے نیچے سے کھینچی جا رہی ہے اور انفرادی طور پر بھی ہم نشانے پر ہیں ، ہمارا دین و ایمان ہم سے اور ہماری اولاد سے چھیننے کے لیے ہمارے گھروں اور بیڈروم تک میں بھی ہم محفوظ نہیں ہیں، اور یہ واضح کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اگر حالتِ جنگ میں نہ سمجھا گیا اور اللہ کو مطلوب طرزِ عمل نہیں اپنایا گیا تو ہماری دنیا تو تباہ ہو ہی رہی ہے ، اللہ نہ کرے کہ آخرت کی بربادی کا بھی سامنا ہو۔ یقیناً ہماری ذلت و رسوائی کا باعث یہ ہے کہ آخرت پر دنیا کو ہم نے ترجیح دی ہے اور دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ حاصل کرنے کی آرزو ہے کہ جس کی وجہ سے آخرت کا چھوٹا خوشی خوشی تسلیم کیا گیا ہے۔ اللہ کی کتاب اس کفر و فساد کے مقابل جس انداز میں اٹھنے اور لڑنے کا حکم دے رہی ہے ، اس کی بجائے اُن راستوں کو نجات و خلاصی کا ذریعہ ہم نے سمجھا ہے جس کی طرف اہل کفر نے ہمیں دھکیلا ہے اور جن کے متعلق انہیں یقین ہے کہ ان دائروں میں گھوم کر یہ حق کی خاطر کھڑا ہونا تو دور کی بات حق ہی کے خلاف چلیں گے ، ہماری زبان بولیں گے اور ہماری تہذیب اپنا کر وہی کچھ سوچیں گے اور کریں گے جو ہم ان سے امید رکھتے ہیں۔ مصیبت یہ نہیں ہے کہ خارجی دشمن کی تعریف میں کوئی اختلاف ہے ، پریشانی یہ ہے کہ اس دشمن کا کام جن داخلی آستین کے سانپوں نے ابھی تک آسان کیا ہے ہم نے ان کو اپنے رہبر و رہنما بلکہ شرعی اولوالامر کی حیثیت عطا کر رکھی ہے ، ان کی اطاعت کو قومی و دینی مصالح سے تعبیر کیا ہے اور منافقت کے اُن پلندوں کو تقدس فراہم کیا ہے جن کا مقصد اللہ کے باغی نظام کو تحفظ فراہم کرنا اور امتِ محمد ﷺ کے جان و مال اور عقیدے و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو قانونی جواز فراہم کرنا ہے۔ اللہ کا دین آج سے چودہ سو سال پہلے جن راہوں پر چل کر غالب ہوا تھا ، آج اس دین کا ہم سے یہی تقاضہ ہے کہ ہم بس انہی راستوں پر چلیں ، اُن سب راستوں سے بچیں جو ان سے ہٹ کر ہیں اور صرف اس صورت میں ہی ہم دین پر عمل کر کے اپنے رب کو راضی کر سکتے ہیں۔ دین اسلام نے غالب ہونا ہے یا نہیں ؟ کفر کے مکر و فریب اور سازشیں ناکام ہوں گی یا کامیاب ، یہ ہمارا آپ کا دردِ سر نہیں ، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم فرض کو پورا کریں ، اللہ کی خاطر کھڑے ہونے والے بن جائیں اور خاص اُسی راستے پر قدم رکھ کر آگے بڑھیں جس پر چلنے اور بڑھنے کا اللہ کے نبی ﷺ کو حکم ہوا تھا۔

> داخلی و خارجی ، ملکی و غیر ملکی اور وطنی و غیر وطنی تقسیم کوئی ایسی تقسیم نہیں جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے ، اصل تقسیم حزب اللہ اور حزب الشیطان کی ہے ، اللہ کی پارٹی اور شیطان کی پارٹی۔ جو اللہ کے دین پر عمل کر رہا ہے ، جو اس دین کا عاشق اور علم بردار بن کر اس کے غلبہ کے لیے کھڑا ہے ، وہ ہمارا بھائی ہے ، ہماری پارٹی کا ہے ، چاہے وہ ہمارے وطن کا نہ ہو ، اس سے محبت ، اس کی تائید ، اس کی مدد و نصرت ہم اپنے اوپر لازم کر لیں اور جو خدا کے دین کا باغی ہو ، نظام کفر کا حامی اور اس کو قائم کرنے والا ہو ، وہ شیطان کا ولی ہے ، اپنے اوپر اس طاغوت کی کسی قسم کی اطاعت و وفاداری کا حق تسلیم نہ کریں ، بلکہ اس سے براءت کرنا اور اس کے ساتھ دشمنی رکھنا اپنے لیے لازم سمجھیں۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا﴾[1] جب کفر و فساد کے علم بردار قوت و ہتھیار کے ساتھ اسلام و مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہوں ، تو جواب میں اللہ رب العزت بھی کھڑے ہونے اور اس فتنہ و فساد پر ضرب لگانے کا حکم عطا کرتا ہے۔ اللہ امر دیتا ہے کہ تمہارا کام اس ظلم و کفر کے خلاف لڑنا ہے اور اس لڑنے کی طرف اہل ایمان کو بلانا ہے ، باقی اگر قوت کی کمی کا سامنا ہے ، ان کی قوت و طاقت کے بے حساب ہونے کا تمہیں خدشہ ہے تو جان لو ، کفر کی قوت ناکام کرنے اور اس کی جگہ حق کا عَلم بلند کرنے کا کام اللہ کا ہے ، وہ آپ کی سعی و عمل میں برکت ڈالے گا ، وہی آپ کی معمولی قوت کو دشمن پر ایسا بھاری کرے گا کہ باوجود ٹیکنالوجی کی قوت کے ، عالمی اتحاد والے دُم دبا کر بھاگیں گے ، پھر یاد رکھیے ! قوت و طاقت کا تفاوت ہمیشہ ہی زیادہ رہا ہے ، کفار کو اہل ایمان پر اکثر ہی عددی برتری حاصل رہی ہے اور اس سارے میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ کون اللہ پر توکل کر کے میدان میں اترتا ہے اور کون

---

1 ”سو تُو لڑ اللہ کی راہ میں ، تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا ، اور اس کی تحریض دو مسلمانوں کو ، قریب ہے کہ اللہ بند کر دے لڑائی کافروں کی اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے والا۔“ (سورۃ النساء)

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ کہہ کر فرض سے بھاگتا ہے، اللہ کی کتاب بتاتی ہے کہ کامیابی بس اُن کو ملتی ہے جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ ہی کی قوت پر بھروسہ کر کے میدان میں اترتے ہیں، ﴿قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾[1] فتح و نصرت کا مدار تعداد کی کثرت و قلت اور قوت کی کمی و زیادتی پر نہیں ہے، یہ خالصتاً اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اللہ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾[2]، مقصود امتحان ہے کہ تم قوت و طاقت سے ڈر کر اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہو، یا قوت و طاقت دینے والے رب کی طرف متوجہ ہو کر، اس کے احکامات پر عمل کے لیے تیار ہو جاتے ہو اور جتنی قوت جمع کر سکتے ہو اس کو لے کر دشمن کے آگے کھڑے ہو جاتے ہو، اصل یہ ہے کہ یہ نیت و ارادے کی آزمائش ہے، مخلص و غیر مخلص، اللہ سے ڈرنے والے اور مخلوق سے ڈرنے والے کو اللہ نے الگ الگ کرنا ہے، ورنہ اللہ کسی کے جہاد کا محتاج نہیں، وہ رب تنہا و اکیلے سب طاقتوں کو زیر کرنے کے لیے کافی ہے۔ ﴿لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ﴾[3] امتحان یہ ہے کہ ہم خالص اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں اور اپنی جان، مال، اہل و عیال کی قربانی اس کے دربار میں رکھ کر نصرت کی امید رکھتے ہیں یا کفر کے غلبے سے متاثر ہو کر اُنہی کھلونوں کو چوم کر اٹھاتے ہیں جو عالمِ کفر نے ہمیں ورغلانے جمہوریت، قانون اور آئین کے نام دے کر ہمیں تھمائے ہیں اور انہی سے بہلا کر وہ ہمارا دین و ایمان ہم سے لے رہا ہے اور ہمارے مقدسات تک بھی اپنے غلیظ ہاتھ بڑھا رہا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ایسا دانتوں سے پکڑا جائے اور ان پر ایسا عمل کیا جائے جس طرح کہ ان پر عمل کا حکم ہے، پھر کتاب اللہ کو قول و عمل کا محور و بنیاد بنا کر اٹھا جائے اور ہر اُس محاذ پر کھڑا ہوا جائے جس پر دشمن بڑھنا چاہتا ہے۔ داخلی و خارجی، ملکی و غیر ملکی اور وطنی و غیر وطنی تقسیم کوئی ایسی تقسیم نہیں جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، اصل تقسیم حزب اللہ اور حزب الشیطان کی ہے، اللہ کی پارٹی اور شیطان کی پارٹی۔ جو اللہ کے دین پر عمل کر رہا ہے، جو اس دین کا عاشق اور علم بردار بن کر اس کے غلبہ کے لیے کھڑا ہے، وہ ہمارا بھائی ہے، ہماری پارٹی کا ہے، چاہے وہ ہمارے وطن کا نہ ہو، اس سے محبت، اس کی تائید، اس کی مدد و نصرت ہم اپنے اوپر لازم کر لیں اور جو خدا کے دین کا باغی ہو، نظامِ کفر کا حامی اور اس کو قائم کرنے والا ہو، وہ شیطان کا ولی ہے، اپنے اوپر اس طاغوت کی کسی قسم کی اطاعت و وفاداری کا حق تسلیم نہ کریں، بلکہ اس سے براءت کرنا اور اس کے ساتھ دشمنی رکھنا اپنے لیے لازم سمجھیں۔ باقی اس دور میں تلوار و ہتھیار سے قتال فرض ہے، اسی کو فرض سمجھ کر لڑنے والوں کے ساتھ اللہ کی نصرت کے وعدے ہیں اور یہی اللہ کی خاطر لڑنے والے تا قیامت موجود رہیں گے، آپ ﷺ نے خوش خبری دی ہے کہ یہ گروہ کبھی کوئی ختم نہیں کر سکے گا، اس کو کوئی مغلوب نہیں کر پائے گا، یہاں تک کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول ہو جائے۔

لہٰذا کفر و فساد کی ان قوتوں کے خلاف قتال کے لیے میدان میں اترا جائے، داخلی دشمن کے خلاف پہلے لڑا جائے یا خارجی دشمن سے آغاز ہو اور اسی پر ترکیز رکھی جائے، علاقائی جہاد کے مواقع استعمال ہوں یا عالمی جہاد میں ائمۂ کفر پر ضربیں ہوں اور انہیں پہلے تھکایا جائے، دونوں میں تضاد نہیں، مصالح و مفاسد، فائدہ و نقصان کا موازنہ کر کے کسی ایک پر دوسرے کو ترجیح دینے میں کوئی عیب نہیں، یوں یہ دونوں طرز ایک دوسرے کو تقویت دیں گے، ایک، دوسرے کی کمی پورا کرے گا، دشمن تھکے گا اور ایک، دوسرے کے لیے آسانی پیدا کرے گا، اس سے اللہ رب العزت وہ لشکر تشکیل دیں گے اور انہیں زمین پر تمکین ملے گی جنہوں نے کل سب طواغیت کو زیر کرنا ہے، قبلۂ اول پر اسلام کا پرچم لہرانا ہے اور پوری دنیا میں اللہ کا کلمہ بلند کرنا ہے۔ مگر اس کے برعکس خارجی دشمن کو برا

> اس کے برعکس خارجی دشمن کو برا بھلا کہہ کر اگر داخلی دشمن کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور تھمائی جائے، اس کو اسلام کا حکمران تسلیم کیا جائے، اسی کے کھینچی گئی لکیروں پر حرکت کی جائے، پھر وہ جس درجہ میں 'اجازت' عطا کرے، اس کا ڈھنڈورا پیٹ کر اسے شرعی اولوالامر بتایا جائے...... تو یہ رویہ غیر شرعی، غیر منطقی اور غیر عقلی تو ہے ہی، ایک مومن کی شان کے بھی بالکل خلاف ہے، مومن فراستِ ایمانی سے دیکھتا ہے، اس کے دوست و دشمن کا فیصلہ اللہ کا دین کرتا ہے اور وہ کبھی ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ پچھلے ستر اسی سالوں سے ہم جن سوراخوں سے ڈسے چلے آرہے ہیں، ضروری ہے کہ ان کے متعلق اب ایک ہی موقف اور ایک طرزِ عمل اپنایا جائے اور اُس سفر کے لیے آگے بڑھا جائے، جس کا تقاضہ اللہ کی شریعت ہم سے کر رہی ہے اور جس کا انجام اس امت کی فتح و نصرت ہو گا۔

---

1 "کہاں لوگوں نے جن کو خیال تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا ہے، بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوئی بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (سورۃ البقرہ)

2 "اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست ہے حکمت والا۔" (سورۃ الانفال)

3 "اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے انتقام لے لیتا، لیکن چاہتا ہے کہ تمہارا ایک دوسرے کے ذریعے امتحان لے۔" (سورۃ محمد)

بھلا کہہ کر اگر داخلی دشمن کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور تھمائی جائے، اس کو اسلام کا حکمران تسلیم کیا جائے، اسی کی کھینچی گئی لکیروں پر حرکت کی جائے، پھر وہ جس درجہ میں 'اجازت' عطا کرے ، اس کا ڈھنڈورا پیٹ کر اسے شرعی اولوالامر بتایا جائے...... تو یہ رویہ غیر شرعی، غیر منطقی اور غیر عقلی تو ہے ہی، ایک مومن کی شان کے بھی بالکل خلاف ہے، مومن فراستِ ایمانی سے دیکھتا ہے، اس کے دوست و دشمن کا فیصلہ اللہ کا دین کرتا ہے اور وہ کبھی ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ پچھلے ستر اسّی سالوں سے ہم جن سوراخوں سے ڈسے چلے آرہے ہیں ، ضروری ہے کہ ان کے متعلق اب ایک ہی موقف اور ایک طرزِ عمل اپنایا جائے اور اُس سفر کے لیے آگے بڑھا جائے، جس کا تقاضہ اللہ کی شریعت ہم سے کر رہی ہے اور جس کا انجام اس امت کی فتح و نصرت ہو گا۔

آخر میں اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ اگرچہ یہ ایک طویل جنگ ہے اور یہ جاری رہے گی مگر اس میں سب سے زیادہ تکلیف دہ امر، کتاب اللہ کی بے حرمتی اور شانِ رسول ﷺ میں گستاخی ہے اور ان جیسے جرائم کی روک تھام بہر حال ضروری ہے۔ ایسا کیا کیا جائے کہ شیطان کے یہ بندے ان جرائم سے باز آئیں اور انہیں کبھی ان حربوں کے استعمال کی جرأت نہ ہو؟ اس کا علاج محض احتجاج، قرار دادوں، مذمتوں میں نہیں، یہ اقدامات اپنی جگہ بالکل بے فائدہ بھی نہیں، بلکہ مفید ہیں، اس لیے کہ ان جرائم پر پوری امت محمد ﷺ کی طرف سے غم و غصہ اور احتجاج و ردعمل کا اظہار ضروری ہے ، اور جو کلمہ گو بھی اس پر کسی بھی انداز میں (دائرۂ شریعت کے اندر) احتجاج ریکارڈ کراتا ہے، ہمیں اس کا مشکور ہونا چاہیے اور ہم ان کے لیے دعا گو ہوں، اللہ سے امید ہے کہ اس کا کسی سطح پر فائدہ بھی ہو گا، مگر محض ان اقدامات پر تکیہ کرنا کسی بھی طور پر کافی نہیں۔ یہ جرائم دیگر تمام جرائم کی نسبت زیادہ قبیح اور زیادہ خطرناک ہیں، مسلمانوں کا قتل، اسلامی سرزمین پر قبضہ اور کفر کی دیگر جارحیتیں سب نا قابل برداشت ہیں اور سب کے خلاف کھڑا ہونا ہم پر فرض ہے، مگر ان جرائم کا درجہ دیگر تمام سے زیادہ بڑا، زیادہ شدید اور زیادہ غلیظ اس لیے ہے کہ یہ سیدھا اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی کبریائی اور خدائی کو چیلنج کرنا ہے، یہ براہ راست اہل ایمان کے ایمان پر جارحیت اور ایک صاحبِ ایمان اور اللہ کے بیچ تعلق پر دست درازی ہے، اس لیے ہر مومن کو چاہیے کہ وہ اس جرم کے مقابل کم سے کم درجہ کے ردعمل کا نہ سوچے، بلکہ اس کا عزم شدید ترین ردعمل کا ہو، اور وہ یہ کہ وہ ایسے مجرمین کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے، ان کا شیطانی خون اپنے ہاتھ سے بہائے اور دشمنانِ دین کو یہ پیغام دے کہ ان جرائم کے بعد مجرمین کے لیے اس زمین پر زندہ چلنے کا کوئی جواز نہیں۔ اور اس کا اگر موقع نہ ہو تو پھر جو حکومتیں اور قومیں ان جرائم کی حمایت و تائید کرتی ہیں ، ان کے خلاف کارروائی کا عزم ہو، کیوں کہ صرف بارود، خون اور موت کی زبان ہی ان شیاطین کو سمجھ آتی ہے، لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے ہیں اور شہوات کے علاج کے لیے اللہ نے کتاب کے ساتھ تلوار بھی بھیجی ہے۔ یہ تحریر ایک عالم ربانی اور جہادی قائد کے قول پر ختم کرتا ہوں جو انہوں نے ایک یورپی ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا ہے، شیخ ابو عبد اللہ الشافعی فک اللہ اسرہٗ سے شان رسول ﷺ میں گستاخی کرنے والے ایک مجرم کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے یہ زریں الفاظ ادا کیے، یہ الفاظ ایمان افروز ہیں، ان کے سننے سے ایمانی سرور ملتا ہے، اور اللہ ہمیں توفیق دے ، مواقع دے کہ ہم اس پر حقیقت میں بھی عمل کر سکیں۔ آپ نے فرمایا:

”نحن ندافع عن ديننا بدماءِنا وحدودُنا حدودُ الدم حدودُ متفجراتٍ. الذي يهينُ دينَنا يجب أن يعرف أن واحدًا منا سيموت. هذا أو غيره الذي يفعل إهانةً بديننا وكرامتنا يجب أن يفهم أن هذا صراع حياة أو موت. نموت لأجل ديننا و نعيش لأجل ديننا لا شيء مقدس أكثر من ديننا فقط! ومن يصطدم بديننا يجب أن يعرف سنصطدم بهم بمتفجراتنا. لاينبغي أن يكون هناك أيَّ تساهل أيَّ تفاهم أيَّ مساومة على هذا الأمر. نحن لانعيشُ لحياتنا لانعيش لبطوننا و فروجنا، نحن نعيش لديننا وحده!“

”ہم اپنے دین کا دفاع اپنے خون سے کرتے ہیں اور ہماری سرحدات، خون اور بارود کی سرحدات ہیں، جو بھی ہمارے دین کی اہانت کرے گا، اُسے جان لینا چاہیے کہ ہم میں سے ضرور کوئی ایک مرے گا، یہ شخص یا کوئی اور، جو بھی ہمارے دین کی توہین کرے گا اُسے سمجھنا چاہیے کہ اس نے زندگی اور موت کی کشمکش میں قدم رکھا ہے، ہم اپنے دین کی خاطر مرتے ہیں اور دین ہی کی خاطر جیتے ہیں، ہمارے نزدیک ہمارے دین سے زیادہ کوئی چیز مقدس نہیں! جو بھی ہمارے دین کے ساتھ ٹکرائے گا، وہ جان لے کہ ہم اس سے بارود کے ساتھ ٹکرائیں گے، اس مسئلے میں کسی قسم کا تساہل، کسی قسم کا تفاہم اور کسی قسم کی لے دے نہیں۔ ہم زندگی کے لیے نہیں جیتے ہیں، نہ ہی ہم پیٹ اور شرم گاہ کے لیے جیتے ہیں، ہم فقط اپنے دین کے لیے جیتے ہیں!!“

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على حبيبنا ونبينا محمد وآله وصحبه أجمعين!

☆☆☆☆☆

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالَمِ پیر مر رہا ہے!

ابو انور الہندی

لگ بھگ گزشتہ ایک صدی سے مسلم دنیا میں ایک مستقل اور بدقسمت رجحان موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسلام کے اس معیارِ قبولیت کو جسے طبعاً ہمارا پیمانہ ہونا چاہیے، اس کو بنیاد بنانے کے بجائے مغرب کے عمومی مزاج کی بنیاد پر نئے نظریات و تصورات کو اپنایا جاتا ہے اور پھر ان نئے نظریات کو بنیاد بناتے ہوئے اقدامات کیے جاتے ہیں۔ آنے والی سطور میں، میں اپنی بات کا مفہوم واضح کرتا ہوں۔

جب یورپی سامراجی نو آبادکاروں نے اسلامی دنیا میں قدم رکھا تو مغرب کی نقالی کا ایک منحوس سلسلہ شروع ہو گیا۔ مسلمان معاشرے کا کوئی نہ کوئی حصّہ مسلسل مغرب کی تقلید کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا۔ بالعموم ان پہلوؤں کی تقلید کرنے کی کوشش کی جاتی جو ان نقّالوں کے خیال میں مغرب کو عالمِ اسلام سے بہتر و بالاتر بناتے تھے۔ لہٰذا برّ صغیر میں مغرب کے وفادار و اطاعت گزار غلام 'سر' سید احمد خان نے وہ تحریک شروع کی جو بعد ازاں 'اسلامی جدّت پسندی' کے نام سے معروف ہوئی۔ اس تحریک سے وابستہ افراد قرآن مجید میں موجود ہر شئے کی تشریح و توضیح نیچرلزم[1] کی روشنی میں، اور اس زمانے کی 'جدید سائنس' کی بنیاد پر کرتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے بہت سے تو حدیث کے ہی یکسر منکر ہو گئے، اور بہت سوں نے دینِ اسلام کے کئی بنیادی پہلوؤں کا انکار کر دیا۔ یقیناً قارئین سر سیّد احمد خان اور اس جیسوں کے معروفِ زمانہ تجاوزات و انحرافات سے بخوبی واقف ہوں گے۔

جب برطانوی سامراج مصر میں وارد ہوا تو محمد عبدہ کے ذریعے اسلامی جدیدیت کی ایک ملتی جلتی لہر کا آغاز ہوا۔ انگریزوں کی مدد سے محمد عبدہ الاظہر کے شیخ بھی بن گئے۔ سید احمد اور اس کے متّبعین کی طرح، (مصر کے) یہ جدّت پسند سولہویں صدی میں مارٹن لوتھر کی مذہبِ عیسائیت میں شروع کی گئی تحریکِ اصلاح کی طرز پر اسلام میں بھی اصلاح و تجدید کرنا چاہتے تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اس طرح اسلام 'جدید' (دور سے ہم آہنگ) ہو جائے گا۔ ایولن بیرنگ جو 'لارڈ کرومر' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اپنی کتاب بعنوان 'جدید مصر' میں اس شک کا اظہار کرتا ہے کہ نجانے یہ جدّت پسند دینِ اسلام پر فی الحقیقت ایمان رکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ ایک کافر ہوتے ہوئے بھی اس نے یہ محسوس کیا کہ ان تجدید پسندوں کی اصل روح اور ان کی شناخت دو متضاد حصّوں میں بٹی ہوئی تھیں۔

بیسویں صدی کے نصفِ اوّل میں عالمِ اسلام نے دوبارہ دو ایسی تحریکوں کا مشاہدہ کیا جو مغرب کی نقالی میں اٹھی تھیں۔ ان میں سے ایک کمیونزم سے متاثر تھی، اور دوسری قوم پرستی یا نیشنلزم سے۔ مسلم دنیا کے بہت سے اہلِ علم و دانش کمیونزم کے سحر میں مبتلا ہو گئے اور کمیونزم کو عدل و انصاف اور تہذیب کی معراج تصور کرنے لگے۔ سو انہوں نے نہایت سرگرمی اور دلجمعی سے مسلمانوں کو کمیونزم اپنانے کی تحریض دلائی اور کمیونزم کو عین اسلام ثابت کرنے کے لیے تحریروں کے انبار لگا دیے۔ انہوں نے قرآن و حدیث کی تفہیم و تفسیر کمیونزم کی عینک لگا کر کی اور زکوٰۃ و صدقات سے متعلقہ آیات کو حقِ ملکیت کے خلاف آسمانی ہدایت کے طور پر پیش کیا۔

پھر قوم پرستی کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ مغرب سے برآمدہ اس غلیظ نظریے کی بنیاد پر عالمِ اسلام کے بعض افراد نے عرب قوم پرستی کی بدنام زمانہ تحریک شروع کی۔ دیگر لوگوں نے مقامی سطح پر قوم پرستی پر مبنی سیاسی مہمات شروع کیں اور ان کی تائید و توثیق کے لیے اسلام ہی کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔ برّصغیر میں ہم نے 'مسلم قوم پرستی' کے نام سے آپ اپنی ہی نفی کرنے والی ایک تحریک وجود میں آتے دیکھی جو بنیادی طور پر مسلم اکثریت والی ایک سیکولر و لبرل ریاست کا تصوّر لے کر اٹھی تھی۔ واضح طور پر یہ اسلامی طرزِ حکومت حقیقی تصوّر کی ایک نہایت مسخ شدہ، بیہودہ اور ذلت آمیز شکل تھی۔

سرد جنگ کے دوران عالمِ اسلام پر سوویت روس کے اثر و رسوخ کی بڑھتی اور پھیلتی ہوئی لہر کو روکنا امریکہ کی خواہش و ضرورت تھی، لہٰذا اس نے بعض طاغوت حکمرانوں کی 'اسلامائزیشن'...... (جو کہ مسلمانوں کو خوش و مطمئن کرنے کے لیے محض ایک جھوٹے بہلاوے یا سبز باغ کی حیثیت رکھتی تھی) کی کوششوں کی حمایت کی اور ساتھ دیا۔ پھر جب عالمِ عرب کے ہاتھ تیل کی دولت آ گئی تو یکایک وہ بے حد مالدار ہو گئے، مگر اس دولت کو امّت کی بھلائی اور بہتری کے لیے استعمال کرنے کے بجائے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس دولت سے نام نہاد اسلامی بینکاری کا سیکٹر تخلیق کیا جائے گا۔

مگر یہ کام بھی سیکولر و لادین حضرات کا نہیں تھا، بلکہ بہت سے مسلمان اہلِ علم، مفکر و دانشور حتیٰ کہ بعض علماء نے بھی اس کوشش میں حصّہ ڈالا۔ آج اسلامی بینکاری ایک کھربوں ڈالر کی صنعت ہے، مگر اس کے باوجود اراکان، شام، کاشغر اور دیگر بے شمار جگہوں پر ہمارے بھائی اور

---

[1] دہریت / فلسفۂ طبیعی: یعنی یہ فلسفہ کہ دنیا اور اس میں وقوع پذیر ہونے والی ہر شے کی مافوق الفطرۃ یا الہامی و دینی اسباب سے صرفِ نظر کرتے ہوئے فطری یا سائنسی بنیادوں پر توضیح ممکن ہے۔

بہنیں روزانہ بھوک اور فاقوں کا عذاب جھیلتے ہیں۔ اس روش سے عالمی کفری نظام تو مضبوط ہوا، لیکن ہماری امّت کو اس سے کچھ نفع حاصل نہ ہوا۔

پھر سوویت روس کے ٹوٹنے اور بکھرنے کے بعد جب مجاہدین ہبل عصر اور کفر کے سانپ کے سر، امریکہ کے خلاف بڑی جنگ شروع کرنے پر توجہ مرکوز کیے ہوئے تھے، اسلامی تحریکات کا رخ جمہوریت کی جانب مڑ گیا۔ اس سے پہلے بھی جمہوریت کے ساتھ معمولی نوک جھونک تو چلتی چلی آ رہی تھی، مگر نوّے کی دہائی میں یہ سنجیدہ رخ اختیار کر گئی۔ اور ستمبر ۲۰۰۱ء کے مبارک اور عظیم الشان حملوں کے بعد جب ایمان اور کفر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گئے، اور بش ابن بش نے برسرِ عام یہ کہہ کر کہ......’’یا تم ہمارے ساتھ ہو یا دہشت گردوں کے ساتھ‘‘......اسلام کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیا، تو بہت سی اسلامی تحریکیں جمہوریت کے سامنے بچھ گئیں۔

مغرب نے مصر کی اخوان المسلمون، تیونس کی النہضۃ، الجزائر کی ایف آئی ایس (اسلامِک سالویشن فرنٹ) کو یہ باور کرایا کہ ’اگر تم لبرل جمہوری اقدار کے ساتھ چلتے ہو تو ہم (یعنی مغرب) تمہارے ساتھ ربط و تعلق رکھیں گے، تمہیں قبول کریں گے! مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ تم معتدل (moderate) مسلمان بنو۔ اور معتدل بننے کے لیے جمہوریت کو اپنائے رکھنا ناگزیر ہے۔ پھر ہی تمہارا معاشرہ ترقی کرے گا! اور تم آزاد ہو گے! اور اگر تم اپنی بے لچک دعوت پر ہی اصرار کرتے رہے اور جہاد کے رستے کو اپنایا، تو ہم تم سے لڑیں گے ویسے ہی جیسے ہم اسامہ سے لڑ رہے ہیں!‘۔

مغربی دانشگاہوں، میڈیا اور ثقافتی جنگ کے ذریعے، مغرب میں بسنے والے مسلمانوں اور مسلم اکثریتی ممالک میں رہائش پذیر مسلمانوں......دونوں کا اس جنتر منتر سے سابقہ پڑا۔ اور ان مسلمانوں نے مغرب کی بات پر کان دھرے۔ وہ جمہوریت پر ایمان لے آئے اور وہ آزادی پر ایمان لائے۔ ان میں سے ایک نے کہا: ’جمہوریت ہی ہمارا جہاد ہے‘، اور دوسرے نے کہا: ’ہم شریعت سے پہلے آزادی چاہتے ہیں‘۔

بہت سی سیاسی پارٹیاں، چاہے وہ مصری اخوان المسلمون ہو یا تیونس کی النہضۃ، بہت سوں نے اپنی اسلامی میراث کو جمہوریت، سیکولرزم اور لبرلزم کے غیر اسلامی نظریات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی جس سے محض ایک خلط ملط سا ملغوبہ وجود میں آیا جس کے نتیجے میں مغرب کو خوش و راضی کرنے کی خاطر ان کی اساسی و بنیادی شناخت تک پھیکی و کمزور پڑ گئی۔ انہوں نے اپنے آپ کو تبدیل کیا، اپنے عقیدے، اپنے منہج اور اپنے نظریے کو تبدیل کیا۔

یہ سب کرنے کے بعد ان کا خیال تھا کہ مغرب انہیں قبول کر لے گا۔ مگر ہوا کیا؟

ہم جانتے ہیں کہ کیا ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ مصر کی ’رابعہ العدویہ‘ مسجد میں کیا کچھ پیش آیا۔ ہم نے دیکھا کہ تیونس جیسے ممالک میں کیسے مغرب کی پشت پناہی سے جمہوری حکومتوں کو ہٹایا گیا۔ مغرب نے پہلے بھی ابن زاید سے لے کر سیسی اور ہفتر، ابن سلمان اور قیس سعید تک، بدترین ظالم و جابر حکمرانوں کی حمایت کی، اور اب تک کرتا چلا آ رہا ہے۔

فلہٰذا ’اسلامی کیمونسٹ‘ اور ’مسلم یا عرب قوم پرستوں‘ جیسے جدّت پسندوں کی طرح ’اسلامی جمہوریت‘ کے علم بردار بھی دھوکہ کھا گئے۔ مغرب نے ان سے جھوٹ بولا، اور انہیں کٹھ پتلیوں کی طرح اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جیسا کہ اس کی دیرینہ عادت ہے۔

جمہوریت کے ساتھ خبطی قسم کا شدید لگاؤ کیوں بطورِ خاص حیران کن محسوس ہوتا ہے؟ اس کی وجہ اس کی سطحیت ہے۔ آخر جمہوریت......فی نفسہ......کیسے مسلم دنیا میں پائے جانے والے اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کو حل اور دور کر سکتی ہے؟ جمہوریت میں ایسی کون سی صفت یا خصلت ہے جو اسے ایک ہمہ گیر اور جامع سیاسی نظام بناتی ہے جو ان تمام مسائل، جن کی جڑیں گہری اور دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں، کا کافی و شافی حل پیش کر سکے؟

تاریخ اس پر شاہد ہے کہ مغرب کی اٹھان کے پیچھے نو آبادیت و سامراجیت کا ہاتھ تھا۔ اقتصادی ترقی اور ٹیکنالوجی کے ارتقا کا جمہوریت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔ جمہوریت مسئلے کا ایک جزو ہے، نہ کہ اس کا حل۔

آج کے نام نہاد ’اسلام پسندوں‘......جو اپنے ایمان کو جمہوریت اور سیکولر ریاست کے ساتھ نتھی کرتے ہیں......کو کسی بھی طور ’اسلامی‘ یا اسلام پسند نہیں کہا جا سکتا۔ یقیناً ان کے حامیوں کی اکثریت باعمل مسلمانوں پر مشتمل ہے جو ایسی (اسلام پسند) پارٹیوں اور تحریکوں کی حمایت و نصرت اس لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ اسلامی عدل، اخلاق اور رحم کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔

مگر وہ درحقیقت یہ فہم اور ادراک نہیں رکھتے کہ جمہوریت ہے کیا چیز، اور سیکولر ریاست کی اصل طبیعت و فطرت کیا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ جمہوریت کا مطلب یہ ہے کہ قانون سازی پارلیمنٹ کے ممبران کے ہاتھوں ہو گی۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ جمہوریت میں آئین و دستور اور پارلیمنٹ کو قرآن و سنت پر ترجیح اور فوقیت دی جاتی ہے۔

شریعتِ اسلامی بہر لحاظ جمہوریت اور سیکولر ریاست کے ساتھ ناموافق اور بے جوڑ، بلکہ اس کی متضاد و متناقض ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ شریعت دقیانوسی و نامعقول، غیر منطقی اور موجودہ حالات کے لیے غیر مناسب ہے، بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ جمہوریت، سیکولرزم اور قومی ریاست (مغربی یورپ سے آنے والا ایک خصوصی جدید تصور) کے تصورات اساسی اور بنیادی طور پر ناقص ہیں اور اس اعلیٰ اخلاقی نمونے کی ضد ہیں جو شریعت کہلاتا ہے۔

ریاست اپنے آپ کو اقتدار و اختیارِ اعلیٰ تصور کرتی ہے۔ ریاست کا قانون سب سے بلند و برتر ہے۔ اپنی سرحدی حدود کے اندر ریاست سب جاننے والی، ہر جگہ موجود اور ہر شے پر قادر رہنا چاہتی ہے (یعنی ریاست قادرِ مطلق، عالمِ کل اور حاضر و ناظر رہنا چاہتی ہے)۔ جمہوریت کی طرح، سیکولر ریاست کا یہ تصور بھی ایک خدائے باطل سے زیادہ کچھ نہیں، یہ ایک تراشیدہ بت ہے۔

اسلام تو محض ایک خدائے واحد و لاشریک کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا نام ہے۔ جو واحد و یکتا ہے، جبّار و قہار ہے، مالک الملک اللہ ہے۔ اور اسلامی نظام حکومت قانون کی حکمرانی، اختیارات کی علیحدگی، کم سے کم حکومت (یعنی عوام کی زندگی میں ریاستی مداخلت) اور معاشرتی ترقی کی کہیں زیادہ کامیاب اور مستحکم صورت فراہم کرتی ہے جو سیکولر ریاست کبھی بھی نہیں کر سکتی۔

اسلامی معاشروں کی ہزار سالہ تاریخ دنیاوی اعتبار سے بھی نہایت معتدل و متوازن، پائیدار اور کامیاب نمونہ پیش کرتی ہے۔ اسلامی نظام میں حکمران کی طاقت اور حدودِ اختیار پر بنیادی طور پر خود اسلام اور علمائے اسلام نظر رکھتے تھے۔ یہ علمائے اسلام ایسے فقہی (قانونی) ماہرین تھے جو کہ مجتمع اسلامی (اسلامی معاشرے) کی اپنی طبعی پیداوار تھے (یہ علماء خود نہایت فطری طریقے سے اسلامی معاشرے ہی سے اٹھنے والے / پیدا ہونے والے قانونی ماہرین تھے)۔ وہ قرآن و سنت، علمی روایات اور اپنے معاشرے سے جڑے ہوئے افراد تھے۔ اگر ان میں سے بعض فاسد بھی ہو گئے (جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اہلِ علم بھٹک جائیں گے) تو بھی ایسے اہلِ علم ہمیشہ موجود رہے اور رہیں گے جو حق پر ثابت قدم رہے۔ لہٰذا کوئی قوت یا کوئی حکمران بھی یہ اختیار نہیں رکھتا تھا کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق قانون کو تبدیل کرے یا توڑ مروڑ کر بگاڑے...... جیسا کہ جدید سیکولر ریاست میں کیا جاتا ہے۔ علماء کے درمیان پایا جانے والا اختلافِ رائے بھی اس بات کا ضامن تھا کہ اسلام میں رائے کا ایسا افراط موجود رہے جو قانونِ اسلامی کو ہر قسم کی نئی صورتحال کا سامنا کرنے کے قابل بنائے۔

اسلامی نظام کے تحت معاشرہ انتہائی منظّم تھا جسے آسانی سے دستیاب و موجود، معقول اور قابلِ فہم معیارِ عدل نے جوڑ رکھا تھا۔ سیاست اس قدر کم تھی کہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ حکمران بعض امور کی انجام دہی کے پابند تھے۔ وہ شریعت کی بالادستی قائم کرتے، مسلمانوں کے حقوق اور ان کی عزت کا تحفظ کرتے اور کفر و کفار کے خلاف مسلمانوں کی تلوار اور ان کی ڈھال بنے رہتے۔ اس کے بدلے میں عوام انہیں اپنی بیعت ......یعنی وفاداری کا عہد...... اور شریعت کے مقرر کردہ ٹیکس ادا کرتے۔

اور اس نظام کے تحت ۱۲۰۰ سال تک امتِ مسلمہ پھلتی پھولتی رہی۔ ہاں یقیناً بعض اوقات ہم پر زوال بھی آیا، ہم گرے بھی، مگر اللہ کے فضل و کرم سے ہم دوبارہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر یورپی جارحیت کے بعد سے ہم نے خود اپنی مرضی اور اختیار سے سیکولر ریاست کا نظام اور جمہوریت و لبرلزم کے نظریات اپنا لیے، اور اس آسمانی ہدایت و رحمت کو پسِ پشت ڈال دیا کہ جو اسلامی نظام کہلاتا تھا۔

مستقبل میں کیا ہو گا؟

جمہوریت اور سیکولر قومی ریاست کے بت اب ٹوٹ رہے ہیں۔ آج مغربی دانشور روزانہ کی بنیاد پر ’طاقت کی سیاست کی واپسی‘ اور ’تمدنی ریاستوں‘ کی بحث کرتے ہیں۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے جو بین الاقوامی نظام قائم تھا، بالخصوص وہ ’یک قطبی عہد‘ جو جمہوریت و لبرلزم پر بے جا اعتماد و یقین کا سبب بنا، اب ختم ہو گیا ہے۔ جیسا کہ یوکرین کی جنگ سے ظاہر ہے، دنیا کا نظام تبدیل ہو رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آنے والی دہائیوں میں ہم سیاسی، معاشی و معاشرتی...... ہر لحاظ سے بہت بڑے اور عظیم انقلابات کا مشاہدہ کریں گے۔ اور بین الاقوامی برادری اور عالمِ کفر کے اکٹھ اقوامِ متحدہ کی بیکار و لاحاصل بحثوں کے بجائے قوت کی سیاست کو لوٹتا دیکھیں گے۔ ایک چند قطبی دنیا میں مضبوط و طاقتور اور پر عزم قائدین اپنی سلطنتیں آپ تراشیں گے کیونکہ کسی بھی ایک بلاک (مغرب، چین یا روس) کو ایسی کامل طاقت و اختیار حاصل نہ ہو گا کہ ان معاملات میں اپنی منوا سکے۔ سادہ الفاظ میں کہیں تو یہ کہیں گے کہ اس کھیل کے اصول بدلنے والے ہیں۔ نہیں، بلکہ وہ بدل بھی چکے ہیں۔ بقولِ اقبالؒ:

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا تھا قمار خانہ

مسلمانوں اور بالخصوص اسلامی تحریکوں کو ضرورت ہے کہ اس نئی حقیقت کو سمجھیں اور اس کے مطابق منصوبہ بندی کریں۔ ان شاء اللہ اس امت کی فتح پہلے سے کہیں زیادہ قریب تر ہے۔ ربّ کعبہ کی قسم! اس میں کوئی شک نہیں کہ امّتِ محمدیہ ﷺ ہی فتح یاب ہو گی، مگر حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ صحیح وقت پر صحیح فیصلہ کیا جائے اور اس پر صحیح طریقے سے عمل پیرا ہوا جائے۔ درست حکمتِ عملی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آگے دیکھنے کے ساتھ ساتھ پیچھے بھی دیکھا جائے۔

پہلی اور اوّلین ضرورت اس بات کی ہے کہ جمہوریت اور سیکولر ریاست کے بتوں کو اٹھا پھینکا جائے اور نفاذِ حکومتِ اسلامی کے مقصد و ہدف کو دل سے قبول کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ناگزیر ہے کہ اپنی اور معاشرے کی اصلاح کی جدوجہد ہر لمحہ جاری رکھی جائے، کہ تجدید بغیر اصلاح کے ممکن نہیں۔

دوسری ضرورت یہ ہے کہ قومی ریاستوں اور سرحدوں کی پیدا کی ہوئی اس ذہنی قید سے آزادی و نجات حاصل کی جائے اور پوری امّت کے اعتبار سے سوچا جائے، اس کی قوتوں اور کمزوریوں کے اعتبار سے۔

تیسری بات یہ کہ جہاں کہیں ممکن ہو (ان علاقوں میں جنھیں علمائے جہاد نے بنیادی (primary) علاقوں سے تعبیر کیا ہے)، مسلمانوں کو چاہیے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز کریں۔ واللہ! یہی وہ راستہ ہے جو عزت و شرف، قوت اور فتح و کامرانی کی جانب لے جاتا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ جن علاقوں میں طاقت کے عدم توازن، زمینی صورتحال یا دیگر وجوہات کی بنا پر فی الحال دشمن کے ساتھ دوبدو مقابلہ ممکن نہ ہو، وہاں اسلامی تحریکوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل طریقے اپنائیں:

- توحید (خصوصاً توحیدِ حاکمیت) کے بارے میں ایک کھلے اور غیر مصالحانہ موقف کی حامل ایک ایسی دعوت (پھیلائی جائے) جو ہر قسم کے کفری نظاموں اور نظریات و تصورات کا رد کرنے والی ہو۔
- اپنے خون اور تلوار سے پرچمِ اسلام کو بلند کرنے کی کوشش و سعی میں مصروف مجاہدین کی ہر ممکن طریقے سے مدد و نصرت کی جائے۔
- مقامی طور پر اجتماعی عمل و جدوجہد کے ذریعے معاشرتی و تزویراتی قوّت حاصل کرنے کے طویل سلسلے کو رواں کرنے کی کوشش کی جائے اور ساتھ ساتھ ان نظریات اور اداروں (بشمول سیکولر و قوم پرست سیاسی پارٹیوں اور نعروں) کی بیخ کنی کی جائے جو مسلمان عوام کی آنکھوں پر پردہ ڈالے رکھنے کے کام آتے ہیں۔
- اس آبِ جو کو دریائے تند و تیز میں بدلنے کے درست لمحے کا انتظار کیا جائے۔

طاقت و قوت بزور حاصل کی جاتی ہے، بخشش میں نہیں ملتی...جو چیز طاقت کے بل پر غصب کی گئی ہو، اسے بزورِ طاقت ہی واپس لیا جا سکتا ہے۔ اور اس امّت کی فتح محض ایک ہی قوت، ایک ہی طاقت، ایک ہی نظریے کے ذریعے ممکن ہے:......اصل و مستند اسلام......اور ماسوائے اس کے کچھ بھی نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب!

☆☆☆☆☆

بقیہ: میدانِ بدر میں الولاء والبراء کی عملی تصویر کشی

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اسی ایمانی غیرت اور دین ہی کی بنیاد پر سب کچھ لُٹا دینے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام غزوات اور جہادات اپنی ہی قوم اور اپنے ہی خویش و اقارب اور اپنے ہی اعزا اور احباب ہی سے تو تھے، کسی غیر ملکی اور اجنبی قوم سے تو نہ تھے۔ جنگ بدر میں مہاجرین کے سامنے کسی کا باپ تھا اور کسی کا لختِ جگر اور کسی کا بھائی اور کسی کا چچا اور کسی کا ماموں اور عام رشتہ داری تو سبھی سے تھی۔ محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دین کے لیے صحابہ کرامؓ کی تیغ بے دریغ بے نیام تھی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ واہ واہ ایمان ایسے ہی عشق کا نام ہے جس کے سامنے لیلیٰ اور مجنوں کی تمام داستانیں گرد ہیں اور قرآن و حدیث میں جو ہجرت کے فضائل سے بھرے پڑے ہیں اس ہجرت کا مطلب یہی تو ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے ماں اور باپ اور بیوی اور بچوں اور خویش و اقارب سب کو چھوڑ دینا، قوم اور وطن کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب ہجرت کی تو جس کی رفیقۂ حیات اور محبوب بیوی نے کفر کو اسلام کے مقابلے میں ترجیح دی اور کفر کی حالت میں قوم اور وطن کی سکونت کو اختیار کیا تو اس صحابیؓ نے عمر بھر کی رفیقۂ حیات کو طلاق دے دی اور بیوی بچوں اور مال و دولت اور گھر اور بار چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوئے اور مدینہ کا راستہ پکڑا رضی اللہ عنہم وحشرنا فی زمرتہم واماتنا علی حبہم وسیرتہم آمین یارب العالمین۔ اے میرے عزیزو! اے میرے دوستو! قومیت اور وطنیت ایک فتنہ ہے، بت پرستی کے بعد قوم پرستی اور وطن پرستی کا درجہ ہے۔ اور کفر دون کفر اور شرک دون شرک اور ظلم دون ظلم کا مصداق ہے۔ انما المومنون اخوۃ اور ان الکفرین کانوا لکم عدوا مبینا کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو اپنا بھائی اور روئے زمین کے کل کافروں کو اپنا ایک دشمن سمجھو۔“

☆☆☆☆☆

میدانِ بدر میں الولاء والبراء کی عملی تصویر کشی

حافظ طیب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ

موالات و معادات اسلامی عقیدے کی اساس اور ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے لوازمات اور شرائط میں سے ہے، حتیٰ کہ بعض علماء کا کہنا ہے کے اثباتِ توحید اور ردّ شرک کے بعد قرآنِ مجید میں جتنا زور ولاء و براء پر دیا گیا ہے اتنا زور کسی دوسرے مسئلہ پر نہیں ہے۔ اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو قرآنِ مجید کا ایک بہت بڑا حصہ احکامِ ولاء و براء پر مشتمل ہے۔ حتیٰ کہ بعض مستقل سورتیں ہی اس مسئلے کے اثبات کے لیے نازل ہوئی ہیں، جیسے سورۃ التوبہ، الممتحنۃ اور الکافرون وغیرہ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ قَالُوا۟ لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَٰٓؤُا۟ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةُ وَٱلْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَحْدَهُۥٓ (سورۃ الممتحنہ:۴)

''تم لوگوں کے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو، قطعی بیزار ہیں۔ ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہو گئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَوثَقُ عُرِی الْاِیْمَانِ الْمُوَالَاۃُ فِی اللّٰہِ وَالْمُعَادَاۃُ فِی اللّٰہِ وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغضُ فِی اللّٰہِ(الطبرانی الکبیر :۱۱۵۳۷، ۱۱/ ۱۷۲)

''ایمان کا سب سے مضبوط کڑا اللہ کی رضا کی خاطر موالات و معادات (وفاداری و بےزاری) اور اللہ ہی کی رضا کی خاطر محبت و دشمنی رکھنا ہے۔''

یہ عقیدہ الولاء والبراء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رگ و ریشہ میں رچ بس گیا تھا۔ اُنہوں نے اپنی زندگی کو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کر دیا تھا۔ روزمرہ کے تعلقات و معاملات ہوں یا دلی ہمدردیاں، خویش و اقارب کی محبتیں ہوں یا کسی سے دشمنی اور عداوت کا معاملہ، اُن کی سیرت کو جس پہلو سے بھی دیکھیں، عقیدۂ الولاء البراء ہی کو بنیاد بنا کر وہ ان مراحلِ زندگی سے سرخروئی کے ساتھ گزرے۔

اللہ کے لیے محبت اور دوستی اور اللہ ہی کے لیے عداوت اور دشمنی کی واضح ترین مثالیں غزوۂ بدر کے موقع پر سامنے آئیں۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح نے اپنے باپ عبد اللہ بن الجراح کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس کی وجہ محض یہ تھی کہ والد کفر کا جھنڈا اٹھا کر آیا تھا اور ابو عبیدہؓ نے اپنی باگ ڈور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دی تھی۔

اسی طرح حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بدر کے دن اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا تھا۔ ان کا ایک دوسرا بھائی زرارہ بن عمیر المعروف ابو عزیز مکی بھی کافروں کی طرف سے شریکِ معرکہ تھا۔ اسے جب حضرت ابو ایوب انصاریؓ جنگ کے بعد گرفتار کر کے باندھ رہے تھے تو حضرت مصعبؓ کی نظر بھی اس پر پڑی۔ انہوں نے اپنے انصاری بھائی سے کہا ''اے بھائی! اس جنگی قیدی کو مضبوطی سے باندھنا، اس کی ماں بڑی مال دار ہیں''۔ یہ سن کر زرارہ نے تعجب اور غصے سے کہا ''تمہارا خون کس قدر سفید ہو گیا ہے کہ تم ایک غیر کو اپنے بھائی کے خلاف اکسا رہے ہو''۔ تو حضرت مصعبؓ نے فرمایا کہ ''نہیں تم غلط کہہ رہے ہو، تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ میرا بھائی تو وہ ہے جو تمہیں باندھ رہا ہے''۔

اسی غزوے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد الرحمن بھی غزوۂ بدر میں کفار کی جانب سے شریک تھے۔ بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تو ایک دن بیٹے نے باپ کو بتایا کہ آپ غزوۂ بدر میں میری تلوار کی زد میں آ گئے تھے لیکن میں نے حقِ پدری کا لحاظ کر کے چھوڑ دیا، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ''اگر تو میری زد میں آ جاتا تو میں تجھے قتل کر دیتا اور بیٹا ہونے کا بالکل لحاظ نہ کرتا کہ میری محبت کا مظہر تُو نہیں بلکہ اسلام، اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ہیں''۔

اس معرکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا اور کفار کو شرمناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ کفار کے ستّر (۷۰) افراد قید ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحابؓ سے مشورہ کیا۔ صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے، علیؓ کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن ماریں اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے پیشوا اور امام ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر 48 پر)

مع الأستاذ فاروق

معین الدین شامی

الطريق إلى التغيير

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء.

اللّهم وفقني كما تحب وترضى والطف بنا في تيسير كل عسير فإن تيسير كل عسير عليك يسير، آمین!

۲۰۱۰ کے اواخر میں عالمِ عرب میں انقلابات کی لہر پھوٹی۔ پھر محض آٹھ دس ماہ کے اندر تیونس میں بن علی، مصر میں حسنی مبارک، لیبیا میں قذافی اور یمن میں علی عبد اللہ صالح کے تختے الٹ گئے۔ الجزائر و یمن میں جہادی تحریکات باقی عالمِ عرب کی نسبت مضبوط تھیں، ان کو اپنے علاقوں یا پڑوس (تیونس و مالی) میں مزید پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ یمن میں بہت سے علاقے مجاہدین کے قبضے میں نتیجتاً آئے اور بہت سے غنائم حاصل ہوئے، عوام کی کثیر تعداد نے نظامِ شریعت اور اس کے داعیوں، مجاہدینِ القاعدہ جو یمن کے ان علاقوں میں 'انصار الشریعۃ' کے نام سے جانے جاتے ہیں کی طرف رجوع کیا۔ کئی قصبوں اور شہروں میں شریعتِ مطہرہ کا عملی نفاذ ہوا۔ تیونس و لیبیا میں بھی انصار الشریعۃ کے مجاہدین کا ظہور ہوا اور مصر کے صحرائے سیناء میں چند دہائیوں سے موجود مجاہدین بھی مضبوط ہوئے۔ سب سے بڑھ کر شام میں اہلِ دین کو دین پر عمل، دین کی دعوت دینے اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی آزادی و سہولت حاصل ہوئی۔

یہ تھے وہ حالات جن کے پیدا ہوتے ہی پاکستان میں بھی چند اہلِ دین نے عالمِ عرب کی طرز پر محنت کرنے کا ارادہ کیا۔ عرب میں واقع ہونے والے انقلابات میں بظاہر ایک اہم سبب یا آلہ سوشل میڈیا بن کر سامنے ابھرا۔ مصر میں آنے والے انقلاب کو 'فیس بک ریولوشن' اور شام میں اٹھنے والی تحریک کو 'یوٹیوب اَپ رائزنگ' کہا گیا۔ اسی زمانے میں (ایک دو سال قبل) ایران میں بھی ایک تحریک اٹھی جسے بعض حلقوں میں 'Failed Twitter Revolution' کے نام سے یاد کیا گیا[1]۔

فلہٰذا سال ۲۰۱۱ء کے نصفِ اول میں القاعدہ کے مشائخ نے بھی بہارِ عرب، عرب انقلابات کی طرز پر پاکستان میں دعوتی مہمات شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ اس منصوبے کو الطريق إلى التغيير یعنی 'تبدیلی کا راستہ' کا نام دیا گیا۔ ان نئی دعوتی مہمات کی منصوبہ بندی نہایت کم وسائل کے ساتھ شروع کی گئی، ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا رحم یہ ہوا کہ جس وقت اس منصوبے کا خیال مشائخِ القاعدہ کے ذہن میں آیا اور اس کام کو عملاً کیسے کیا جائے پر مشاورت آزاد قبائل کی سرزمین میں ہو رہی تھی تو اسی اثنا میں پاکستان کے شہری بندوبستی علاقوں سے اسی کام کے ایک ماہر ساتھی میران شاہ آئے۔ القاعدہ کے مشائخ کی فکری رہنمائی اور ان ساتھی (بھائی محمد عادل) کے عملی تجربات اور مشاہدات نے اس منصوبے کو نسبتاً سہل بنا دیا۔ اس منصوبے کی عمومی مسئولیت حضرت الاستاذ کے پاس تھی اور بنیادی طور پر فکری رہنمائی بھی وہی کرتے تھے اور ان سے اوپر شیخ ابو عبد الرحمٰن المغربی، فضیلۃ الشیخ ابو یحییٰ اللیبی اور فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری۔ اس خیال اور رہنمائی میں فضیلۃ الشیخ عطیۃ اللہ اللیبی بھی پوری طرح شریک تھے لیکن وہ اس کے باقاعدہ لانچ ہونے سے قبل ہی ۲۰۱۱ء کے نصفِ ثانی کے اوائل میں شہید ہو گئے۔ شیخ ایمن الظواہری کی اس رہنمائی اور استاذ سے تعلق کے متعلق نہایت مختصر گفتگو 'مع الأستاذ فاروق' ہی کی پہلے کی کسی نشست میں گزری ہے۔ استاذ کے تحت عملاً مسئولیت میرے مرشد ظہیر بھائی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھی۔ ظہیر بھائی کے ساتھ ایک مجلسِ مشاورت بھی تھی، جسے کسی درجے میں بھائی محمد عادل کی اصطلاح میں تھنک ٹینک کہا جا سکتا ہے، ابتداءً یہ مجلسِ مشاورت اتنی باقاعدہ نہ تھی لیکن وقت کے ساتھ اس میں قدرے باقاعدگی بھی آ گئی۔ ظہیر بھائی نے مجھے بتایا کہ اس سلسلے میں ظہیر بھائی سرِ فہرست مجلہ نوائے افغان جہاد (نوائے غزوۂ ہند کا سابقہ نام) کے مؤسس مدیر اور بلند جہادی و دعوتی شخصیت حافظ طیب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور ان کے علاوہ انجنیئر اسامہ سہیل اور مولانا محمد مثنیٰ حسّان سے، ساتھ ہی بھائی محمد عادل سے۔ البتہ انجنیئر اسامہ سہیل اور بھائی محمد عادل سے مشاورت مستقل بنیادوں پر خوب باقاعدگی سے ہوتی تھی۔

اس منصوبے کی حسنات میں کئی ساتھی شریک رہے۔ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا...... یہ منصوبہ ابھی تک ختم نہیں ہوا، بلکہ جاری ہے اگرچہ اس منصوبے کے براہِ راست وابستگان میں سے کئی شہید ہو چکے ہیں۔ شہیدوں میں شیخ استاذ احمد فاروق، حافظ طیب نواز، اسامہ ابراہیم غوری، (کسی درجے میں اس منصوبے میں شامل) شیخ مصطفیٰ عبد الکریم (حسین یا مزمل بھائی، اصل نام رانا عمیر افضال تھا)، بھائی عمر دیبلی (جو منصوبے کے عملاً شروع ہوتے ہی یا شروع ہونے کے بعد ہی شہید ہو گئے)، ثاقب گیلانی وغیرہ شامل ہیں جو اپنے رب سے کیا وعدہ سچا کر گئے۔ کسی نے وزیرستان کے شوال میں امریکی ڈرون حملے میں اپنا لہو

[1] یہاں اس بات کی وضاحت شاید ضروری ہو کہ جن انقلابات کو سوشل میڈیا انقلابات کہا گیا وہ بنیادی طور پر سوشل میڈیا کا کمال نہیں تھے، بلکہ سوشل میڈیا کا بھی مؤثر استعمال وہی لوگ کر سکے جو زمین پر مضبوط دعوت اور انتظام رکھتے تھے اور اس کی ایک مثال مصر میں الاخوان المسلمون ہے۔ بہر کیف سوشل میڈیا ایک نہایت طاقت ور آلے یا وسیلے کے طور پر سامنے آیا اور اگر سوشل میڈیا کو آج بھی پروپیگنڈہ ٹول اور جعلی ٹرینڈ سازی کے لیے استعمال نہ کیا جائے، بلکہ اس کو معتدل آلے کے طور پر ہی رہنے دیا جائے تو یہ معاشرے کی اصل قوتوں کی نمائندگی کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

پیش کیا، کسی نے ملتان میں آئی ایس آئی کے بغل بچہ ادارے سی ٹی ڈی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا، کوئی زابل کے میزان میں اور ہلمند کے دیشو میں امریکی و مرتد افغانوں کے چھاپے میں رب کی لقا کو گیا، کوئی باب الاسلام کراچی کے ایک فلیٹ میں سندھ رینجرز کے چھاپے میں شہید ہوا اور کوئی پیر پنجال کے برف پوش پہاڑوں میں ہندو فوج سے لڑتا حور و قصور تک پہنچا۔ اس منصوبے کے وابستگان میں کئی آج فرنٹ لائن امریکی اتحادیوں کے زندانوں میں بند ہیں اور کئی آزاد محاذوں پر اسی دعوت کو پھر سے کھڑا کرنے کی محنت میں بقدرِ استطاعت کھپے ہوئے ہیں اور باذن اللہ منتظر ہیں کہ کب ان کی شہادت ان کے کٹے سروں کا تاج بنے گی۔

حق تو یہ ہے کہ اس منصوبے کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جائے، بلکہ اپنے مرشد ظہیر بھائی سے سنہ ۲۰۱۳ء کے اواخر میں راقم السطور نے کہا بھی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ان تجربات کو قلم بند کر لوں، لیکن آج تک اس کا موقع میسر نہیں آیا۔ زیرِ نظر محفلِ استاذ کی اولین سطور میں بھی اس کا ذکر بس شروع ہی ہوا ہے۔ اللہ سے توفیق مانگتا ہوں کہ وہ اس منصوبے کے تجربے اور مشاہدے کو کسی اور تحریر میں قلم بند کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ فی الحال اس منصوبے کے جن عملی پہلوؤں سے استاذ کا تعلق رہا ان کو بقدرِ یادداشت یا ایک آدھ خط جو دستاویزی صورت میں میرے پاس موجود ہے سپردِ قرطاس کرتا ہوں، اللّٰهم وفقني!

حضرت الاستاذ، ایک نابغہ شخصیت تھے۔ داعی بھی، مجاہد بھی۔ عالم بھی، مقاتل بھی۔ خطیب بھی، ادیب بھی۔ مربی بھی، مصلح بھی۔ منصوبہ ساز بھی، اداری بھی۔ جانِ محفل بھی، سوز و غم بھی۔ استاذ اپنی بہت سی مصروفیات کے ساتھ جن کا کسی درجے میں ذکر راقم کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، اس طرف بھی متوجہ رہتے تھے کہ الطریق إلی التغییر میں سرپرستی اور نگرانی کے علاوہ ان کا براہِ راست حصہ بھی ڈلتا رہے۔ سبحان اللہ! اس وقت جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں اور دل و ذہن کی آنکھ سے ماضی میں جھانک کر استاذ کو دیکھتا ہوں تو وہ مجھے سراپا مصروفیت نظر آرہے ہیں۔ اتنے کام اکٹھے کرتے رہنا خود ایک کرامت ہے، اللہ جلّ شانہٗ استاذ سے راضی ہو جائے۔

سوشل میڈیا پر کام کے حوالے سے جو فیصلے کیے گئے تو ان میں ایک یہ بھی تھا کہ مختلف ساتھی مختلف ناموں سے مختصر تحریرات یعنی بلاگز (blogs) لکھا کریں۔ اسی ضمن میں ایک ہفتہ وار یا پندرہ روزہ بلاگ استاذ نے اپنے ذمے بھی لے لیا۔ اس بلاگ کا نام ساتھیوں نے مشاورت سے 'نا گفتنی' رکھا۔ اس خدشے سے کہ کہیں رابطے کے تعطل کے سبب تحریرات کی آمد و نشر میں تعطل واقع نہ ہو، استاذ نے شروع شروع میں اکٹھی چار پانچ تحریرات بھیج دیں۔ اس کے بعد ہر دفعہ رابطہ ہونے پر دو دو تحریرات بھجوا دیا کرتے تھے۔ استاذ کی تحریرات 'نا گفتنی' پر 'محمد سمیر راجپوت' اور 'شریعت یا شہادت' پر 'قاری محمد عثمان' کے نام سے شائع ہوتی رہیں۔ ان بلاگوں کا سلسلہ قریباً ڈیڑھ سال جاری رہا اور غالباً استاذ کی کل درجن کے قریب تحریرات شائع ہو سکیں بعض تحریرات بعض تکنیکی اسباب سے اداراتی ٹیم کے فولڈر میں ہی جمع ہوئیں اور آج حوادثِ زمانہ کے سبب کسی کے پاس بھی موجود نہیں۔ استاذ نے ان تحریرات میں پاکستان میں قائم نظام کا فساد عقلی اعتبار سے اعداد و شمار اور حقائق کے ذریعے ثابت کیا۔ استاذ رحمہ اللہ کی انہی تحریرات میں سے بعض بعداً مجلہ نوائے غزوۂ ہند میں بھی موضوع کے اعتبار سے شائع ہوئی ہیں۔

استاذ ایک جہادی عالم تھے اور مقاتل جیش کے امیر بھی، فکر و منہج بیان کرنے والے بھی۔ لیکن ان تحریرات میں استاذ نے اپنا اسلوبِ قلم بالکل بدل لیا۔ استاذ کی ان تحریرات کو آج بھی کسی کو ان کے نام کے بنا دکھایا جائے تو پڑھنے والا یہ تسلیم نہ کرے کہ یہ تحریر لکھنے والے استاذ احمد فاروق ہیں۔

جہادی زندگی اور راقم السطور کو اپنے قلیل و ناقص مشاہدے اور تجربے سے معلوم ہوا کہ عصرِ حاضر کی جہادی زندگی، اس میں ادارتِ امور اور معمولات کی پابندی نہایت صعب ہے اور اللہ جل جلالہٗ کے فضل کے بعد اہلِ ہمت ہی کا کام ہے۔ یہاں عام زندگیوں میں دفاتر میں جس طرح نائن ٹو فائیو کا ٹائم ٹیبل ہوتا ہے اس طرح عمل نہیں ہو سکتا کہ زندگی حوادث کا نام ہے، ایک سے ابھی نمٹ کر پوری طرح باہر نکلے نہ تھے کہ ایک اور حادثہ، کوئی سانحہ، کوئی غم سامنے کھڑا ہے۔ اس کا اکثر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پابندیٔ اوقات و معمولات مجاہدین کی زندگی میں ناپید ہو جاتی ہے جو خود ایک سانحہ ہے کہ بہر کیف مجاہدین اسی دنیائے اسباب میں جیتے ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح ان کو بھی دن میں چوبیس گھنٹے اور ہفتے میں سات دن ہی عطا ہوئے ہیں۔ جنوبی افریقہ کے ایک صوفی و مربی عالمِ دین شیخ سلیمان مُولا فرماتے ہیں کہ 'صحابۂ کرام سے ان کا مال لینا آسان لیکن ان کا وقت لینا نہایت مشکل کام تھا'۔ اسی طرح مجھے میرے مرشد ظہیر بھائی نے بتایا کہ فضیلۃ الشیخ عطیۃ اللہ اللیبی شہید نے وقت کی قدر کے حوالے سے ایک مجلس کے دوران نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پابندیٔ اوقات کے لیے باقاعدہ دفاتر (رجسٹر) مرتب کیا کرتے تھے۔ میں نے خود اپنے دو بزرگوں فاروق بھائی اور ظہیر بھائی کو دیکھا کہ وہ اس امر کی جانب متوجہ رہتے تھے۔ فاروق بھائی اپنا دن ایک نسبتاً ڈھیلے ڈھالے نظم میں گزارتے تھے، کام اور ان کے عمومی اوقات ان کی زندگی میں متعین تھے، اور اس کا ثبوت ان کی سراپا زندگی تھا اور ظہیر بھائی تو عموماً وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھتے تھے اور وقت کے بہتر استعمال کے حوالے سے ساتھیوں سے مشورہ بھی مستقل کرتے تھے۔ ہمارے شہید استاذ جو ایک ہی وقت میں اتنے کام کرتے تھے (جن میں سے کئی راقم جانتا بھی نہیں) تو اس کا سبب یہ ادارتِ اوقات و معمولات تھا۔ بہر حال اسی اصول میں استثناء ایک یہ بھی ہے کہ جہادی زندگی میں ساتھیوں اور افراد کی اہمیت کے بقدر جب جب موقع ملے تو ساتھیوں کو خوب خوب وقت بھی دیا جائے اور فاروق بھائی رحمہ اللہ اس پر بھی عامل تھے۔ اپنے انہی معمولات کی پابندی کے ساتھ استاد الطریق إلی التغییر کو وقت دے پاتے تھے۔

الطریق إلی التغییر کا ایک اہم حصہ ایک 'سینٹرل ریسورس پورٹل' کا قیام تھا، جس پر پاکستان میں تمام دعوتی موضوعات کے متعلق تحریری، صوتی و بصری مواد جمع کرنا تھا۔ اتنا مواد جب جمع کیا جائے تو نامحرم عورتوں کی تصاویر و ویڈیوز اور ساز کا کیا ہو؟ مجاہدین کے اعلام میں ویڈیو سازی یا پوسٹر سازی وغیرہ میں نامحرم عورتوں کی تصویروں کو دھندلا (blur) کر دیا جاتا ہے اور ساز کو یا تو بعض طریقوں سے ختم کر دیا جاتا ہے یا ساز والی ویڈیوز کو استعمال ہی نہیں کیا جاتا۔ لیکن جب ایک 'سینٹرل ریسورس پورٹل' بنانا ہو یعنی 'مواد حاصل کرنے کی مرکزی رسد گاہ' تو اس میں خواتین کی تصویروں اور ساز کے مسئلے کا حل، جوئے شیر لانے سے زیادہ گراں کام ہے۔ یوں تو یہ سینٹرل ریسورس پورٹل ایک عوامی اجتماع گاہ ہونا تھی یعنی اس کا ایڈریس پبلک ڈومین پر ہونا تھا، لیکن اس کے باوجود اس کا ایڈریس مخصوص ساتھیوں ہی میں عام کرنے کا ارادہ تھا جو عموماً کسی درجے میں دینی و جہادی تربیت سے گزرے ہوئے ہوتے ہیں اور عورتوں کی تصویر دیکھنے اور ساز کے حوالے سے پہلے ہی محتاط ہوتے ہیں، لیکن پھر بھی اس منصوبے کے لیے ایسی لگامیں اور حدود موجود نہیں تھیں جیسی کہ القاعدہ کے اندرونی اعلامی شعبوں میں قائم کی جاتی ہیں۔ فلہٰذا، مرشد رحمہ اللہ نے استاذ سے اس بارے میں رجوع کیا۔

الطریق إلی التغییر کے تحت انگریزی مطبوعات کا اجرا بھی ایک اہم منصوبہ تھا۔ انگریزی فعالیت میں 'The Regressor' کے نام سے ایک انگریزی مجلہ شروع کیا گیا، اس کے لیے کسی درجے میں ویڈیو سازی و پوسٹر سازی کی بھی ضرورت تھی۔

پھر اس سے بھی پہلے، بالکل اوائلِ سال ۲۰۱۲ء میں 'یقین' کے نام سے بھی ایک منصوبہ شروع کیا گیا، جس میں سرِفہرست ویڈیو سازی اور پوسٹر سازی کا کام تھا اور اسی کی شاخ کہہ لیں یا برادر منصوبہ گمشدہ پاکستان کے نام سے بھی تھا جس کا عملاً نام 'مسنگ پاکستان' طے ہوا اور اسے انگریزی میں یوں لکھا جاتا 'MISSIN? PAKISTAN'۔

ان مذکورہ منصوبوں میں ہدف یہ تھا کہ اپنی جہادی شناخت کو مخفی رکھا جائے کہ دشمن کے پروپیگنڈوں اور تبلیغات کے سبب عام لوگ واضح جہادی شناخت والی اصدارات (productions) کی طرف رجوع کرتے ہوئے جھجکتے اور گھبراتے ہیں۔ اس گھبراہٹ کا سبب اکثر دشمن کی جانب سے پکڑے جانے کا خوف نہیں ہوتا بلکہ دشمن کے پھیلائے شبہات ہوتے ہیں کہ یہ جہادی نہیں، دہشت گرد ہیں، فسادی، شدت پسند، قدامت پسند، روشنی کے دشمن، بنیاد پرست، وحشی وغیرہ۔ ثانیاً واضح جہادی مواد کو دشمن کے ادارے جلدی کشف (detect) کر لیتے ہیں اور یوں منصوبے تادیر نہیں چل پاتے۔ اس لیے شناخت چھپانا اہم تھا۔ اس حوالے سے بھی سوال پیدا ہوا کہ آیا خواتین کی ایسی تصاویر جن میں خواتین کے چہروں اور ہاتھوں پیروں کے علاوہ باقی جسم مستور ہو کو بنا چھپائے نشر کیا جائے یا نہیں کہ بہت سے علماء اس کی اجازت دیتے ہیں (کہ بدقسمتی سے پوری امت میں مجاہدین کے علاوہ پہاڑ کے مقابلے میں رائی کے برابر بھی ایسے گروہ و افراد موجود نہیں جو خواتین کی تصویروں کو چھپانے کا اہتمام کرتے ہوں اور یوں یہ تصویروں کا چھپانا خود ایک نشانی ہے کہ اس منصوبے کے پیچھے بھی 'دہشت گرد' کارفرما ہیں)۔ ہم اپنی ان ویڈیوز میں خود تو ساز نہیں ڈالیں گے لیکن وہ صوتی اثرات بھی نہیں ڈال سکتے جو مجاہدین عرف میں استعمال کرتے ہیں۔

یہ ساری باتیں استاذ کو لکھ کر بھیج دی گئیں اور چند ہفتوں (شاید آٹھ دس ہفتوں) بعد استاذ کی جانب سے جواب آ گیا۔ حضرت الاستاذ کا جواب خط و کتابت کا ایک مختصر مجموعہ تھا۔ ظہیر بھائی نے فاروق بھائی کو یہ سوالات بھی تفصیلاً بھیجے تھے اور ساتھ بھائی محمد عادل کی ترتیب کردہ رپورٹ 'پاکستان میں انٹرنیٹ کا استعمال' بھی۔ بھائی محمد عادل (حفظہ اللہ من کل شر وسوء) نے یہ رپورٹ دراصل ۲۰۱۰ء میں مرتب کی تھی اور بعد میں مرشد ظہیر بھائی کی ہدایت پر اکتوبر ۲۰۱۱ء میں اس میں مزید اضافے کیے جس کا اہم تر باب 'پاکستان میں انٹرنیٹ کی تباہ کاریاں' کے عنوان تلے تھا۔ آج سے بارہ تیرہ سال قبل کی یہ رپورٹ جو انٹرنیٹ کے استعمال کے حوالے سے مختلف حقائق پر مبنی ہے، اس قدر بھیانک ہے کہ اسے آج بھی نشرِ عام کے لیے پیش کرنا ایک صعب کام ہے (لیکن دشمنِ ازلی شیطانِ ملعون اور اس کے انسانی و جناتی چیلوں کی سازشوں کو باقاعدہ طشت از بام کرنے کا شاید تقاضہ یہی ہو کہ اس رپورٹ کو نشر کیا جائے، بلکہ حق تو یہ ہے کہ آج امت کے علماء و صوفیہ اور اہلِ دین داعی حضرات اس مسئلے کا ادارک کرتے ہوئے اس مسئلے کے تدارک کی راہیں واضح کریں)۔ بہر حال، یہ سبھی مواد اور سوالات وغیرہ جو مجموعاً استفتاء بن گئے بھیجے گئے۔

حضرت الاستاذ نے ان چیزوں کا ترجمہ کر کے بیک وقت شیخ ابو یحییٰ کو بھی بھیجا اور شیخ ایمن الظواہری کو بھی۔ استاذ نے ظہیر بھائی کو جواب میں لکھا 'پیارے بھیا! آپ نے جو شرعی سوالات پوچھے اور ساتھ جو انٹرنیٹ کی تباہ کاریوں والی بھیانک فائل بھی بھیجی، اسے ترجمہ کر کے بزرگوں تک پہنچایا تھا۔ شیخ تو شہادت سے قبل جواب نہ لکھ سکے البتہ ان کی شہادت کے بعد صاحبِ صبح و قندیل حفظہ اللہ کا جواب آ گیا ہے'۔ شیخ سے یہاں مراد شیخ ابو یحییٰ اور صاحبِ صبح و قندیل سے مراد شیخ ایمن ہیں۔ استاذ نے ترجمے کے ساتھ اپنی رائے بھی ان شیخین کو لکھ بھیجی تھی جس کو راقم اپنے الفاظ میں ذیل میں درج کرتا ہے۔

حضرت الاستاذ نے لکھا:

> ''جو سوالات اور صورتِ حال بھائی (ظہیر) نے انٹرنیٹ کے حوالے سے لکھی ہے اور جو سوشل میڈیا کے وسائل اخوان المسلمون اور لادین نوجوانوں نے عرب انقلابات کے دوران استعمال کیے ہیں تو اس سب کے متعلق میری رائے تو یہ ہے کہ یہ گناہوں کا ایک سمندر ہے۔ اور اس برائیوں اور گناہوں کے سمندر میں اپنے ساتھیوں کو کھلی چھوٹ دے

دینے کے بعد میری نظر میں ان ساتھیوں کا سلامتی (ایمان) کے ساتھ بچ جانا ناممکن ہے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ اس کام میں توسع اختیار نہیں کرنا چاہیے اور ہمیں انٹرنیٹ پر جہادی ویب سائٹس اور فورمز وغیرہ کے کام کو بڑھانا چاہیے اور انہی (جہادی فورمز اور ویب سائٹس) کے ذریعے سے اپنی دعوت کے ابلاغ و توزیع میں مدد لینی چاہیے۔ میری یہ رائے اس لیے بھی ہے کہ بھائی (ظہیر) نے لکھا ہے کہ یہ کام تبھی ممکن ہو سکتا ہے جب ساتھیوں کو اس بات کی اجازت دی جائے کہ وہ عورتوں کی تصویروں کو دیکھیں (اور اس میں فحش تصاویر بھی شامل ہیں) اور (ویڈیوز وغیرہ میں موجود) موسیقی بھی سنیں۔"

کچھ آگے ہمارے تقی و نقی فقیہ استاذ (نحسبه كذلك) نے شیخ (مشائخ) کے نام اپنے اس خط میں عجیب ایمانی کیفیت میں لکھا:

"اے ہمارے محبوب شیخ!

ہمارے رب نے ہمیں صرف مقاصد کے حصول کا حکم نہیں دیا، بلکہ ان مقاصد تک پہنچنے کے وسائل بھی ہمارے لیے متعین کر دیے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اس گمراہ منہج کے ساتھ ہمارے ساتھی بہت سے فوائد اور مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن جہادی تحریک احکامِ شریعت کی پابند ہے اور میری نظر میں شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی، واللہ اعلم بالصواب۔

فلہٰذا، میری نظر میں، ہمیں ساتھیوں کو یہ توسع اختیار کرنے سے منع کرنا چاہیے اور انہیں تحریض دلانی چاہیے کہ وہ فقط درج ذیل وسائل استعمال کرتے ہوئے اپنی دعوت کا ابلاغ کریں۔ ممکن ہے کہ اللہ تھوڑی مگر پاکیزہ محنت میں برکت عطا فرمائیں (اور وہ پھلے اور پھولے)، چاہے ہمیں ناپاک و خبیث چیزوں کی کثرت حیرت میں مبتلا کرے یا بظاہر اس میں خیر نظر آئے:

- اردو زبان میں پہلے سے موجود جہادی ویب سائٹس، بلاگز اور فورمز کا معیار بڑھانا۔
- مزید جدید جہادی ویب سائٹس، بلاگز اور فورمز کا اجرا۔
- نئی انقلابی (لیکن غیر جہادی) ویب سائٹس، بلاگز اور فورمز کا اجرا جن پر نظام کے خلاف عقلی دلائل، حقائق و اعداد و شمار، عوام کی زندگیوں میں سے عام مثالیں جو عوام کی ذہنی سطح کے مطابق ہوں کا بیان کیا جائے۔
- ایسے (بصری، صوتی اور تحریری) دعوتی مواد کی تیاری اور نشر کا اہتمام جنہیں انٹرنیٹ پر پیش کیا جا سکے، لیکن یہ اصدارات موسیقی اور عورتوں کی تصاویر سے خالی ہوں۔
- ایک ایسی دعوتی یلغار جو نظام کے ظلم اور بطلان پر شرعاً و عقلاً استدلال کرے اور شریعتِ اسلامی کو متبادل نظام کے طور پر پیش کرے۔
- دعوت الی اللہ میں مشغول دیگر دینی تحریکات اور جماعتوں کے ساتھ انٹرنیٹ پر تعاون و تعامل اور ان قوتوں کو اپنے ہدف کی جانب دعوت دینا اور لانا اور مشترکہ دعوتی کوششیں کرنا۔"

حضرت الاستاذ نے مشائخ کو جو یہ ساری باتیں لکھیں اور اس سے قبل جو ظہیر بھائی نے استفتاء ان سے پوچھا تھا تو اس کے سبب الطريق إلى التغيير کا جو بنیادی منصوبہ طے ہوا تھا یعنی عالمِ عربی کی طرز پر انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر کوششیں، تو وہ سب کا سب بدل گیا۔ اور اس بات کو استاذ نے خود بھی بیان کیا اور تاکیداً دوبارہ بھی لکھا کہ ہمیں اس (بیان کردہ) حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، نیز اس 'یقین' کا اظہار بھی کیا کہ اللہ ہمیں خیر عطا فرمائے گا اور ہماری اس قلیل اور پاک جدوجہد میں برکت ڈالے گا اور جو ہم دیگر وسائل میں توسع کو چھوڑ رہے ہیں اور قلیل وسائل ہی کو سببِ برکت جانتے ہیں تو اس کا سبب استاذ نے لکھا کہ 'ما نترك إلا خوفاً من سخط الله سبحانه وتعالیٰ' ......ہم ان وسائل و اسباب کو فقط اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے خوف اور اس کی پکڑ سے بچنے کے لیے چھوڑ رہے ہیں۔

ہمارے حالیہ موضوع سے متعلق حضرت الاستاذ کے مشائخ کے نام لکھے خط کی بات پوری ہوئی۔ اب جو جواب من جانب الأستاذ آیا تو اس کو من و عن (پروف کی غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ) ذیل میں درج کیا جاتا ہے، قوسین میں اضافے از جانب راقم ہیں:

"پیارے بھیا!

شیخ (ایمن) نے یہ خط پڑھنے اور آپ کے سوالات پڑھنے کے بعد جواباً مختصر ساخط بھیج کر کہا ہے کہ وہ بندۂ فقیر کی رائے سے متفق ہیں، اور دعوت پھیلانے یا تبدیلی لانے کی خاطر ایسی وسعت اختیار کرنے کے حق میں نہیں۔ نیز ہمارے شعبے کے (اس وقت مرکزی القاعدہ کے مسئولِ اعلام) مسئول شیخ صاحب (ابو عبد الرحمٰن المغربی) سے بھی بالمشافہ اس موضوع پر بات ہوگئی تھی اور تفصیلی بحث بھی، ان کی رائے بھی تقریباً یہی تھی جو کہ میری رائے ہے لیکن وہ فیصلہ اپنے کندھے پر نہیں رکھنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے بات اوپر (شیخ ابو یحییٰ و شیخ ایمن کو) بھجوانے کا کہا۔ الحمد للہ اوپر سے بھی یہی جواب آگیا اور ہمیں کسی مشتبہ چیز میں اترنے سے بچالیا۔"

اب چونکہ منصوبہ بدل گیا تو اس کے متعلق استاذ نے مزید لکھا:

"اب آتے ہیں آئندہ کے عملی اقدامات کی طرف۔ میں نے شیخ کے نام خط میں جو مجوزہ متبادل دائرۂ کار لکھا ہے ظاہر ہے وہ میری ناقص عقل کی پیداوار ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ گناہوں کی اس دلدل میں وسعت اختیار کرنے سے بچا جائے۔ یعنی عورتوں کی تصاویر اور موسیقی کا استعمال، گندے مواد کو دیکھنے کی اجازت میں ایک عمومی وسعت لینا، خواتین کے پروفائل میں جھانکنا یا ان کی تصاویر دیکھنا...... ایسے اقدامات سے گریز کیا جائے۔ ان اقدامات سے گریز کرتے (ہوئے) ہم حکمت کے ساتھ جس حد تک اپنی دعوت کو پھیلا سکتے ہیں، پھیلانا چاہیے اور اس کے لیے نیٹ سے جس قدر فائدہ [جائز حدود میں رہ کر] اٹھانا ممکن ہے اٹھانا چاہیے۔ لیکن عملاً یہ ری ایڈجسٹڈ (readjusted) دائرہ کیا ہوگا؟ یہ آپ مجھ سے بہتر بتا سکتے ہیں۔ میرے خیال میں جو کام ہو سکتے ہیں ان کا ذکر میں نے عربی میں کر دیا ہے (جس کا ترجمہ نما پہلے کی سطور میں موجود ہے)، یعنی موجودہ جہادی سائیٹس و فورمز و بلاگز کو بہتر بنانا، مزید زیادہ ڈسپلنڈ (disciplined/منظم) قسم کی جہادی سائیٹس وغیرہ کھولنا، شرعی حدود میں رہتے رہتے جہادی چھاپ کو جس قدر چھپایا جا سکتا ہے چھپانا اور اس غیر جہادی چھاپ والے فورمز، بلاگز، آڈیو ویڈیو مواد کے ساتھ نظام پر نقد کرنا، شریعت کے نفاذ کے حق میں دعوتی مہم لانچ کرنا، وغیرہ۔

آپ سے درخواست ہے کہ آپ بھی بیٹھ کر سوچیے کہ اب نیا منصوبہ کیا ہوگا؟ اس شرعی چوکھٹے میں رہ کر وہ کیا آخری حد ہے جہاں تک ہم جا سکتے ہیں؟ اس کے لیے کیا افرادی و مادی وسائل درکار ہوں گے؟ نیز کیا ان حدود میں رہ کر میٹرو پراجیکٹ (الطريق إلى التغيير کارمزی/کوڈ نام) کے اصل ہدف یعنی عوامی بہار لانا، اس کا حصول ممکن ہو سکے گا؟...... میرے خیال میں شاید ایسا ممکن نہ ہو پائے، البتہ ہم یقیناً نیٹ کا استعمال اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے اس سے کہیں زیادہ کر سکتے ہیں جتنا ہم ابھی کر رہے ہیں...... اور شاید نتیجہ بس یہی نکلے کہ دعوت اگر ابھی پانچ فیصد لوگوں تک پہنچ رہی ہے تو وہ پندرہ بیس فیصد تک پہنچنے لگے...... لیکن یہ نتیجہ بھی اہم ہے۔ بہر حال، آپ کے جوابی خط اور نئے منصوبے کا انتظار ہوگا۔"

حضرت الاستاذ کے اس خط جو دراصل فتویٰ ہے، کے بعد الطريق إلى التغيير میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں اور کچھ منصوبے حوادثِ زمانہ کا شکار ہو گئے جن میں یقین، مسنگ پاکستان اور The Regressor شامل ہیں۔ البتہ اس فتوے کے بعد 'شریعت یا شہادت' نامی منصوبے کو پوری فعالیت سے شروع کیا گیا اور یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اہلِ دین کے حلقہ جات میں فعالیت (activity) کے اعتبار سے یہ منصوبہ اردو انٹرنیٹ پر چھا گیا۔ ایک ایک پوسٹر کو دیکھنے والوں کی تعداد بعض دفعہ ڈیڑھ لاکھ افراد تک بھی پہنچی، جبکہ کم از کم تعداد بیس ہزار اور اوسط تعداد پچاس ہزار ناظرین یا زائرین تک تقریباً چھ سال تک رہی (۲۰۱۲ء تا ۲۰۱۷ء) اور یہ منصوبہ دیگر بہت سے اہلِ دین کے لیے ایک اچھی مثال بنا۔ دشمن (سرِ فہرست آئی ایس آئی) کو بھی اس سے بغض پیدا ہوا اور اس کو چلانے والے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی کوششیں ہوئیں اور کسی درجے میں دشمن اس میں کامیاب بھی ہوا، بہر کیف جیسے ہر شئے کی عمر متعین ہے، یہ منصوبہ بھی اپنے اختتام کو پہنچا۔ ساتھ ہی انفرادی سطح پر بلاگز لکھنے بھی شروع کیے گئے اور باقاعدہ سات ساتھیوں کے بلاگ شروع کیے گئے جن میں استاذ کے بلاگ نا گفتنی ثم شریعت یا شہادت پر قاری محمد عثمان کا ذکر آ چکا، ثانیاً ظہیر بھائی نے 'انتہا' کے عنوان تلے 'رشید احمد' کے نام سے لکھنا شروع کیا، ثالثاً بھائی محمد عادل، رابعاً بھائی محمد سعید حسن، خامساً بھائی ضرغام علی حبیب، سادساً بھائی محمد شفاء اللہ اور سابعاً راقم السطور۔ پھر اس کاروان میں بہت سے اور ساتھی بھی شریک ہوئے جن کا تنظیم سے تعلق نہ تھا اور نہ ہی وہ یہ جانتے تھے کہ ہمارا تعلق تنظیم القاعدہ سے ہے، ان کا ذکر یہاں انہیں خطرے میں ڈالنا ہے، لہٰذا نہیں کیا جا رہا، فجزاہم اللہ خیرا لجزاء في الدارين (حفظہم اللہ)، یہ بھائی الحمد للہ اب بھی انٹرنیٹ پر اچھی فعالیت رکھتے ہیں۔ سنٹرل ریسورس پورٹل کا منصوبہ کلیتاً بند کر دیا۔

(باقی صفحہ نمبر 69 پر)

ریاستِ پاکستان کی حیثیت اور نفاذِ شریعت کا طریقِ کار

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی اور مفتی نور ولی محسود حفظہ اللہ کے بیانات کے تناظر میں

تنقیحات اور گزارشات

مولانا محمد مثنیٰ حسّان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ، وبعد

حالیہ عرصے میں پاکستان میں ریاستی مسلح اداروں کے خلاف کارروائیوں میں تیزی کے بعد ریاستی اداروں کی طرف سے ملک کے مؤقر علمائے کرام کی مجلس منعقد کی گئی جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے بذریعہ مواصلات ویڈیو خطاب کیا، اور تحریکِ طالبان پاکستان کے امراء کے ساتھ افغانستان میں ہونے والی مذاکراتی مجلس کی کچھ روداد بیان فرمائی، اور ساتھ ہی اس بات کا اعادہ کیا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے جس کے آئین میں قراردادِ مقاصد کے شامل ہونے کے بعد اب اس ریاست کے اسلامی اور 'مسلمان' ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ چنانچہ اس اسلامی ریاست کے خلاف اسلحہ اٹھانا حرام ہے اور بغاوت کے زمرے میں آتا ہے۔ پھر اس کے جواب میں چند دن بعد مفتی نور ولی محسود صاحب نے وضاحتی بیان دیا اور اپنے طرزِ عمل کے حوالے سے شرعی دلائل دیے۔

یوں ان دنوں وطنِ عزیز میں دوبارہ سے یہ بحث چھڑ گئی کہ اس ریاست کی حیثیت کیا ہے، اور یہاں نفاذِ شریعت کے لیے مسلح جدوجہد کی حیثیت کیا ہے؟ ریاستِ پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ کی طرف سے یہ کوشش سامنے آئی کہ وہ نفاذِ شریعت کے لیے برسرِ پیکار مجاہدین اور ملک کے مؤقر علمائے کرام کو آمنے سامنے کر دیں، اور خود اپنے طرزِ عمل کو درست کرنے کی بجائے دینی طبقے میں انتشار اور باہمی منافرت کو عام کریں، اور نتیجے میں وطنِ عزیز پاکستان کو... جو گزشتہ آٹھ دہائیوں سے مسلسل زوال پذیر ہے، اسلام اور شریعت کی بہاروں سے محرومی ایک طرف، دنیوی اسباب ومعیارات کے مطابق بھی تنزلی اور انحطاط کا شکار ہے... مزید کمزوری اور اضمحلال کی حالت کی طرف دھکیل دیں، اور اسے عالمی طاقتوں کا باجگزار اور غلام بنا دیں۔ اس کیفیت نے مجبور کیا کہ وطنِ عزیز کے دینی طبقے سے تعلق رکھنے والے سبھی عوام وخواص کے سامنے اپنے وطن میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد سے متعلق کچھ گفتگو کی جائے اور متنازعہ امور کی تنقیح اور ان سے متعلق چند گزارشات رکھی جائیں۔

بندہ ابتداء میں ہی واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اس تحریر کا داعی اپنے وطن کے ناگفتہ بہ ماضی وحال اور اس وطن میں مغربیت اور اسلام کی کشمکش میں اسلام کی دگرگوں حالت کا غم ہے اور آگے مستقبل میں درپیش خدشات وخطرات کا احساس ہے، اور بندہ یہ تحریر کسی جماعت یا گروہ کی پالیسی کے بیان کے طور پر نہیں، بلکہ وطنِ عزیز کے ایک باشندے اور اس کے دینی طبقے کے ایک فرد کے طور پر ضبط میں لا رہا ہے۔ دوسری یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اس تحریر میں ریاستِ پاکستان کے اسلامی ہونے یا نہ ہونے اور یہاں نفاذِ اسلام کی جدوجہد کی حیثیت کے تعین کے بارے میں علمی و نظری بحث ہے جس کے مخاطب وطنِ پاکستان سے اخلاص رکھنے والے تمام افراد ہیں خواہ وہ کسی بھی طبقے اور جماعت سے ہوں، حتیٰ کہ ریاستی اداروں کے افراد ہوں۔ عملی اقدامات سے اس تحریر میں تعرض نہیں کیا گیا ہے، گو یہ سبھی کے سمجھنے کی بات ہے کہ فکر و نظر وہی کام کی ہوتی ہے جو عمل کی بنیاد ثابت ہوتی ہے۔

پاکستان میں جاری اصل معرکہ؛ سیکولر نظریہ حیات اور اسلامی نظریہ حیات کے درمیان ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد کے خطوط طے کرنے سے قبل لازم ہے کہ اس ریاست کی حیثیت متعین کی جائے۔ حیرانگی ہمیں اس وقت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو مغرب کی تقلید میں اس وطن کو غیر اسلامی اور لبرل وسیکولر بنیادوں پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں، اور جو اپنے دل ودماغ میں یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے اس ملک کو سیکولر اسٹیٹ کے طور پر قائم کیا تھا، وہ اس ملک میں نفاذِ اسلام کی ہر غیر جمہوری تحریک (خواہ پرامن ہی کیوں نہ ہو) کی مخالفت کے لیے ریاست کے 'اسلامی' ہونے کے دلائل جمع کرتے ہیں اور علمائے کرام کے فتاویٰ لیتے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کو اس سے کیا غرض کہ یہ ریاست اسلامی ہے یا غیر اسلامی، ان کا کردار تو واضح ہے کہ وہ اس ملک کو سیکولر ولبرل ملک بنا دینا چاہتے ہیں۔ تاہم چونکہ اس بات کا انھیں خوب ادراک ہے کہ وہ یہ کام کھلے بندوں نہیں کر سکتے، اس لیے منافقت سے کام لیتے ہیں، زبان سے تو اسلام کا نام لیتے ہیں اور کام غیر اسلام کے کرتے ہیں۔ یہ وہی طرزِ عمل ہے جو قیامِ پاکستان کے فوراًبعد پاکستان قائم کرنے والے مسلم لیگ کے حقیقی کرداروں کو بےدخل کر کے انگریزی نظام کے بیوروکریٹس، جرنیلوں اور انگریز کے وفادار جاگیر داروں نے اختیار کیا۔ ان حکمرانوں اور جرنیلوں نے نام تو اسلام کا لیا، مگر اپنے مفادات کے حصول کے پیچھے عالمی طاقتوں کے ہاتھ کھلونا بنے اور ملک کو تباہی کی راہ پر دھکیل دیا۔

یہ بات اس لیے لکھ دی کہ پاکستان میں ریاست سے متعلق بنیادی طور پر دو بیانیے پائے جاتے ہیں۔ ایک بیانیہ یہ ہے کہ ریاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور مذہب انسان کو پابند نہیں بناتا کہ وہ حکومتی وریاستی امور کو بھی مذہب کے تابع کرے۔ یہ دراصل سیکولر بیانیہ ہے اور اس بیانیے کا حامل پاکستان کا انتہائی محدود طبقہ ہے، مگر افسوس کا مقام ہے کہ یہ طبقہ عالمی طاقتوں کی حمایت کے سبب پاکستان پر 'قابض' ہے۔ مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ اس طبقے نے دین سے نسبت رکھنے والے ایک طبقے کو بھی اپنے ساتھ فکر و نظر میں شامل کر لیا ہے۔ دین سے نسبت رکھنے والے اس طبقے کے سرخیل جاوید احمد غامدی صاحب ہیں، جو مذکورہ سیکولر نظریے کو اسلام میں ثابت کرتے ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے دیگر ادیانِ سماویہ کے حاملین نے اجتماعیت میں سیکولرزم کو بطورِ دین قبول کر لیا ہے اور مذہب اب ان کے یہاں محض نجی زندگی کا معاملہ ہے۔

یہ بیانیہ پاکستان کے سیکولر طبقے میں ہی مقبول ہے، دینی طبقے میں بالعموم اس بیانیے کی کوئی مقبولیت نہیں، ہاں روایتی دینی طبقے کے معدودے چند افراد ضرور غامدی صاحب کی اتباع میں اس بیانیے کے حامل بن گئے ہیں، جن میں مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے عمار خان ناصر، جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے زاہد صاحب اور کراچی کے رعایت اللہ فاروقی صاحب کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ یہ بہت محدود افراد ہیں اور چونکہ انھوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے اصولوں سے ہی انحراف کیا ہے اور قرآن وسنت کی تاویلات میں صحابہ کرام واسلاف کی پیروی اور فقہائے کرام کے اجتہادات[1] سے ہی روگردانی کی ہے، سو ان کا بیانیہ اور افکار ونظریات پاکستان کے دینی طبقے کے یہاں مردود ہیں۔ ہمیں اس بیانیے پر مزید کچھ لکھنے کی حاجت نہیں کہ خود شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے غامدی صاحب کے جواب میں اس بیانیے کی خطا اور بطلان واضح کیا ہے۔ ہم نے صرف یہاں یہ اشارہ دے دیا کہ وطنِ عزیز پاکستان میں ایک محدود طبقہ ریاست کے حوالے سے یہ سیکولر نظریہ یا 'سیکولر اسلامی' نظریہ رکھتا ہے، اور پاکستان میں اگر روزِ اول سے کوئی معرکہ بپا ہے تو وہ اس سیکولر نظریے اور حقیقی اسلامی نظریے کے درمیان بپا ہے۔ یہ سیکولر نظریہ اور سوچ پاکستان کی اساس اور بنیاد سے ہی متصادم ہے، اور اسے کسی طور پر پاکستان کا دینی طبقہ اور غالب اکثریت قبول نہیں کر سکتی۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ فکر کی حد تو اسے قبول نہیں کیا گیا، مگر عمل کی زندگی میں یہی نظریہ کارفرما ہے، اور اسی کا حامل طبقہ مقتدر ہے۔ پاکستان کی غالب اکثریت کے یہاں غیر مقبول ہونے کے باوجود اس طبقے کا عملی غلبہ کیسے ممکن ہوا، آگے چل کر دیکھتے ہیں۔

پاکستان کے دینی طبقے کا بیانیہ

مذکورہ بالا بیانیے کے مقابلے میں جو بیانیہ پاکستان میں پایا جاتا ہے، وہ دینی طبقے کا بیانیہ ہے کہ دینِ اسلام میں ریاست کا اسلام سے تعلق ناگزیر ہے، اسلام کسی بھی دوسرے مذہب کی طرح نہیں کہ جو صرف انسان کی نجی زندگی سے متعلق ہو، بلکہ اسلام میں نظمِ اجتماعی سے متعلق بھی ہدایات موجود ہیں جن پر عمل اختیاری (optional) نہیں، بلکہ لابدی وضروری (compulsory) ہے۔ **کوئی بھی مسلمان اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا کہ اسلام اپنی نہاد میں ہی ریاستی غلبے کا تقاضا کرتا ہے اور وہ اپنے ماننے والوں کو اس کی گنجائش نہیں دیتا کہ وہ آدھے دین پر عمل کریں اور آدھے کو چھوڑ بیٹھیں، نجی زندگی میں تو دین پر عمل کریں اور اجتماعی زندگی میں آزاد ہو بیٹھیں۔** برصغیر پر برطانوی قبضے کے بعد مسلمانوں نے فرنگیوں سے آزادی کی جدوجہد اسی نظریے کے تحت شروع کی، اسی نظریے نے قیامِ پاکستان کی راہ ہموار کی اور اسی نظریے کے تحت قائدِ اعظم محمد علی جناح کو برصغیر کے دینی طبقے کی حمایت حاصل ہوئی۔ **تاریخ کا ہر ادنیٰ طالبعلم جانتا ہے کہ اگر 'پاکستان کا مطلب کیا؛ لا الہ الا اللہ' کا نعرہ نہ لگتا، تو برصغیر کا یہ نقشہ نہ ہوتا جو آج دنیا میں ہے۔ یہ نعرہ اسی بات کا بیان تھا کہ ایک ملک ایسا چاہیے کہ جہاں اسلام بطورِ دین رائج ہو، جہاں کی اکثریت نہ صرف مسلمان ہو، بلکہ اسلام عملاً حکومت کرتا ہو۔ یہی بات علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے الہ آباد میں کہی، اسی بات پر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریکِ پاکستان چلائی، اور اسی بات کا وعدہ قائدِ اعظم محمد علی جناح نے حضرات علمائے کرام سے فرمایا۔ یہ بیانیہ ہی اہلِ پاکستان کا بیانیہ ہے جو اول الذکر بیانیہ کی ضد، بلکہ اس سے باغی ومتصادم ہے۔**

دینی بیانیے کی 'دو' تعبیرات

یہاں تک تو معاملہ واضح رہا اور باطل اور حق میں تمیز رہی، اور یہی معرکہ قیامِ پاکستان کے بعد مقتدر طبقے اور علمائے کرام کے درمیان جاری ہوا۔ اس کی روداد کی تفصیل کا یہاں وقت نہیں۔ علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی وفات تک کی کوششیں، قراردادِ مقاصد کی منظوری، پھر ۱۹۵۳ء میں علمائے کرام کی تجاویز، پھر تحریکاتِ اسلامی کا قیام، یہ سب اسی معرکے کی مختلف شکلیں تھیں۔ علمائے کرام کا اس پر اتفاق تھا کہ وطنِ عزیز پاکستان کو حقیقی معنوں میں دار الاسلام بنانا ہے، اور یہاں اسلامی قوانین اور شریعت کو نافذ کرنا ہے۔ یہ وقت تھا جب 'اسلامی جمہوریت' کی اصطلاح انجان تھی، اور پاکستان کے کبار علمائے کرام نے ریاست ودستور کی آئینی وقانونی حیثیتوں پر کلام نہیں کیا تھا۔ وہ ابھی تک قدیم فقہائے کرام کے بیان کردہ حکومت وسلطنت کے پیراڈائم میں ہی دین کے غلبے کی تصویر دیکھتے تھے۔ ملک فتح ہو گیا، اب حکمرانوں کو ہر حال

---

1 جسے یہ طبقہ 'کلاسیکی فقہ' کے نام سے یاد کرتا ہے، اور اسے سابقہ زمانے کی ضرورت قرار دے کر موجودہ زمانے میں غیر موثر قرار دیتا ہے۔

میں اسلام کو نافذ کرنا چاہیے، اگر مسلمانوں کا مقتدر طبقہ شرعی قوانین جاری نہیں کرتا تو مسلمان امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اصولوں کے تحت منکر کے ازالے اور معروف کے غلبے کی جدوجہد کریں گے، جس میں ہاتھ، زبان اور دل کے سبھی مراتب شامل ہوں گے۔ یہ وہ وموٹی سی تعبیر تھی جو تمام علمائے کرام اور اہلِ دین کے یہاں متفق علیہ تھی۔

پہلی تعبیر: ریاست وحکومت کے جدید فلسفے اور اس کے تحت واقع حقیقتوں کو تسلیم کرکے اس کے دائرے میں اسلامی احکام کا احیاء

تاہم رفتہ رفتہ اہلِ دین کے بنیادی بیانیے کی دو تعبیرات سامنے آنے لگیں۔ علمائے کرام کا ایک طبقہ جو اصول اہل السنۃ والجماعۃ سے متمسک تھا اور فقہائے کرام کے اجتہادات سے بھی تمسک رکھتا تھا، مگر اس نے جب دیکھا کہ موجودہ زمانے کی عمرانی وسیاسی ترتیب (social and political order) تاریخِ اسلامی کی چودہ صدیوں میں فقہائے کرام کے اجتہادات کے مطابق نہیں ہے، اور فقہائے کرام کے اجتہادات کے مطابق اسے ڈھالنا بظاہر ممکن نہیں ہے یا بعض کے یہاں لازم نہیں ہے تو ان حضرات نے موجودہ زمانے کی عمرانیات کو حقیقتِ واقعہ کے طور پر تسلیم کیا، اور اس کے لیے فقہائے کرام کے اجتہادات میں سے جزئیات کے تحت گنجائش نکالنے کی سعی کی اور اس کے لیے شرعی جواز کی صورت بیان کی۔ ایسا کرتے ہوئے ظاہر ہے کہ چودہ سو سالہ اسلامی معاشرت وثقافت اور اسلامی نظام اور فقہائے کرام کے اجتہادات کی مخالفت تو لازم آئی، مگر ان علمائے کرام کا مطمحِ نظر اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کے لیے موجودہ حالات میں اسلام پر عمل پیرا ہونے کی راہ دکھانا تھا۔ سمجھانے کے لیے مثال کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ 'قومی ریاست' (nation state) کا وہ تصور جو مغرب نے ایجاد کیا اور اسی کے تحت مغربی طاقتوں نے اس کے اصول وضع کیے اور تمام ریاستوں کو ایک نظمِ اجتماعی میں پرویا، اس تصورِ ریاست سے مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ ناآشنا تھی، حالانکہ مسلمانوں نے ان چودہ سو سالوں میں دنیا کے بڑے حصے پر حکمرانی بھی کی اور وہاں اسلام کو بھی غالب کیا۔ اسی طرح جمہوریت (democracy) کا فلسفہ جسے مغربی فلسفیوں نے متعارف کروایا اور جو انقلابِ فرانس کے بعد مغرب میں رائج ہوا اور مغربی طاقتوں نے پھر بزورِ شمشیر مسلمانوں کے ملکوں میں رائج کیا، وہ قطعاً مسلمانوں کے لیے نیا اور اجنبی تھا۔ مسلمانوں کے یہاں خلافت، امارت، امامت، دار الاسلام ودار الحرب، حکمرانوں اور رعایا کے حقوق، جہاد وخروج کے سبھی ابواب فکر ونظر میں بھی موجود تھے اور عمل کی زندگی میں بھی زندہ تھے، یعنی عملاً بھی رائج تھے اور ان سے متعلق جزئیات بھی کتبِ فقہ میں موجود تھیں، مگر وہ سب کچھ یہ نہیں تھا جو آج کی دنیا میں فلسفہ وعمل میں رائج ہے۔

اب جبکہ مسلمان مغلوب ہو چلے اور کفار اور ان کے فلسفے اور نظام عملاً رائج ہو گئے تو اس سب کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا تھا کہ اہلِ دین میں دو طبقات پیدا ہوں؛ ایک طبقہ جو مغرب کے رائج کردہ نظمِ اجتماعی کو کلی رد کرکے اس کی جگہ قدیم فقہاء کے اجتہادات کے مطابق اسلامی نظامِ حکومت وسلطنت کو زندہ کرنے کا عزم کرے، اور دوسرا طبقہ جو موجودہ اسٹرکچر کو فقہ الواقع کے طور پر تسلیم کرلے، اور اسے تبدیل کرنے کی بجائے اس میں ہی اسلامی احکام وقوانین کے احیاء کی کوشش کرے۔

اب مغربی غلبے کے بعد دنیا کے فقہ الواقع میں اسلامی احکام وقوانین کی گنجائش پیدا کرنا ظاہر ہے کہ ایک 'جدید اجتہاد' تھا۔ چنانچہ بعض علمائے کرام نے موجودہ عمرانی صورتحال میں ریاست وحکومت کے تصورات کے حوالے سے جدید اجتہاد کیا اور اسلامی اصولوں کی روشنی میں اور فقہائے کرام کی 'بعض' جزئیات کی مدد سے ریاست وحکومت کے احکام متعین کیے، مگر اس کے نتیجے میں جو 'اجتماعی شکل' پیدا ہوئی وہ یقیناً اس اجتماعی شکل کے مخالف تھی جو ساڑے چودہ سو سالوں میں فقہائے کرام کے اجتہادات میں موجود ہے۔

ہم یہاں اس کے صحیح یا غلط ہونے کی بات نہیں کر رہے، بلکہ صرف یہ واضح کر رہے ہیں کہ یہ اجتہاد علمائے کرام کے ایک طبقے کا اجتہاد تھا، امت کے تمام علماء کا متفقہ نہ تھا، نہ ہی ان کی اکثریت کا بیانیہ تھا۔ گویا یہاں سے اہلِ دین طبقے کا نفاذِ اسلام کا بیانیہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک طبقہ علماء کا وہ تھا جس نے اول موجودہ ریاستی ڈھانچے کو اس کے جدید فلسفے کے مطابق سمجھا اور اسلام میں اس کی گنجائش پیدا کی۔ پھر دستور اور حکومت سازی کے جمہوری فلسفے کو جانچا اور فقہی اصولوں کے مطابق اس کی صورت بندی کی۔

ریاست اور حکومت کی تفریق کے مغربی فلسفے کو قبول کیا گیا، ریاست کو 'شخصِ معنوی' تسلیم کیا گیا اور اس کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا حکم اس کے دستور کے تعین پر رکھا گیا، حکومت سازی کے لیے جمہوری راستے کو شرعی راستہ بیان کیا گیا، غیر شرعی قوانین کی شرعی قوانین میں تبدیلی کے لیے صرف آئینی جدوجہد کو صائب قرار دیا گیا اور ریاستی آئین ودستور کی مخالفت کو غیر شرعی قرار دیا گیا۔ یہ اجتہاد صرف پاکستان کی سطح پر نہیں کیا گیا، بلکہ سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے بعد وجود میں آنے والی سبھی مسلم ریاستوں کے متعلق کیا گیا۔ اس اجتہاد کے حامل طبقہ علماء میں جہاں شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب شامل ہیں، وہاں ان سے قبل امت کے کئی کبار علماء شامل رہے جن میں شیخ مصطفیٰ زرقاء رحمۃ اللہ علیہ[1]، دکتور وھبۃ الزحیلی حفظہ اللہ[2] وغیرہ کے نام لیے جاسکتے ہیں اور ریاست وحکومت سے متعلق ابحاث کو ان کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

---

[1] دیکھیے: المدخل الفقهي العام؛ أهم المبادئ الأساسية، المطلب الثاني قسم الحقوق العامة، في الحقوق الداخلية

[2] دیکھیے: الفقه الإسلامي وأدلته؛ القسم الخامس، الباب السادس نظام الحكم في الإسلام، الفصل الرابع الدولة الإسلامية، المبحث الأول أركان الدولة الإسلامية، الفرع الثالث شخصية الدولة الإسلامية

بلکہ پاکستان کی سطح پر بھی اس جدید اجتہاد کا سنگِ بنیاد مولانا ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ[1] نے رکھا، یہاں تک کہ قیامِ پاکستان کے بعد جب کشمیر جنگ کا آغاز ہوا تو اس وقت بھی مولانا مودودی نے انھی اصولوں کے تحت اس جنگ میں پاکستانی اداروں اور عوام کی شرکت کو ممنوع قرار دیا تھا، جس کے جواب میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب موجود ہیں[2]۔ پھر مولانا مودودی کا یہ قول بھی ان کے طبقے میں معروف ہے کہ ’قرار دادِ مقاصد پاس ہونے کے بعد اب ریاستِ پاکستان نے گویا کلمہ پڑھ لیا ہے اور مسلمان ہو گئی ہے، اس کے ادارے اب ’اسلامی‘ ادارے بن گئے ہیں اور اب انھی کے ذریعے یہاں نفاذِ اسلام کی جدوجہد کی جائے گی‘۔

یہ نفاذِ اسلام سے متعلق دینی طبقے کے بیانیے کی ایک تعبیر ہے، اور اس تعبیر کے حامل شیخ الاسلام مفتی تقی صاحب جیسے امت کے کبار علماء ہیں اور آپ کی اتباع میں پاکستان کے جامعۃ الرشید سمیت بعض مدارسِ دینیہ بھی شامل ہیں۔ اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا، تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تعبیر امت کے سبھی علماء کے یہاں متفقہ نہیں ہے، بلکہ علمائے امت کی اکثریت اس تعبیر سے موافقت نہیں رکھتی۔

دوسری تعبیر: اسلام کو اسی حالت میں قائم کیا جائے گا جس پر یہ عروج کی تیرہ صدیوں میں قائم رہا

علمائے کرام کی اکثریت نے جدید فلسفہ ونظام کے رواج کو حقیقتِ واقعہ ضرور تسلیم کیا، مگر اسے فکر وفلسفہ میں جائز نہیں سمجھا اور نہ ہی اس کی کوئی اسلامی تعبیر تلاش کرنے کی کوشش کی، اور نفاذِ اسلام کے لیے اسی تعبیر کو پسند کیا جو ہمیشہ سے مسلمانوں کے یہاں موجود تھی۔ وہ تعبیر یہ ہے کہ مسلمانوں پر نصبِ امام واجب ہے، امام پر فرض ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کو اپنے دائرہ اختیار میں بھی نافذ کرے اور دوسرے خطوں میں اسلام کے غلبے کے لیے جہاد کرے، پھر جہاں جہاں شرعی قوانین کا اجراء ہو جائے، وہ خطہ دار الاسلام قرار پائے گا۔ جو حاکم شریعت کو نہ ماننے یا نافذ کرنے سے انکار کرے تو اس کا حکم کفر وفسق کی صورت میں متعین کیا جائے گا اور اس کے مطابق اس کی معزولی کا شرعی حکم متعین کیا جائے گا۔ اگر کوئی خطہ کفری قوانین کے اجراء کے سبب دار الاسلام نہ بن پائے تو وہاں اسلامی احکام کے اجراء کے لیے زبان وہاتھ (دعوت وجہاد) میں حسبِ مصلحت کوئی انتخاب کیا جائے گا، اور اگر کوئی خطہ دار الاسلام تو ہے، مگر حاکم اسلامی احکام سے انکاری ہے تو پھر خروج کی بحث پر اس کی شروط کے ساتھ عمل کیا جائے۔ یہ وہ اسلامی احکام ہیں جو فقہائے امت کے چودہ سو سالہ ذخیرہ فقہ میں مدون ہیں، اور اس کے مطابق موجودہ ریاستوں اور حکومتوں کے حکم کے تعین کی بنیادیں اور صورت وہ نہیں ہو سکتی جو اول الذکر تعبیر میں ظاہر ہوتی ہے۔ موجودہ ریاستوں کے لیے دار الاسلام یا دار الحرب کا حکم متعین کیا جائے گا، اور اس کی بنیاد وہاں جاری قوانین ہوں گے، پھر حکمرانوں کا حکم ان کے اعتقادات اور افعال کی بنیاد پر ایمان، فسق اور کفر کا متعین کیا جائے گا، اور اسی کے مطابق پھر اصلاح باللسان یا تغییر بالید کے جواز وعدم جواز یا حرمت ووجوب کا فیصلہ کیا جائے گا۔

امت کے عامہ علمائے کرام آج بھی اسی تعبیر کو درست وصائب سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک دستور وآئین کی عبارتیں کوئی خاص درجہ نہیں رکھتیں، نہ ہی ریاستوں کی تعریف کے مغربی معیارات اور جمہوری اقدار ان کے نزدیک شرعی حکم کی تعیین میں کوئی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہاں، ایک وضاحت... موافق ومخالف ہر فرد کے سامنے... کرنا ضروری ہے، اور وہ یہ کہ مذکورہ بالا تفصیل سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان آئین سازی اور قانون سازی کے لیے موجودہ اسٹرکچر میں کوئی کوشش نہ کرے۔ یہ وضاحت اس اعتراض کے جواب میں ذکر کر دی کہ مبادا کوئی کہے کہ علمائے کرام نے آخر اسلامی آئین سازی کے لیے کیوں کوشش کی، اور جمہوری راستے سے اسلامی نظام کے قیام اور حفظِ حقوقِ مسلمین کی سعی کیوں کی۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ سعی کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ اس سعی کے علاوہ کسی سعی کو نادرست سمجھتے تھے، اور نہ اس کی دلیل ہے کہ وہ نفاذِ اسلام کو اسی ریاستی وجمہوری اسٹرکچر میں بند دیکھتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں جب علمائے کرام نے نفاذِ قوانینِ اسلامی ونظامِ اسلام کے لیے جدوجہد کی، آئین سازی کے عمل میں قرار دادِ مقاصد کی منظوری کی سعی کی، ۲۲ نکات مرتب کیے، تو اسی جدوجہد میں شامل رہنے والے علمائے کرام نے ان سب کی بنیاد پر ریاست کے ’مسلمان‘ اور ’اسلامی‘ ہو جانے کا فیصلہ نہیں کر دیا۔ حضرت علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے، جو خود ۲۲ نکات کے مرتب کرنے والوں میں شامل تھے، جب دیکھا کہ حکمران طبقہ اسلام بیزار ہے، شرعی قوانین کے نفاذ سے انکاری ہے، آئین ودستور کی اسلامی شقوں کو منافقت کے طور پر استعمال کر کے لادینیت اور غیر شرعی قوانین کو رائج کر رہا ہے تو انھوں نے برملا لکھا کہ قرار دادِ مقاصد سمیت یہ اسلامی آئین سازی کے ادارے محض دھوکہ وفریب ہیں[3]۔ پھر یہ بھی کئی مرتبہ فرمایا کہ جس ملک میں بھی شرعی قوانین باوجود قدرت کے جاری نہ ہوں، تو اسے دار الاسلام نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مسلمانوں کا ملک ضرور ہے، لیکن اسے اسلامی ملک یا دار الاسلام

[1] ’اسلامی ریاست‘ کے عنوان سے ان دونوں حضرات کی کتب دیکھی جا سکتی ہیں۔

[2] مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے مولانا محمد میاں صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی مکاتیب الگ سے مرتب کر کے نشر کیے ہیں، وہاں علامہ عثمانی اور مولانا مودودی کے درمیان مکاتبت دیکھی جا سکتی ہے۔ اس وقت بندے کے سامنے وہ نسخہ نہیں ہے، اور بندے نے اپنے حافظے کی بنیاد پر یہ بات لکھی ہے۔

[3] بصائر وعبر، ج ۲، ص ۱۱۸، مکتبہ بینات، کراچی

نہیں کہا جاسکتا۔[1] یہ تعبیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے بھی اختیار کی اور آپ کے ادارے 'جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن' کے بیشتر کبار علماء اسی پر کاربند رہے۔ حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بارہا یہ بات بیان کی کہ پاکستان مسلمانوں کا ملک ضرور ہے، مگر اسے اسلامی ریاست یا دار الاسلام نہیں کہہ سکتے، کیونکہ یہاں قوانینِ اسلامی رائج نہیں اور ریاستی ادارے اسلامی احکام کی پابندی کو تسلیم نہیں کرتے۔[2]

جامعہ ربانیہ کراچی کے مہتمم شیخ نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں حکومت مخالف مجاہدین کے حامیوں میں سے تھے اور یہ بات ہر خاص وعام جانتا ہے۔ شیخ نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرمایا جو انھوں نے بندہ سے ذکر کیا، کہ ایک روز شیخ نور الہدیٰ صاحب جامعہ بنوری ٹاؤن تشریف لے گئے اور وہاں آپ کی فرمائش پر دار الافتاء میں اس وقت کے رئیس مفتی عبد المجید دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ کرام جمع ہوگئے۔ شیخ نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس منٹ تک اس بات پر تقریر کی کہ ریاستِ پاکستان کو دستور وآئین اور قوانین کی بنیاد پر کسی طور اسلامی نہیں کہا جاسکتا اور اسے حقیقی معنوں میں اسلامی ریاست اور دار الاسلام بنانے کے لیے دعوت وجہاد کی ضرورت ہے۔ شیخ نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ 'میری چالیس منٹ کی تقریر میں کسی ایک نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا، جب میں نے دیکھا کہ میں مسلسل بول رہا ہوں اور کوئی اعتراض نہیں کرتا، تو میں خاموش ہوگیا اور ان سے مخاطب ہوا کہ بھئی! اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو کوئی تو دلیل دو'۔ اس پر مفتی عبد المجید دین پوری رحمۃ اللہ علیہ گویا ہوئے کہ 'ہم کب کہتے ہیں کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہر کوئی آپ کی طرح مرنے کو تیار نہیں۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، لیکن اس کہنے کا مطلب ان حالات میں موت کے سوا کچھ نہیں'۔ یہ واقعہ جب شیخ نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ سنا رہے تھے تو اس وقت مفتی عبد المجید دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کو کراچی میں ٹارگٹ کلنگ میں شہید کیا جاچکا تھا، تو شیخ نور الہدیٰ نے واقعہ سنانے کے بعد مسکرا کر استاد احمد فاروق سے کہا کہ 'دیکھو! مفتی صاحب تو شہید ہوچلے، اور میں ابھی تک زندہ ہوں'۔ یہاں اس واقعے سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد اسی تعبیر پر قائم رہی اور ہے۔ پھر حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور مقام سے تو سبھی واقف ہیں۔ آپ کی منشور تقریروں میں یہ بات موجود ہے کہ قرار دادِ مقاصد اور ۱۹۷۳ء کا آئین لفظوں میں بہت اچھا ہے، مگر عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ گویا عملی حکم کے تعین میں اس کا کوئی کردار نہیں ہوسکتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جہاد سے متعلق مواقف پر آگے بات کریں گے۔

اسی طرح شیخ سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کون واقف نہیں، جو خود شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے استاذ ہیں، آپ بھی اسی تعبیر کے قائل تھے، اور پاکستان کے آئین کو اس کے اسلامی ہونے کے لیے کافی نہیں سمجھتے تھے، اور نہ ہی جمہوری راستے کو نفاذِ اسلام کا راستہ سمجھتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک مجاہدین کے ساتھ رابطے میں رہے، اور اپنی دعاؤں اور نصیحتوں سے مجاہدین کو مستفید کرتے رہے۔ نوائے افغان جہاد کے مدیر شہید حافظ طیب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ صاحب سے ملاقاتیں رہتی تھیں، اور شیخ صاحب نوائے افغان جہاد... جو افغانستان سمیت دنیا بھر میں نفاذِ دین کی تحریکات کی نمائندگی کرتا تھا... ہر ماہ پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ جس شخص نے بھی آپ کی زندگی کے آخری سالوں میں آپ کی صحبت اٹھائی، وہ جانتا ہے کہ شیخ صاحب جمہوری جدوجہد کے خلاف جہاد کی حمایت کرتے تھے، اور جس کسی نے آپ کے آخری سالوں میں آپ کی ختمِ بخاری کی تقریر پڑھی ہو، وہ آپ کے مسلک کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی مسلک کی پاداش میں آپ کے خانوادے کے بعض افراد کو بھی خفیہ اداروں نے لاپتہ کیا، اور بعد میں مولانا ڈاکٹر عادل خان رحمۃ اللہ علیہ کو شہید تک کروا دیا گیا۔ حافظ طیب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک ملاقات کا حال بندے سے بیان کیا کہ حضرت شیخ صاحب نے بڑی محبت دی اور افغانستان اور پاکستان کے مجاہدین کے لیے استقامت کی دعا دی۔ دورانِ مجلس وفاق المدارس کے بعض امور پر بھی گفتگو ہوئی، تو حافظ صاحب نے از راہِ شکوہ شیخ صاحب سے فرمایا کہ مولانا حنیف جالندھری صاحب حکومت کے صریح اسلام مخالف فیصلوں میں بھی مصالحت سے کام لیتے ہیں جس پر ہمیں دکھ ہوتا ہے۔ اس پر شیخ صاحب نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ 'آپ درست کہتے ہیں'۔ پھر ٹھہر کر فرمایا کہ 'بھئی! مگر جو صلاحیت مولانا حنیف صاحب میں ہے، کوئی دوسرا مولوی اس صلاحیت کا حامل نظر بھی تو نہیں آتا'۔ یعنی مقصود یہ تھا کہ جس طرح ہوشیاری سے مولانا حنیف صاحب مدارس کے تحفظ اور اہلِ مدارس کے حقوق کے تحفظ کی محنت کرتے ہیں، کسی دوسرے میں یہ صلاحیت نہیں ہے۔ پھر تعبیر کا یہی اختلاف تو تھا جو جدید معیشت کے معاملے میں 'اسلامی' بینکاری کے مسئلے پر بھی شیخ صاحب اور آپ کے متبعین کی طرف سے سامنے آیا اور جس پر شیخ صاحب نے ملک کے بیشتر علماء ومفتیانِ کرام کو متفق کیا تھا۔

اسی طرح حضرت عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا خانوادہ بھی اسی تعبیر پر قائم رہا۔ آپ کے بیٹوں بالخصوص مولانا عطاء المومن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر اور جدوجہد سے سارا معاشرہ ہی واقف ہے۔ آپ اہلِ پاکستان کو آئین وقانون اور جمہوری راستوں کی جھنجھٹ سے ہٹا کر اسلامی نظام کے قیام کی دعوت دیتے تھے۔ جمعیت کے معروف خانوادے کے ایک عالم نے... جو مجاہدین کے ساتھ شریکِ عمل تھے... بندہ سے خود بیان کیا کہ کسی جگہ مولانا عطاء المومن صاحب عام خطاب کے لیے مدعو تھے، وہاں یہ صاحب بھی تشریف لے گئے۔ بعد میں

[1] حوالہ سابقہ، ج۲، ص۲۶

[2] دیکھیے: آپ کے مسائل اور ان کا حل (جدید ایڈیشن)، ج۸، ص۶۳۳، مکتبہ لدھیانوی، کراچی۔ نیز دیکھیے: اربابِ اقتدار سے کھری کھری باتیں (کتاب کی حالیہ عدم دستیابی کے سبب جلد اور صفحہ نمبر درج نہیں کیا جاسکتا)

جاننے والوں نے مولانا عطاء المومن صاحب سے ان کا تعارف کروایا کہ یہ مجاہدین کے حامی ہیں۔ مولانا عطاء المومن صاحب نے بڑی شفقت سے ملاقات کی، اور فرمایا کہ 'پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے دو ہی راستے ہیں، ایک یہ جو ہم کر رہے ہیں کہ دعوتِ عامہ ہموار کر رہے ہیں، اور لوگوں کو اسلامی نظام، امارت و خلافت کے مفاہیم سمجھا رہے ہیں، اور دوسرا آپ لوگوں کا راستہ جو قوت سے انھی مفاہیم کو زندہ کرنے کی محنت کر رہے ہیں'۔

جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علمائے کرام بھی اسی تعبیر پر قائم رہے۔ انھوں نے کبھی قرار دادِ مقاصد کی بنیاد پر ریاستِ پاکستان کے اسلامی ہونے اور پھر یہاں 'صرف' جمہوری جدوجہد کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ پاکستان میں اٹھنے والی ہر دینی تحریک اور نفاذِ اسلام کی ہر جدوجہد کا ساتھ دیا، خواہ وہ زبان سے ہو یا قوت سے ہو۔ شہید مولانا سمیع الحق رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے مواقف خاص و عام میں معروف ہیں۔

معاصر علماء میں ایک بڑا نام مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، اور آپ کے علمی مقام کے سبھی علماء معترف ہیں۔ آپ بھی پاکستان کی ریاست کو آئین کے سبب اسلامی نہ کہتے تھے۔ بندہ سے خانوادہ بخاری کے ایک عالم نے خود بیان کیا جو مفتی صاحب کے شاگرد ہیں، کہ آپ نے مفتی صاحب سے پاکستانی فوج کے ادارے کے اسلامی ہونے، نہ ہونے کا سوال کیا، تو مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ 'جب اس ریاست کو 'اسلامی' نہیں کہا جا سکتا، تو اس کے اداروں کے اسلامی ہونے سے متعلق سوال بنتا ہی نہیں'۔

اسی تعبیر پر پختونخواہ کا سب سے بڑا دینی حلقہ بھی قائم ہے جو کئی سالوں تک پاکستان میں نفاذِ شریعت کی تحریک بھی چلاتا رہا۔ مولانا ولی اللہ کابلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر اور تحریرات بالخصوص کتاب 'إعلام الأعلام بمفهوم الدين والإسلام' اس پر شاہد ہیں اور ان کے پورے حلقے کی قربانیاں اس ضمن میں ناقابلِ بیان ہیں۔

مولانا حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرزندِ مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مؤرخِ اسلام اور آپ کے متعلقین و شاگرد بھی اسی تعبیر کے قائل ہیں اور ملک میں نفاذِ اسلام کی غیر جمہوری تحریکات کی پشتیبانی کرتے رہتے ہیں۔ اسلام آباد کے شہید مولانا عبد اللہ غازی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کا خانوادہ بھی اسی تعبیر پر قائم رہا ہے اور لال مسجد کی پوری تحریک اس کا بیّن ثبوت ہے۔ لاہور کے جامعہ حمیدیہ کے مہتمم مفتی حمید اللہ جان رحمۃ اللہ علیہ جو جامعہ اشرفیہ لاہور میں کئی سال رئیس دار الافتاء رہے، وہ شخص تھے جنھوں نے ۲۰۰۸ یا ۲۰۰۹ میں جامعہ اشرفیہ میں دہشت گردی اور خود کش حملوں کے حوالے سے ہونے والے اجتماع میں برملا حکومتی مواقف کی مذمت کی اور دہشت گردی اور خود کش حملوں سے متعلق حکومتی بیانیے کی تردید کی، یہاں تک کہ مذکورہ اجتماع بغیر کسی اجتماعی اعلامیہ کے برخاست ہو گیا۔ آپ زندگی کے آخری کتنے ہی سالوں میں موجودہ ریاستی و جمہوری نظام کے خلاف اسلامی نظامِ خلافت اور اس کے احیاء کی تحریک چلاتے رہے، یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے۔

یہ علمائے کرام کی طویل فہرست ہے، جن میں سے ہم نے چند ایک وفات شدہ علمائے کرام کے نام یہاں ذکر کیے ہیں، وگرنہ بقیدِ حیات علمائے کرام کی ایک کثیر تعداد اب بھی اسی تعبیر پر قائم ہے جن میں سے کسی کا نام ظاہر کرنا قرینِ مصلحت نہیں ہے، کیونکہ پاکستان کے ریاستی اداروں میں دین دشمن عناصر کتوں کی طرح ایسے لوگوں کی بو سونگھتے پھرتے ہیں جو نفاذِ اسلام کی جدوجہد اس طریق پر کرنا چاہتے ہیں جس سے ان کے مغربی آقاؤں کے خواب چکنا چور ہوتے ہیں اور مسلمان ایک قوت بن کر ابھرتے ہیں۔

اسی طرح مشائخ طریقت میں سے بھی کتنوں کی تائید اس تعبیر کو حاصل رہی ہے۔ خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کندیاں والے، سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، پیر عزیز الرحمن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اسی فہرست میں بندہ اپنے اور بے شمار علمائے کرام اور مجاہدین کے شیخ حضرت والا قاری نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی ذکر کرنا چاہتا ہے جنھوں نے ہمیشہ عالمی طاقتوں کے خلاف جہاد اور پاکستان میں نفاذِ اسلام کی ہر جدوجہد کی بھرپور تائید کی، اور اپنی مقبول دعاؤں میں انھیں یاد رکھا، یہاں تک کہ پاکستان کے خفیہ اداروں نے ان جیسے فرشتہ صفت انسان کو بھی ایک ہفتے کے لیے لاپتہ کیا اور تعذیب کا نشانہ بنایا۔ حضرت والا بیعتِ اصلاح لیتے وقت بیعتِ جہاد بھی لیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس بات پر بیعت کرو کہ جب جہاد فرضِ عین ہو گا تو پھر جہاد کرو گے۔ اور بیعت لینے کے بعد فرماتے تھے کہ اگر اب جہاد فرضِ عین نہیں تو کب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات علمائے کرام اور مشائخِ عظام کو اپنی بارگاہ میں عالی مقام عطا فرمائیں اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے والا بنائیں، آمین۔

میں نے جو نام یہاں ذکر کیے ہیں، وہ اس بات کی دلیل میں ذکر کیے ہیں کہ یہ سب حضرات ریاست و حکومت سے متعلق نفاذِ اسلام کے بیانیے میں اول الذکر تعبیر سے موافق نہیں تھے، بلکہ سلطنت و حکومت سے متعلق اسی تعبیر کے قائل تھے جو چودہ صدیوں میں مسلمانوں کے یہاں رائج رہی، اور نفاذِ اسلام کی جدوجہد کو ریاست و حکومت کے موجودہ فلسفے میں بند نہیں کرتے تھے۔

پھر یہی وہ تعبیر ہے جو خود ہمارے پڑوسی ملک افغانستان کے اہل السنۃ والجماعۃ کی غالب اکثریت کی تعبیر ہے۔ ان کے علماء و مجاہدین نے امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اسی تعبیر کو زندہ کرنے کی جدوجہد کی، اور آج امیر المؤمنین شیخ ھبۃ اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ کی امارت میں عملاً زندہ کر رکھا ہے۔ انھیں بھی کہا گیا کہ وہ ریاست کو آئین و قانون کی انھی تعبیرات پر چلائیں جو

آج کی دنیا میں غالب ہیں اور جمہوری اقدار پر اسلام کو زندہ کریں، مگر انھوں نے قوت سے کفر اور ان کے آلہ کاروں کو شکست دی اور عملاً وہی اسلامی نظام قائم کیا جو مسلمانوں کی سابقہ تاریخ میں زندہ رہا۔ اس موضوع پر ان کے علمائے کرام کی کتب بھی موجود ہیں، جن میں سے امارتِ اسلامیہ کے وزیر عدلیہ شیخ عبد الحکیم حقانی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب 'الإمارة الإسلامیة ونظامها' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

یہاں تک ہم نے صرف اتنا بیان کرنا چاہا کہ دینی طبقے کے یہاں نفاذِ اسلام سے متعلق دو تعبیرات پائی جاتی ہیں جو انھوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے اصولوں کے تحت اخذ کی ہیں۔ لہٰذا جو علمائے کرام اول الذکر تعبیر کو درست سمجھتے ہیں، انھیں اس دوسری تعبیر کے حامل اور اس کے تحت جدوجہد کرنے والے کو غلط، باغی اور حرام کا مرتکب کہنا درست نہیں، جس طرح ثانی الذکر تعبیر کے حاملین کو اول الذکر طبقے کے متعلق بدگمان ہونا اور انھیں مخاصم سمجھنا ٹھیک نہیں۔ آئندہ ہم یہ بیان کریں گے کہ ہر ایک تعبیر کے تحت نفاذِ اسلام کی جدوجہد کیسے متعین ہوتی ہے، اور جمہوری جدوجہد، دعوت و تبلیغ یا جہاد و خروج کے متعلق اہلِ دین کے یہاں مقبول آراء کیا ہیں۔

نفاذِ اسلام کا طریقِ کار

اس سے قبل جس قدر بحث کی گئی، وہ اس بنیادی نکتے پر تھی کہ موجودہ دور اور اس کی واقعاتی حقیقت میں سلطنت و حکومت سے متعلق اہلِ دین کے یہاں دو تعبیرات پائی جاتی ہیں، لہٰذا ایک تعبیر کو پکڑ کر دوسرے کا سرے سے انکار کردینا یہ کوئی علمی طریقہ نہیں ہے۔ لہٰذا وہ **علمائے کرام جو موجودہ ریاستی اسٹرکچر کی اسلامائزیشن میں یقین رکھتے ہیں، انھیں یہ بات تسلیم کرنی چاہیے کہ اہلِ دین کا ایک بڑا طبقہ بلکہ اکثریت اس پر یقین نہیں رکھتی۔ لہٰذا دوسرے پر بغاوت کا حکم عائد کرنے سے قبل یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ وہ ریاست و حکومت سے متعلق شریعت کی کون سی تعبیر رکھتا ہے اور اس کی تعبیر مذاہبِ فقہاء سے مطابقت رکھتی ہے یا نہیں۔** چنانچہ انھی ممالک میں وہ لوگ جو جنگ و جدل کی فضا عام کرتے ہیں اور ان کے شرعی دلائل اصولِ اہل السنۃ والجماعۃ سے موافق نہیں اور نہ ہی مذاہبِ فقہاء کے مطابق ہیں، سو ضرور ان پر بغاوت اور ظلم کا حکم عائد کیا جائے، جیسا کہ 'داعش' جیسی خوارج کی جماعت۔ لیکن وہ تمام اہلِ دین جو شریعت کے اصولوں اور فقہائے امت کے مذاہب کے مطابق موجودہ ریاستی و حکومتی اسٹرکچر کو اسلامی تسلیم نہیں کرتے، ان پر بغاوت کا حکم عائد کرنا نہ صرف ناانصافی، بلکہ شریعت کے احکام سے بھی عدول ہے۔

اب اس نکتے پر بات کرتے ہیں کہ اہلِ دین کی دونوں تعبیرات کے مطابق موجودہ ریاستوں میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد کا کیا طریقِ کار ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیے۔

نفاذِ اسلام کا آئینی و جمہوری طریقِ کار

سب سے پہلے جو بحث سامنے آتی ہے، وہ ہے موجودہ ریاستی ڈھانچے میں آئینی و جمہوری جدوجہد کے ذریعے نفاذِ اسلام کی کوشش کی جائے۔ اول الذکر تعبیر والے حضرات کے یہاں صرف یہی ایک راستہ ہے جس کے ذریعے موجودہ ریاستوں میں نفاذِ اسلام کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ پاکستان کی بات کریں تو چونکہ ان کے نزدیک ریاستِ پاکستان اپنے آئین کی بدولت ایک اسلامی ریاست ہے، اور اس کے اندر نفاذِ اسلام کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اب مسئلہ صرف تنفیذ کا ہے جو حکومت کا کام ہے، لہٰذا ایسی حکومت کے قیام کی کوشش کی جائے جو نفاذِ اسلام کے وعدے کو حقیقت کا روپ دے دے۔ اور حکومت سازی کا پروسیس آئین کے مطابق جمہوری انتخابات اور پارلیمان میں اکثریت حاصل کرنا ہے۔ حکومت اگر خلافِ شریعت قانون پاس کرے تو اسکی روک تھام کے لیے پہلے اسلامی نظریاتی کونسل تھی اور اب وفاقی شرعی عدالت موجود ہے، وہاں درخواست دائر کی جائے، وہ اگر کسی قانون کو شریعت کے مخالف پائے گی تو سپریم کورٹ میں اپنی رپورٹ بھیج دے گی، جس پر سپریم کورٹ چاہے تو فیصلہ کرکے قانون کو کالعدم کردے گی۔ اس راستے سے اسلامی قوانین کا اجراء بھی ہوگا اور غیر اسلامی قوانین کی روک تھام بھی ہوگی۔ نفاذِ اسلام کا یہ طریقِ کار ہے جو ریاستِ پاکستان کے آئین و قانون کے مطابق ہے۔ اس راستے کو شرعی اصولوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ایک کام یہ کیا گیا کہ قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ بنا کر ریاست کو اسلامی کیا گیا، اور دوسرا جمہوری نظامِ حکومت کو اسلامی اصولوں کے مطابق ہم آہنگ کرکے 'اسلامی جمہوریت' کا فلسفہ پیش کیا گیا۔

جمہوری طرزِ سیاست اور علمائے کرام کی آراء

اس طریقِ کار کی مشروعیت کے حوالے سے ہم نے اولالذکر تعبیر کے حامل علمائے کرام کے اجتہاد کا خلاصہ پیش کردیا ہے۔ اسی طریقِ کار پر ایک زمانے سے ہمارے ملک کی جمہوری دینی جماعتیں کاربند ہیں اور ان کی پشت پر مذکورہ بالا علمائے کرام موجود ہیں۔ جہاں تک اس طریقِ کار کی افادیت اور عدم افادیت کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ وطنِ عزیز کا ہر صاحبِ فہم و دانش کرسکتا ہے کہ ملک کی پچھتر سالہ تاریخ میں کس قدر اسلام کا نفاذ ممکن ہوپایا ہے۔ یہاں اس موضوع پر کلام ہمارا مقصود نہیں۔ ہمیں یہاں اس موضوع پر بات کرنی ہے کہ ہمارے ملک کے اہلِ دین کے یہاں جمہوری طرزِ سیاست کی حیثیت کیا ہے؟ اور اس سے متعلق اہلِ دین کے یہاں کتنی آراء پائی جاتی ہیں؟

اس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ بنیادی طور پر جمہوری و انتخابی سیاست کے حوالے سے ہمارے اہلِ دین کے یہاں تین آراء پائی جاتی ہیں:

اول: موجودہ ریاستی اسٹرکچر میں آئینی وجمہوری جدوجہد ہی نفاذِ اسلام کا واحد راستہ ہے۔ اور یہ نفاذِ اسلام سے متعلق بیانیے کی اول الذکر تعبیر کا لازمی نتیجہ ہے، اور اس کے حاملین 'اسلامی ریاست' کو 'دار الاسلام' کے متبادل کے طور پر اور 'اسلامی جمہوریت' کو 'اسلامی خلافت وامارت' کے متبادل کے طور پر قبول کرتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔ (اس فکر کا لازم المذھب یہ ہے کہ اگر کوئی صریح کفر کا مرتکب شخص بھی حاکم بن جائے تو بھی اس کے خلاف مسلح جدوجہد جائز نہ ہو گی، کیونکہ ریاست اسلامی اور اس کا آئین اسلامی ہے، اگرچہ حاکم آئین کی خلاف ورزی کر کے حاکم بن بیٹھا ہے، تاہم مسلح جدوجہد کرنا بھی ریاست کے آئین کے خلاف ہے، سو ایسا جائز نہ ہو گا۔ چاہیے جمہوری طریقے سے اس حاکم کی معزولی کی کوشش کی جائے۔ حالانکہ یہ تو امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ حاکم اگر کافر ہو جائے تو مسلمانوں پر قدرت کے مطابق مسلح خروج واجب ہو جاتا ہے۔)

دوم: جمہوری جدوجہد کے ذریعے نفاذِ اسلام کی کوشش کرنا جائز ضرور ہے، مگر ضروری اور واجب نہیں ہے۔ اگر اس طریقِ کار سے نفاذِ اسلام کی منزل حاصل ہو جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کے علاوہ شریعت کے بتائے سبھی طریقوں پر عمل کرنا حسبِ مصلحت جائز یا واجب ہو گا۔

سوم: جمہوری جدوجہد میں شرکت ہی جائز نہیں، کیونکہ یہ غیر شرعی طریقِ کار ہے جو اسلامی تعلیمات کے مخالف ہے اور اس کی اسلامی احکام میں کوئی نظیر نہیں ملتی، لہٰذا اس سے اعراض واجب ہے۔ اس کی بجائے حسبِ مصلحت اور حسبِ قدرت 'دعوت وجہاد' کے ذریعے کوشش کی جائے۔

آخری دونوں آراء بالعموم دوسری تعبیر والے حضرات کے یہاں پائی جاتی ہیں اور یہ دونوں آراء ہی موجودہ آئینی وجمہوری ریاستی نظام کے فلسفے سے متصادم ہیں، اور ہمارے معاشرے کے علمائے کرام کی اکثریت کے یہاں آخر الذکر دونوں آراء رائج ہیں۔ سو کیا ان دو آراء کے حامل حضرات کو بھی 'ریاست کا باغی' اور 'غیر ریاستی عناصر' کہا جائے گا، حالانکہ وہ شریعت کے مسلمہ اصولوں پر کھڑے نفاذِ اسلام کے لیے کوشاں ہیں۔ **یہ حضرات علمائے کرام 'اسلامی جمہوریت' نامی کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اگرچہ فلسفے کی حد تک یہ اصطلاح بڑی جاذبِ نظر ہے، مگر حقیقت کی دنیا میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وجود اسی جمہوریت کا ہے جو مغرب نے رائج کر رکھی ہے۔ لہٰذا جن ریاستوں کو ان کے آئین کی بنیاد پر اسلامی کہا گیا ہے، وہاں آج تک نہ قانون سازوں کے انتخاب کی وہ شرائط نافذ ہیں جو اسلامی جمہوریت کے فلسفے میں بیان کی جاتی ہیں اور نہ قانون ساز اداروں کی صلاحیتوں پر کوئی قدغن لگی ہوئی ہے کہ وہ صرف غیر منصوص مسائل میں قانون سازی کر سکیں۔** نتیجے میں انھی 'اسلامی' ریاستوں کے قانون ساز اداروں میں روز بروز بے دینوں کی اکثریت ہوتی جا رہی ہے، اور خلافِ اسلام قوانین کے اجراء کا عمل پہلے کی نسبت تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے۔ خود پاکستان میں حقوقِ نسواں بل کے بعد ٹرانس جینڈر بل، تبدیلی مذہب بل وغیرہ کا پاس ہونا ہر اہلِ دین کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

جہاں تک پرانے علمائے کرام کا جمہوری سیاست میں شامل ہونے کا تعلق ہے تو ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اسی کو برحق راستہ سمجھتے تھے اور اس کے علاوہ کی نفی کرتے تھے۔ بلکہ اکابر تو اس وقت جمہوری سیاست میں داخل ہوئے جس وقت مزعومہ اسلامی ریاست بھی موجود نہ تھی، بلکہ برطانوی قبضے والا ہندوستان تھا۔ ان اکابر نے ابتداءً اس جمہوری سیاست کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ پھر جب کانگریس نے عدمِ موالات کے بعد اس جمہوری سیاست میں شمولیت کی تائید کی تو اس وقت بھی علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکثر علماء نے اس شرکت کی مخالفت کی[1]۔ بعد میں جب علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مسلم لیگ کی حمایت میں جمہوری سیاست میں شریک ہوئے بھی تو یہ واضح کیا کہ وہ اصلاً اس راستے کے مخالف رہے ہیں، مگر اب مجبوری اور اضطرار کی حالت میں شامل ہوئے ہیں۔ اسی بات کا تذکرہ 'مکالمۃ الصدرین' میں بھی کیا جب آپ نے وفدِ جمعیت سے فرمایا کہ جنگ کے لیے اس وقت کون سا طریقہ اختیار کرنا ہے، آئینی یا انقلابی، اور جواب آیا کہ اب چونکہ سامانِ حرب اور قوت نہیں ہے، تو ہم نے مجبوراً آئینی راستہ اختیار کیا ہے[2]۔ یہی وجہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ممبر مجلسِ قانون ساز ہوتے ہوئے بھی جب آپ نے دیکھا کہ مجلس قانون ساز میں اسلامی قانون سازی کے عمل کا امکان نہیں تو عوامی ایجی ٹیشن پیدا کرنے کے لیے ڈھاکہ پہنچے اور حکومت کو چیلنج کر دیا کہ وہ اسلامی قانون سازی کرے، نہیں تو ہم مخالفت میں کھڑے ہیں[3]۔ انھوں نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اب بس یہی راستہ ہے کہ ووٹ بینک بڑھایا جائے اور انتخابات میں شرکت کر کے پارلیمان میں اکثریت حاصل کی جائے اور پھر حکومت بنا کر اسلامی قانون رائج کیا جائے، چاہے اس میں صدیاں گزر جائیں اور اس دوران کتنے ہی منکرات اور صریح خلافِ اسلام قوانین کی... نظامِ جمہوری کی حمایت کے نام پر... ناچاہتے ہوئے حمایت کرنی پڑے۔ یہی معاملہ دیگر کبار علمائے کرام کا بھی رہا۔ تذکرۃ الظفر میں مولانا عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب ۷۰ء کے الیکشن میں ناکامی ہوئی تو مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مرکزی جمعیت علمائے اسلام کو انتخابی سیاست سے الگ رکھنے اور مسلمانوں میں تبلیغ احکام کی محنت کرنے کا فیصلہ کیا[4]۔ یہی وہ پیغام تھا جو علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ بینات کے منبر سے مسلمانوں میں عام کر رہے تھے، بلکہ ۷۰ء کے الیکشنوں میں جب اخبارات نے مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی باہمی

---

[1] علامہ سید سلیمان ندوی نے یاد رفتگاں میں علامہ عثمانی کے تذکرے میں اس اجلاس کی تفصیل نقل کی ہے۔ دیکھیے؛ یادِ رفتگاں؛ ص ۳۹۰، ۳۹۱، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی

[2] دیکھیے مکالمۃ الصدرین؛ ص ۱۳، مرتبہ مولانا طاہر القاسمی

[3] تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی؛ ص ۱۵۴، ۱۵۵، ادارۂ اسلامیات، لاہور

[4] تذکرۃ الظفر؛ ص ۴۳۰، ۴۳۱، مطبوعاتِ علمی کمالیہ فیصل آباد

مخالفت کو خوب اچھالا تو علمائے کرام کو شدید صدمہ پہنچا کہ اس انتخابی سیاست نے بالآخر اہلِ دین کو ایک دوسرے کے خلاف لاکھڑا کیا، جس کا اظہار علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بصائر وعبر میں کیا[1]۔ یہی علماء تھے جنھوں نے اسلامی جمہوریت کی بھی صراحتاً تردید کی کہ ایسا کوئی فلسفہ اسلام میں ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ[2]، مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ[3]، شیخ سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ[4] اور مکتبہ اہلِ حدیث کے مولانا عبد اللہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کبار علماء کی عبارتیں اس باب میں صریح ہیں کہ مسلم ملکوں میں رائج موجودہ انتخابی سیاست مغربی جمہوری سیاست ہے، اسے اسلامی نہیں کہا جاسکتا۔ پھر ان میں سے بعض نے جمہوری انتخابی سیاست میں سرے سے شامل ہونے سے منع کیا، اور بعض نے اجازت دی، مگر محض جواز کی حد تک۔

لہٰذا یہ سبھی علمائے کرام جو موجودہ جمہوری وانتخابی سیاست کو شرعی اصولوں کی بنیاد پر ناجائز کہتے ہیں، یا پاکستان میں محض اسے نفاذِ اسلام کا طریقِ کار تسلیم نہیں کرتے، کیا انھیں بھی اس دلیل کی بنیاد پر کہ وہ اس ریاست، اس کے آئین کو اور جمہوری سیاست کو اسلامی نہیں مانتے، ریاست کا 'باغی' قرار دیا جاسکتا ہے؟

نفاذِ اسلام کے لیے دعوتی وتبلیغی محنت

پاکستان میں نفاذِ اسلام کا ایک راستہ یہ ہے کہ زبان وقلم سے نفاذِ اسلام کے لیے مسلمانوں کو تیار کیا جائے۔ اس کی بھی دو سطحیں ہیں۔ اول الذکر تعبیر والے حضرات کے یہاں زبان وقلم سے ووٹ بینک بڑھانا مراد لیا جاتا ہے کہ اہلِ پاکستان کو اس بات پر تیار کیا جائے کہ وہ دینی جمہوری جماعتوں کے ممبر بنیں اور انتخابات میں انھیں ووٹ دیں، اور وفاقی شرعی عدالت جیسے آئینی اداروں کا راستہ دیکھیں۔ اس عنوان میں ہمیں یہ مقصود نہیں کیونکہ یہ جمہوری طریقِ کار کا لازمی حصہ ہے، اس سے جدا کوئی چیز نہیں۔

یہاں ہمارا مقصود پاکستان میں نفاذِ اسلام کے لیے غیر جمہوری طریق پر دعوتی وتبلیغی محنت کرنا ہے۔ علمائے کرام کا ایک بڑا طبقہ جو جمہوری سیاست پر یقین نہیں رکھتا وہ پاکستان میں موجودہ ریاستی وجمہوری نظام کے مقابلے میں حقیقی اسلامی نظام کے قیام کے لیے اہلِ پاکستان میں بیداری پیدا کرتا ہے اور انھیں اس پر تیار کرتا ہے کہ وہ جمہوری نظام کی تبدیلی کے لیے خود کو اور دوسروں کو تیار کریں۔ یہ دعوت وہ ریاستی اداروں میں شامل افراد تک بھی پہنچاتا ہے، تاکہ ان ریاستی اداروں میں اگر یہ دعوت مقتدر لوگوں میں مقبول ہو جائے تو وہ اپنی قوت سے جدید نظام کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں اور اس کی جگہ اسلامی نظامِ خلافت وامارت کو قائم کریں۔ علامہ یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے 'مجلسِ دعوت واصلاح' کا قیام ہو، یا مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرکزی جمعیت علمائے اسلام کو تبلیغِ احکام کی طرف متوجہ کرنا ہو، مولانا ولی اللہ کابلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں 'تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی' ہو یا مولانا عطاء المومن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں 'مجلسِ احرار' کی کوششیں ہوں، مولانا شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی حمید اللہ جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں چلنے والی 'تحریکِ طلبہ وطالبات' ہو، یا لال مسجد کی تحریک، پاکستان کی سطح پر یہ وہ تحریکات ہیں جو علمائے کرام نے غیر جمہوری طریقے سے جاری رکھیں اور ان کا مقصد معاشرے اور ریاستی اداروں اور سیاسی جماعتوں میں در آنے والے ملحد وبے دین افراد کی سرکوبی اور اہلِ صلاح کی کثرت کی کوشش تھی اور نظامِ اسلامی کے قیام کی راہ ہموار کرنا تھا۔ ان تحریکات کا یہ مقصد نہیں تھا کہ دینی جماعتوں کا ووٹ بینک بڑھا کر انتخابی سیاست میں انھیں کامیاب کرنے کی کوشش کرنا اور اسی کے ذریعے اسلامی قانون سازی کی کوشش کرنا۔

موجودہ ریاستی اسٹرکچر میں بظاہر اس قسم کی تحریک کی گنجائش نکل آتی ہے، مگر آج کے دور میں جب امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نعرہ اس شدت سے بلند کیا ہے تو اس کی زد میں ایسی تمام تحریکات آچلی ہیں، اور ان تحریکات سے وابستہ افراد بھی ریاستی اداروں کے تشدد کا نشانہ بنے جس کی بڑی مثال مولانا ڈاکٹر عادل خان رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہے۔ سو کیا یہ علمائے کرام جو دعوت وبیان سے موجودہ ریاستی آئین ودساتیر اور قوانین کے غیر شرعی ہونے کو بیان کریں اور اس نظام کی تبدیلی اور اس کی جگہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے رائے عامہ ہموار کریں، سب کو ریاست کا 'باغی' اور 'غدار' کہا جاسکتا ہے۔

نفاذِ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد

سب سے زیادہ جس مسئلے پر اختلاف سامنے آتا ہے، وہ موجودہ ریاستوں میں نفاذِ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد کی مشروعیت کا مسئلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ ریاستوں میں جہاں قوانینِ وضعیہ جاری ہیں اور اجرائے احکامِ اسلام نہیں ہے، وہاں مسلح جدوجہد کرکے ایسی حکومت قائم کی جاسکتی ہے جو بزورِ قوت اسلامی احکام جاری کرے اور شریعت نافذ کرے؟ اس معاملے میں اہلِ دین میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہماری نظر میں اس اختلاف کا سبب بھی تعبیر کا وہ اختلاف ہے جس کا ذکر ہم پہلے سے کرتے آرہے ہیں۔ پہلی تعبیر والے حضرات جن کے یہاں 'اقتدارِ اعلیٰ' اللہ تعالیٰ کو تفویض کرنے والے آئین کے اسلامی ہونے سے ریاست اسلامی ہو جاتی ہے،

---

[1] دیکھیے: بصائر وعبر؛ حصہ دوم، ص ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۵۲ تا ۱۵۵، ۱۷۱، ۲۷۳، ۲۷۴، مکتبہ بینات کراچی

[2] دیکھیے: احسن الفتاویٰ، جلد ششم، رفع النقاب عن وجہ الانتخاب، اسلام میں سیاست کا مقام

[3] دیکھیے: آپ کے مسائل اور ان کا حل (قدیم ایڈیشن)، جلد ۸، ص ۱۸۹ تا ۱۹۶، کیا جمہوریت کو مشرف باسلام کیا جاسکتا ہے؟ مکتبہ لدھیانوی، کراچی

[4] دیکھیے مجلہ سنابل، خصوصی شمارہ 'جمہوریت نمبر'

وہ ایسی ریاست میں انتقالِ اقتدار کے لیے کسی بھی مسلح جدوجہد کی اجازت نہیں دیتے، کیونکہ وہاں کا اسلامی آئین اس کی اجازت نہیں دیتا۔ بالاصل ان کے یہاں فقہاء کی بیان کردہ خروج کی ابحاث بے سود ہیں، کیونکہ جمہوری آئینوں میں انتقالِ اقتدار کے لیے کسی بھی مسلح جدوجہد کی اجازت نہیں، یہ عمل تو روحِ جمہوریت ہی کے خلاف ہے۔ سو جب ایسے جمہوری آئین کو تسلیم کر لیا تو اب مسلح جدوجہد کی مشروعیت خارج از امکان ٹھہری۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اس تعبیر کے حامل علمائے کرام مسلم ریاستوں میں مسلح جدوجہد کی کسی صورت کو جائز نہیں سمجھتے۔

لیکن اس موقع پر ہم بعض اشکالات کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں جو اس تعبیر کے مطابق بھی موجودہ ریاستی نظام سے متعلق ذہنوں میں اٹھتے ہیں۔ اول؛ جب ریاست نامی معنوی شخص قرار دادِ مقاصد جیسی شقوں کو آئین کا حصہ بنا کر اسلام قبول کر لیتا ہے یا اسلامی ہو جاتا ہے، تو کیا یہ سود جیسے کتنے ہی صریح محرمات کی حلت کی شقیں شامل کرکے ارتداد و زندقہ کا مرتکب نہیں ہو سکتا اور غیر اسلامی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ آئین تو دراصل عمل کا نام نہیں، اعتقاد کا نام ہے۔ لہٰذا اقتدارِ اعلیٰ کا اللہ تعالیٰ کو تفویض کرنا گویا کلمہ شہادت کی ادائیگی ہے، لیکن آگے اسلام کے متفق علیہ محرمات کو حلال سمجھنا صریح کفر ہے۔ سو سبھی علمائے کرام کے یہاں متفقہ مسئلہ ہے کہ کوئی مسلمان ساری زندگی عبادات پر مواظب رہے، مگر کوئی اعتقاد کفر کا رکھے تو وہ اسلام سے خارج ہے۔ سو ایسی حالت میں جب ریاست غیر اسلامی ہو گئی تو کیا اب اس میں مسلح جدوجہد جائز ہو گی یا نہیں؟ اسی طرح اگر یہ ریاست کا شخصِ معنوی باوجود مسلمان ہونے کے فساد فی الارض اور اللہ و رسول کے خلاف محاربے کا مرتکب ہو تو کیا ایسے میں اس کے خلاف مسلح جدوجہد جائز ہو گی، جبکہ اسلام میں باجماعِ علماء فساد فی الارض اور محاربے کے مرتکب 'مسلمان' کے خلاف بھی قتال مشروع ہے۔ اس کا جواب پہلی تعبیر کے مطابق دیا جانا ضروری ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ پہلی تعبیر کے اصولوں کے مطابق ان کا جواز دینا پڑے گا، واللہ اعلم۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ خروج کی ابحاث کا تعلق حکمران سے ہوتا ہے، نہ کہ سلطنت سے۔ لہٰذا دار الاسلام میں بھی خروج علی الحاکم فقہاء کی بیان کردہ شروط کے مطابق ہو سکتا ہے۔ سو اس کی تطبیق پہلی تعبیر کے مطابق کیسے ہو گی، کہ موجودہ اسلامی آئین تو ریاست میں مسلح جدوجہد کے ذریعے انتقالِ اقتدار کو حکومت کے خلاف جرم نہیں، بلکہ ریاست کے خلاف جرم اور بغاوت قرار دیتا ہے۔ یہ وہ مغالطہ ہے جس کا جواب آج تک نہیں دیا جا سکا، اور جو کوئی موجودہ ریاستوں میں مسلح جدوجہد کے ذریعے حکومتِ اسلامیہ کے قیام کی کوشش کرتا ہے تو اسے ریاست کے خلاف بغاوت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ جو لوگ نفاذِ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد کے قائل ہوتے ہیں، وہ کسی ریاست کے خلاف جنگ نہیں لڑتے، بلکہ وہاں کی حکومتوں اور افواج کے خلاف جنگ لڑتے ہیں، تاکہ ریاست کو حقیقی معنوں میں دار الاسلام بنا سکیں۔ سو ان لوگوں پر ریاست کے باغی ہونے کی فردِ جرم شریعت کی رو سے کیسے عائد کی جا سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب بھی پہلی تعبیر کے مطابق دیا جانا ضروری ہے۔ یہ علمی اسلوب میں ہم نے بات کر دی، کہ ان سوالات کے جوابات کے تعین پہلی تعبیر کے بیانیے میں ضروری ہے۔

گو یہ جملہ معترضہ لکھنا ضروری ہے کہ اسی ریاستِ پاکستان کی آدھی تاریخ جرنیلی انقلابات سے بھری ہوئی ہے جس میں جرنیلوں نے ببانگِ دہل ریاستی آئین کی دھجیاں اڑائیں، اور مسندِ اقتدار پر براجمان ہو کر سالوں حکومت کے مزے لوٹے، لیکن کہیں ان پر بغاوت کی فردِ جرم عائد نہیں کی گئی۔ یہ فردِ جرم صرف انھی مخلص مسلمانوں پر عائد کی گئی جنھوں نے پاکستان کو اس کی اصل بنیاد پر کھڑا کرنا چاہا جس پر یہ قائم کیا گیا تھا، اور اس فردِ جرم کے تحت کتنے مخلص نوجوان باضابطہ فوجی عدالتوں کی کارروائی کے ذریعے پھانسی دے دیے گئے، کتنے ماورائے عدالت موت کی نیند سلا دیے گئے، کتنے جعلی مقابلوں میں شہید کر دیے گئے اور کتنے آج تک لاپتہ ہیں۔ **علمائے کرام کے لیے یہ بہت زیادہ ڈر کا مقام ہے کہ ان کے کسی بھی فتویٰ کو آڑ بنا کر ریاستی ادارے یہ گھناؤنے جرائم کر رہے ہیں، کہیں بروزِ قیامت اس کا جواب نہ دینا پڑ جائے۔ ان مغرب نواز لبرل و سیکولر عناصر نے جو کرنا ہے وہ کریں گے، حقیقت میں وہ کسی فتویٰ کا اعتبار نہیں کرتے، لیکن اپنے برے افعال کے لیے علمائے کرام کا سر استعمال کرتے ہیں اور علمائے کرام کو پل بنا کر اس پر سے جہنم کے گھڑوں میں گرنا چاہتے ہیں۔** یہ دین بیزار عناصر تو علمائے کرام کے فتاویٰ دکھا کر مسلمانوں کے گھرانوں کو بھی اجاڑنا چاہتے ہیں۔ بندے کی اہلیہ پر بھی خفیہ ادارے کے اہلکاروں نے باقاعدہ علمائے کرام کے فتاویٰ دکھا کر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرے، کیونکہ ان کے نزدیک اس کا شوہر ریاست کا باغی ہے اور انھوں نے سبھی مکاتبِ فکر کے علمائے کرام کے فتاویٰ جمع کر رکھے تھے جن میں بعض کے یہاں ایسے شخص سے علیحدگی واجب اور بعض کے یہاں جائز لکھی تھی۔ حالانکہ بندہ ان علمائے کرام سے بھی یہی گمان رکھتا ہے کہ اگر وہ عالمی طاقتوں کے آلہ کار ریاستی اداروں کے عناصر کی حقیقت جان لیں تو کبھی ان کے ہاتھ میں ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیں جو ان ریاستوں میں مسلمانوں کی کمزوری پر منتج ہو، الا یہ کہ اکراہ کی حالت میں کوئی فتویٰ دے دیں، جس کا حکم سبھی علمائے کرام کے یہاں معلوم اور عذر مقبول ہے۔

یہاں تک پہلی تعبیر کے مطابق موجودہ ریاستی ڈھانچے میں نفاذِ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد کی مشروعیت پر بات ہوئی۔ اب دوسری تعبیر کے مطابق بات کرتے ہیں جو یہاں کی اکثریتِ علماء کی تعبیر ہے۔ ان کے یہاں چونکہ فقہاء کے سابقہ اجتہادات من و عن آج کے دور میں بھی معتبر ہیں تو وہ انھی اجتہادات کی روشنی میں آج کے دور میں بھی مسلح جدوجہد کے احکام متعین کرتے ہیں۔ اس کے مطابق نہ مطلق جواز دیا جا سکتا ہے اور نہ مطلق منع کیا جا سکتا ہے۔ جو شروط فقہائے کرام نے خروج کے حوالے سے بیان کر دی ہیں، انھی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ ان کے مطابق خروج کی تین حالتیں ہیں؛ وجوب، جواز اور حرمت۔

اگر حکمران صریح کفر کا مرتکب ہو یا احکامِ دینیہ میں تبدیلی کا مرتکب ہو تو اسے معزول کرنا واجب ہوتا ہے چاہے خروج کرنا پڑے۔ ہاں! اس خروج کے لیے علمائے کرام نے قدرت کی شرط عائد کی ہے۔ اگر قدرت کے بغیر کوئی جنگ کرے، تو بھی اس کے خلاف حکام مذکورہ کی تائید جائز نہیں، اگرچہ خود مسلح خروج کرنے والے کی تائید بھی واجب نہیں۔ اگر قدرت نہ ہو، تو فی نفسہ خروج کا حکم تو ساقط ہو جاتا ہے، مگر خروج کی تیاری اور اعداد کا حکم واجب کے درجے میں آجاتا ہے، کیونکہ مسلمانوں کے اوپر کفر کی حکومت اسلام میں کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔[1] سو خروج کی تیاری واجب ٹھہرتی ہے، یہاں تک کہ تیاری پوری کر کے خروج کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ذمہ واجب ہوتا ہے کہ وہ کفر کی حکومت کی معزولی کے لیے ہر ممکن وسیلہ استعمال کر کے کوشش کریں، یہاں تک کہ اگر وہ بدون قتال کے معزول نہ ہو تو تیاری کر کے جنگ کریں۔ یہ جنگ کرنے والے کسی بھی حال میں 'باغی' نہیں کہلائے جاتے، بلکہ یہ مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں، اور مسلمانوں پر مسلط ایسے حکام واجب العزل ہوتے ہیں۔

اگر حکام ظلم وعدوان کا مرتکب ہوں تو جن کے خلاف ظلم وعدوان کا ارتکاب کیا گیا ہو، ان کے حق میں حکام سے اپنے سے ظلم وعدوان کو رفع کرنے میں اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے مسلح جنگ جائز ہوتی ہے، اور یہ بھی 'باغی' کے حکم میں نہیں آتے۔ اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے لیے ان مظلوم مسلمانوں کے خلاف حکام کی مدد جائز نہیں ہوتی، بلکہ مسلح جنگ کرنے والوں کو ملامت کرنا بھی جائز نہیں ہوتا۔

اگر حکام شخصی زندگی میں فسق وفجور کے مرتکب ہوں، تو ان کے خلاف مسلح جنگ جائز نہیں، بلکہ اکثریتِ متاخرین کے یہاں حرام ہے۔ گو اسلاف میں اس کے جواز کے اقوال موجود ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے اوپر بھی باغی کا حکم عائد کرنے میں علمائے کرام ایک قول پر متفق نہیں، کوئی عائد کرتا ہے، اور کوئی عائد نہیں کرتا۔

اگر حکام عادل ہوں اور شریعت کے موافق حکومت کرتے ہوں تو ان کے خلاف کسی بھی قسم کی مسلح جدوجہد بغاوت کے زمرے میں آتی ہے، اور ایسے باغیوں کے خلاف حکام کا ساتھ دینا مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے۔

یہ وہ احکام ہیں جو فقہائے کرام کی کتب میں مذکور ہیں اور ہم نے یہاں خلاصہ کے طور پر لکھ دیے ہیں۔ ان کی وضاحت کے لیے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ 'جزل الکلام في عزل الإمام' کافی وشافی ہے، اور اسی کی تلخیص حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نے تکملۃ فتح الملھم میں ذکر کی ہے۔

سو جو علمائے کرام فقہائے کرام کی اس تعبیر کے حامل ہیں، وہ موجودہ ریاستوں کی حکومتوں پر بھی انھی احکام کی تطبیق کرتے ہیں۔ اگر حکام صریح کفر کے مرتکب ہوں، سیکولرزم کے قائل بلکہ داعی ہوں، تغییر شرع کے مرتکب ہوں اور شرعی قوانین کی جگہ مغربی قوانین رائج کریں تو ان کے خلاف علمائے کرام خروج کا فتویٰ دیتے ہیں، چاہے وہ کسی ایسی ریاست کے حکام ہوں جس کے آئین میں قراردادِ مقاصد موجود ہو۔ یہ خروج کرنے والے مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں، برحق ہیں، اور ان مجاہدین کے خلاف حکام کی حمایت حرام ہو گی۔ ہاں! خروج کی قدرت ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے مذکورہ بالا تفصیل کو ملحوظ رکھنا ہو گا۔

یہ وہ دلیل تھی جس کی بنیاد پر مولانا ولی اللہ کابلگرامی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مکتبِ فکر کے علمائے کرام کی ایک کثیر تعداد نے تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی شروع کی اور وہ مسلح جدوجہد کے ذریعے پاکستان میں نفاذِ شریعت کے قائل تھے۔ یہی وہ جرم تھا جس کی پاداش میں آپ اور آپ کے رفقاء علمائے کرام کی بڑی تعداد کو ریاستی اداروں نے شہید کر ڈالا۔ یہی دلیل تھی جس کی بنیاد پر حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ نے پرویز مشرف کی حکومت کے خلاف خروج کا فتویٰ دیا تھا جو اس وقت عام نشر ہوا تھا۔ اسی دلیل پر شیخ نور الھدیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پاکستان میں مسلح جدوجہد کا فتویٰ دیا تھا جو مجاہدین کے رسالوں میں نشر ہوا۔ یہی فتویٰ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے استاذ الحدیث شیخ نصیب خان رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تھا۔ بندے کو جامعہ فریدیہ اسلام آباد کے ایک فاضل عالم نے بتایا کہ وہ نفاذِ شریعتِ محمدی والے خالد امیر صاحب کے ساتھ کسی قید خانے میں تھے، وہاں خالد امیر صاحب نے انھیں بتایا کہ امارتِ اسلامیہ کے اول دور میں وہ مفتی اعظم پاکستان مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور ان سے امیر المؤمنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کے لیے سفارش کروائی کہ انھیں افغانستان میں معسکر چلانے کی اجازت دی جائے جہاں سے وہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کے لیے مسلح جدوجہد کی تیاری کر سکیں۔ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ساری بات سن کر باقاعدہ امیر المؤمنین رحمۃ اللہ علیہ کے لیے سفارش لکھی اور آپ کی سفارش پر خالد امیر صاحب کو افغانستان میں معسکر کھولنے کی اجازت ملی۔ ان حضرات علمائے کرام کے علاوہ بعض علمائے کرام کی رائے ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ یہ پاکستان کے وہ علمائے کرام ہیں جن کا تصلبِ دینی اور فکر وفقہ معتبر ہے اور ان سے صراحتاً نفاذِ شریعت کی مسلح

---

[1] علمائے کرام کے لیے اس نکتے کی وضاحت بے حد ضروری ہے۔ عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ حاکم کے کفر کی صورت میں خروج عند القدرۃ واجب ہے، اور اگر قدرت نہ ہو تو خروج ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا یہ سقوط علی الأبد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کفر کی حاکمیت میں مسلمانوں کو زندگی گزارنا جائز ہو گیا؟ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کی معزولی تو بہر حال واجب ہے کیونکہ وہ اب مسلمانوں کا ولی الامر نہیں رہا، ہاں جب تک جنگ کی قدرت نہیں، جنگ کی قدرت حاصل کرنا واجب ہو جائے گا، یہاں تک کہ قدرت حاصل کر کے جنگ کی جائے اور ایسے حاکم کو معزول کیا جائے۔ بالعموم یہ دوسرا مطلب آج کے دور میں اوجھل ہو چکا ہے، اور یہی سمجھا جاتا ہے کہ چونکہ قدرت نہیں ہے، سو اب حاکم ولی الامر ٹھہرا۔ اس مسئلے کی تفصیل کا یہاں مقام نہیں، علمائے کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس شرعی مسئلے کو ضرور موضوعِ بحث بنائیں۔

جدوجہد کی حمایت ثابت ہے، جبکہ ہم جانتے ہیں کہ مسلح جدوجہد کی خفیہ تائید علمائے کرام کی اکثریت نے پہلے پہل بھی کی تھی اور آج بھی وہ اس پر قائم ہیں۔

اسی طرح جو حکام مسلمانوں کے کسی قبیلے، گروہ یا علاقے پر صریح ظلم وعدوان کے مرتکب ہوں، جیسا کہ مغربی طاقتوں کی ایماء پر قبائل پاکستان میں ریاستی اداروں نے ظلم وستم کی سیاہ تاریخ رقم کی، تو اس کے خلاف مسلح دفاع اور جنگ علمائے کرام کے یہاں جائز ہے، اور مسلح جدوجہد کرنے والے مسلمانوں کے خلاف حکام کی حمایت ناجائز ہے۔ پاکستان میں پرویز کے دور میں جب امریکہ کا ہراول دستہ بن کر افواجِ پاکستان نے قبائل میں جنگ شروع کی تو مذکورہ دلیل کی بنیاد پر لال مسجد میں علمائے کرام کے اجتماع میں 'وانا آپریشن' کے خلاف فتویٰ دیا گیا تھا، حکمرانوں اور افواج کی حمایت کو حرام قرار دیا گیا تھا، اور اس پر پانچ سو سے زائد علمائے کرام کے برضاورغبت دستخط تھے جن پر کسی بھی قسم کا کوئی جبر نہ تھا۔

سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج پاکستان کے حالات بدل گئے ہیں، کیا آج کے حکمرانوں اور جرنیلوں نے اسلام کے در پر سر جھکا دیا ہے، اور نفاذِ شریعت سے مخلص ہو گئے ہیں، یا ابھی تک وہی پرویزی روش کارفرما ہے اور عالمی طاقتوں کی ایماء پر غیر شرعی لبرل قوانین کا بزور رائج کرنا اور شریعت کا نام لینے والے مسلمانوں پر 'دہشت گردی' کی امریکی جنگ کا جاری رکھنا ہی ان کا طرزِ عمل ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ حسی مسئلہ ہے اور اس کی دلیل مشاہدہ ہے۔ پھر یہ مسئلہ تو سبھی اہل السنۃ کے علماء کے یہاں مسلم ہے کہ عالم ومجتہد کی موت سے اس کا اجتہاد زائل نہیں ہو جاتا اور اس کی تقلید ناجائز نہیں ہو جاتی، سو مذکورہ بالا علمائے کرام کا فتویٰ کیا آج بھی معتبر نہیں ہو گا؟

اس ساری تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ **موجودہ آئینی وجمہوری ریاستوں میں جہاں حقیقتاً شریعتِ اسلامیہ معطل ہے اور حکومت سیکولر بنیادوں پر وجود میں آتی ہے، چاہے آئین میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو تفویض کیا گیا ہو، اور جمہوری اصولوں میں چند کاغذی تبدیلیاں کر لی گئی ہوں، تو ایسی ریاستوں میں حکومتِ اسلامیہ کے قیام کے لیے مسلح جدوجہد کرنا فقہائے اسلام کے احکام کے مطابق ناجائز نہیں ہے اور نہ ہی بغاوت ہے، بلکہ حسبِ حالات جائز اور واجب ہو گا، اور یہ پاکستان کے علمائے کرام کی اکثریت کا مسلک ہے جو ہماری تصریح میں دوسری تعبیر کے حامل ہیں۔**

مسلح جدوجہد کے حوالے سے ضروری وضاحت

مسلح جدوجہد کے حوالے سے ہم نے یہاں جو حکم بیان کیا، وہ اصولی حکم ہے۔ اور یہاں تک ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ موجودہ ریاستوں میں جہاں بھی حکومت شریعت کے خلاف کفری قوانین رائج کرے گی اور ریاست کے محافظ ادارے ایسی حکومتوں اور کفری قوانین کا دفاع کریں گے تو علمائے کرام کی اکثریت کے نزدیک ان کے خلاف نفاذِ شریعت کے لیے اٹھنے والے گروہ 'باغی' نہیں کہلائے جاسکتے، بلکہ اس جنگ میں شریعت مخالف حکومتوں اور شریعت دشمن افواج کی حمایت 'حرام' ہو گی۔ **جو علمائے کرام پہلی تعبیر کے حامل ہیں، ان کے لیے بھی سوچنے کا مقام ہے کہ وہ... جمہوری آئین کو بنیاد بنا کر... کیسے ایک ایسی حکومت اور ریاستی مسلح اداروں کی تائید کر رہے ہیں جو صریح خلافِ شرع امور کے مرتکب ہو رہے ہیں اور شریعت کے نفاذ کو قصداً روکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے تو فقہائے اسلام کے بیان کردہ احکام کی کھلی مخالفت لازم آتی ہے۔**

البتہ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اصل 'واجب' کفری قوانین رائج کرنے والی حکومت کی جگہ شرعی حکومت قائم کرنا ہے، اور یہ 'واجب' اگر اسلحہ اٹھائے بغیر پُر امن جدوجہد سے پورا ہو جائے تو اسلحہ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، اور اسی طرح اگر اسلحہ اٹھانے کے بعد بھی یہ حاصل نہ ہو، تو ایسی جدوجہد عمل کی دنیا میں بے فائدہ ہو گی۔ پھر اگر مسلح جدوجہد کے نتیجے میں کئی مفاسد کے پیدا ہونے کا امکان ہو تو اس کی گنجائش نکلتی ہے کہ بعض علمائے کرام ایسی مسلح جدوجہد سے منع کریں[1]۔ بالخصوص **جب یہ دیکھا جائے کہ نفاذِ اسلام کے نام پر مسلح جدوجہد کرنے والوں کے ہاتھوں عام مسلمانوں کا قتلِ ناحق اور معصوم جانوں کا اتلاف شروع ہو جائے اور مسلمانوں کی املاک کی تباہی ہونے لگے تو ایسے غیر شرعی امور پر نکیر کرنا تو اصولِ اسلام سے ہے اور ایسی کسی بھی مسلح جدوجہد کی تائید کرنا جو حق اور ناحق کی تمیز سے ناآشنا ہو اور شریعت کے بیان کردہ آدابِ قتال کو خاطر میں نہ لائے، کسی بھی معتبر عالمِ دین کا فتویٰ نہیں ہو سکتا۔**

حقیقت کی دنیا میں دیکھا جائے تو پاکستان میں ابھی تک ہونے والی مسلح جدوجہد کے حوالے سے یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ اس میں شرعی حدود سے تجاوز کیا گیا ہے، یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ریاستی اداروں کے ہاتھوں تو چادر وچار دیواری کی عصمت کی پامالی عام رسم اور عادت کے طور پر دیکھنے میں آئی اور اس کے مقابلے میں مجاہدین سے چند ایک واقعات اس قسم کے صادر ہوئے۔

---

[1] واضح رہے کہ نفاذِ شریعت کی مسلح جدوجہد سے مخصوص حالات میں منع کرنا ایک مسئلہ ہے اور ان کے خلاف شریعت سے انکاری حکومتوں اور افواج کی حمایت کرنا دوسرا مسئلہ ہے۔ ایک سے دوسرا لازم نہیں آتا۔ ہم یہاں اول کی بات کر رہے ہیں، ثانی پر انکار ہم پہلے کر آئے ہیں۔

مگر سفید لباس کے دامن پر سیاہ داغ بدنما لگتا ہے، جبکہ سیاہ لباس تو خود کتنے ہی سیاہ دھبے چھپالیتا ہے۔

پیغامِ پاکستان کی حقیقت

شاید یہاں کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ دعویٰ کر رہے ہیں کہ علماء کی اکثریت دوسری تعبیر کی حامل ہے جن کے یہاں موجودہ ریاستوں میں مسلح جدوجہد کے ذریعے نفاذِ شریعت کی کوشش جائز ہے، جبکہ پیغامِ پاکستان میں ۱۸۰۰ سے زائد علمائے کرام کے دستخط ہیں جو پاکستان کے سبھی مکاتبِ فکر سے وابستہ علمائے کرام ہیں۔ اگر اسے اکثریت نہ کہا جائے تو کسے کہا جائے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگر پیغامِ پاکستان جیسا دکھایا جاتا ہے، ویسا ہی حقیقت میں ہو تو واقعی یہ دلیلِ اکثریت ہے۔ مگر ہم نے اس دستاویز پر موجود دستخط والے حضرات علمائے کرام سے استفسار کیا، تو جواب میں ہمیں دو باتیں پہنچیں۔ ایک بڑے عالم نے یہ فرمایا کہ ہم سے جس چیز پر دستخط لیے گئے تھے، وہ یہ نہیں ہے جو پیغامِ پاکستان کی دستاویز میں چھپا ہوا ہے۔ یہ بات ان عالم نے کسی ایک فرد کے سامنے نہیں، بلکہ حدیث کے سبق میں تمام شاگردوں کے سامنے کہی۔ ایک دوسرے بڑے مفتی صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم نے خفیہ اداروں کے سخت جبر میں دستخط کیے ہیں۔[1] اب ان دو گواہیوں پر باقی تمام دستخطوں کا قیاس کر لیجیے اور جان لیجیے کہ پیغامِ پاکستان کی دستاویز میں جو کچھ درج ہے، دستخط کرنے والے علمائے کرام اس پر متفق نہیں ہیں۔ یہ اس دستاویز کی حقیقت ہے۔

پاکستان کی حالیہ صورتحال اور عالمی طاقتوں کا ایجنڈا

وطنِ عزیز پاکستان اس وقت جن ناگفتہ بہ حالات سے گزر رہا ہے اور معیشت واقتصاد کے میدان میں جس دیوالیہ کی طرف گامزن ہے، شدید خطرہ ہے کہ ریاستی نظام انہدام (collapse) کر جائے۔ ہم لوگ جس شام کی صورتحال دیکھ کر ڈرتے تھے کہ کہیں ملک میں خانہ جنگی بڑھی تو پاکستان کا بھی وہی حال نہ ہو جائے جو تباہ حال شام ہے، لیکن جنگ کے بغیر ہی صورتحال ویسی بنتی جا رہی ہے۔ خاکم بدہن اگر خدانخواستہ اب کوئی ایک بھی قدرتی حادثہ ہو گیا تو پھر ہم 'شام' کو اپنے ملک میں دیکھ رہے ہوں گے۔

یہ حالات اس ملک میں اللہ کی شریعت سے دشمنی مول لینے اور اللہ کو ناراض کرنے کا نتیجہ ہیں۔ اس کا اصل ذمہ دار تو ملک پر قابض مقتدر طبقہ ہے، چاہے حکمران ہوں یا جرنیل، لیکن جب نہی عن المنکر نہ رہا اور ان ظالموں کے کرتوتوں پر انکار نہ رہا تو سنتِ کونیہ کے مطابق امتحان کی لپیٹ میں پورا ملک اور سبھی شہری آنے کو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [سورۃ الأنفال:۲۵]

”اور ڈرو اس وبال سے جو تم میں صرف ان لوگوں پر نہیں پڑے گا جنھوں نے ظلم کیا ہوگا، اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔“

اگر ملک کے تمام اہلِ دانش جمع ہو جائیں اور مل بیٹھ کر غور وفکر کریں تو اس نتیجے پر پہنچنے میں انھیں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ ان سب حالات کا ذمہ دار ملک کا مقتدر طبقہ ہے، جو نہ دینِ اسلام سے مخلص ہے اور نہ ملک وقوم سے مخلص ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جسے مغربی طاقتیں اپنی مرضی چلانے کے لیے منتخب کرتی ہیں اور یہ لوگ اپنی دنیا بنانے کے لیے اپنی قوم اور اپنے ملک سے غداری کرتے ہیں۔ یہ کرپٹ قیادت ہی ہے جس نے آج پاکستان کو اس سطح پر پہنچا دیا ہے۔ پچھتر سال کی تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے ہمیشہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالی، اسلامی قوانین کے اجراء کو قصداً روکا، اپنے شخصی مفادات کے تحفظ کے چکر میں ملک کی سالمیت کو ہمیشہ داؤ پر لگایا، ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کی بجائے اسے عالمی طاقتوں کے در کا غلام بنایا۔ آج یہ حال ہے کہ مشرق میں پڑوس کا ملک دنیا کی تیسری عسکری طاقت بن چکا ہے، اور یہ ظالم لوگ مغربی پڑوسی کی دین پسندی کو امریکہ ومغرب کے سامنے دہشت گردی دکھا کر اپنے ملک کے لیے امداد مانگ رہے ہیں۔ اب بھی اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ یہ مقتدر طبقہ اپنی کرسی بچانے کے لیے یا اسرائیل کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی مغربی شرائط مان لے یا ایٹمی ہتھیاروں کو ان کی نگرانی میں دینے پر تیار ہو جائے۔ اس کا مطلب ہوگا کہ جغرافیائی اور نظریاتی دونوں سطحوں پر ملک کو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں سرنڈر کر دیا گیا۔

اگر یہ تجزیہ درست ہے کہ ملک کے ان حالات کا اصل ذمہ دار مقتدر طبقہ ہے، تو اب پوری قوم اور خاصۃً علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس طبقے پر دباؤ بڑھائیں کہ وہ اپنی روش تبدیل کرے اور اگر نہیں بدلتا تو اقتدار چھوڑ دے۔ حیرانگی اس وقت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ طبقہ اپنی روش بدلنے کے بجائے نفاذِ شریعت کا نام لینے والوں کو ملک کے حالات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور پھر بعض علمائے کرام کو بھی اس پر جمع کر لیتا ہے۔

اگر یہ مقتدر طبقہ ملک کو کرائسس سے نکالنے میں مخلص ہوتا تو ضرور درست حل کی طرف قدم بڑھاتا اور اس ملک میں ایک طرف شریعت کا عادلانہ نظام رائج کرتا اور دوسری طرف اس ملک کو بیرونی طاقتوں کے اثر سے نکال کر خود مختار بناتا۔ یہی وہ حل ہے جو پاکستان کو موجودہ کرائسس سے نکال سکتا ہے، اور یہ اسی وقت عمل پذیر ہو سکتا ہے جب زمامِ اقتدار فاسد اور کرپٹ قیادت سے چھین کر صالح قیادت کو سونپ دی جائے۔ اگر ملک کے ریاستی اداروں اور

---

[1] ہمیں افسوس ہے کہ ہم یہاں ان حضرات علمائے کرام کے نام نہیں درج کر رہے، اور افسوس اس بات پر ہے کہ ہو سکتا ہے بہت سے لوگ ہمیں سچا نہ سمجھیں۔ مگر ہم کیا کریں کہ ہمیں حضرات علمائے کرام کی حفاظت اپنی جانوں سے بڑھ کر عزیز ہے، جبکہ دستخط لینے والے ظالموں کے یہاں ان حضرات علماء کے خون کی کوئی قیمت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کے شر سے تمام مسلمانوں بالخصوص علمائے کرام کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

سیاسی جماعتوں میں ایسی صالح قیادت موجود ہے تو اسے چاہیے کہ یہ کام کر دے اور اس کے لیے جمہوری تماشوں کا انتظار نہ کرے۔ پاکستان کی افواج میں جو دین و مذہب اور ملک و قوم سے مخلص لوگ موجود ہیں، انھیں چاہیے کہ اپنے مفسد جرنیلوں سے بزورِ قوت چھٹکارا حاصل کر کے زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور ملک کو درست سمت میں لے چلیں۔ اگر وہاں کوئی صالح قیادت کا اہل نہیں ہے، تو ملک و قوم کو باہر سے صالح قیادت کے آنے کی راہ ہموار کرنی چاہیے اور مجاہدین پر اعتماد کرنا چاہیے۔

پاکستان کے علمائے کرام اور اہلِ دین سے وقت کا تقاضا کیا ہے؟

پاکستان کے اہلِ دین اور خاصۃ علمائے کرام کو سمجھنا چاہیے کہ ہمارے ملک میں اصل جنگ مغرب زدہ مقتدر طبقے اور ملک و قوم سے مخلص دینی طبقے کے درمیان ہے۔ ہمارا مقتدر طبقہ نہ اسلام سے مخلص ہے اور نہ ملک و قوم سے اور وہ اس ملک کو کفری طاقتوں کے ہاتھوں مکمل فروخت کر کے چھوڑے گا۔ اس طبقے کی خواہشات کی راہ میں اگر کوئی اصل رکاوٹ ہے، تو وہ شریعت کا نام لینے والے مجاہدین فی سبیل اللہ ہیں جو پاکستان کے دینی طبقے کی 'قوت' ہیں۔ یہی وہ قوت ہے جس سے اس طبقے کو سب سے زیادہ خوف ہے، اور یہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے مجاہدین کو ملک و قوم کے حق میں موذی ثابت کرتے ہیں۔ یہ لوگ خود علانیہ مغرب کے آلہ کار ہیں، مگر مجاہدین کو 'سی آئی اے' اور 'را' کا خفیہ ایجنٹ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اپنی اس جنگ میں علمائے کرام کا کندھا استعمال کرتے ہیں اور ان سے مجاہدین کے خلاف فتاویٰ لیتے ہیں۔ حالانکہ یہی لوگ ہیں جو معاشرے میں علمائے کرام کا مقام گھٹاتے ہیں، دینی تعلیمات کے معاملے میں ان کا اعتبار ختم کرتے ہیں، مدارس کو اپنی تحویل میں لینا چاہتے ہیں اور علمائے کرام کو اپنی سیکولر و بے دین پالیسیوں کا پابند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ظالم علمائے کرام کے قتل سے بھی گریز نہیں کرتے، مولانا سمیع الحق شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادتیں اس کی کافی دلیل ہیں اور خود حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ پر گولیاں چلانے والے کہاں سے آئے اور کہاں گئے؟

اس جنگ میں اہلِ دین کی کامیابی ایک ہی صورت میں ممکن ہے، وہ یہ کہ یہ متحد رہیں اور ان میں سے کوئی بھی انجانے میں بھی دین بیزار مقتدر طبقے کا حامی نہ بنے۔ پاکستان کی سالمیت اور دفاع سے مخلص دینی طبقہ ہی ہے، خواہ علمائے کرام ہوں یا مجاہدین ہوں، اہلِ مدارس ہوں یا دینی جماعتیں۔ تعبیر اور اجتہاد کا اختلاف دینی طبقے میں موجود ہے، مگر وہ اس اختلاف کے باوجود دین کے اصول میں متفق ہیں اور وطن پاکستان کے حوالے سے ان کا بیانیہ ایک ہے۔ چاہیے کہ ریاست وسیاست کے حوالے سے تعبیر کے اختلاف کو اپنی 'جگہ' دی جائے اور اس کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلاف 'باغی' یا 'ناحق' کا فتویٰ مت دیا جائے، کیونکہ اس انتشار کا لامحالہ فائدہ بے دین قوتوں کو حاصل ہوگا۔ اور یہ تو مغرب کی آشکارا پالیسی ہے کہ وہ دینی قوتوں میں سے اپنے حامی تلاش کر کے انھیں دوسرے بنیاد پرستوں کے خلاف کھڑا کرے۔ اس موضوع پر رینڈ کارپوریشن جیسے امریکی تِھنک ٹینک اداروں کی پالیسی رپورٹیں منشور ہیں۔

علمائے کرام کا منصب تو یہ ہے کہ متفق علیہ مناکیر پر سب مل کر نکیر کریں، خواہ منکَر کا مرتکب کوئی بھی ہو۔ پھر مناکیر بھی سب ایک درجے کی نہیں ہے اور بڑے منکر پر نکیر بھی شدید اور متاکد ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں سب سے بڑا منکَر اسلامی حکومت اور شریعت کا نفاذ نہ ہونا اور عالمی طاقتوں کی نمک خواری ہے، لہٰذا اس منکر کے مرتکب مقتدر افراد اور عناصر کے خلاف انکار ہونا چاہیے اور اہلِ وطن میں شعور بیدار کرنا چاہیے کہ وہ ایسے افراد اور عناصر پر دباؤ ڈالیں اور انھیں اپنی روش سے باز رکھنے کی کوشش کریں، اور ان کے مقابلے میں مخلصین کی حمایت کریں۔

ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ اگر ہم وطنِ عزیز پاکستان کے حالات کو درست کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے پورے دینی طبقے کو مل کر کام کرنا ہوگا۔ یہ کام محض چند افراد کے اسلحہ اٹھالینے سے انجام نہیں پاتا، اور نہ ہی کسی ایک جنگ اور معرکے کا نام ہے۔ یہ ہمہ گیر کام ہے اور اس کی کتنی ہی سطحیں ہیں۔ عوام میں تبلیغِ احکام اسلام کرنا، ریاستی اداروں کے افراد کو دین سکھانا، ریاستی اداروں میں بے دینوں کے مقابلے میں صالحین کو قوت پکڑنے کی سعی کرنا، اور ایک ایسی جہادی قوت پیدا کرنا جو پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام اور نفاذِ شریعت کے لیے راستہ ہموار کرے، تاکہ اس کے بل بوتے پر اقتدار 'صالح قیادت' کو سونپ دیا جائے جو اسلام سے بھی مخلص ہو، ملکی سالمیت اور خودمختاری کی بھی محافظ ہو اور ملک و قوم کی خدمت کے جذبے میں سچی ہو۔ یہ کام اہلِ مدارس کا بھی ہے، ریاستی اداروں کے افراد کا بھی ہے، تعلیمی اداروں اور علمائے کرام کا بھی ہے، اور نفاذِ شریعت کے لیے جمع ہونے والے مجاہدین کا بھی ہے۔ اور بے شک مجاہدین کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر ہے کہ اسی قوت پر پاکستان کی صلاح کا دارومدار ہے۔

مجاہدین کی ذمہ داری

مجاہدین کو اپنی قوم کے سامنے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ پاکستان میں نہ صرف نفاذِ شریعت کے لیے کوشاں ہیں، بلکہ اس ملک کو 'عالمی طاقتوں' کی بالادستی سے نکال کر خودمختار بنانا چاہتے ہیں اور ملک و قوم کو دنیا میں باعزت بنانا چاہتے ہیں، ملکِ پاکستان اس وقت جن اندرونی وبیرونی خطرات سے دوچار ہے، مجاہدین ان سب کا ادراک رکھتے ہیں اور ان سے اپنی قوم کو نکالنا چاہتے ہیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مجاہدین اپنے شرعی اور سیاسی مواقف میں واضح ہوں۔ ان کی سیاست 'دنیوی لادین سیاست' کی طرح اتار چڑھاؤ اور یوٹرنز کی حامل سیاست نہ ہو، اور ان کا عمل ان کے مواقف کے مطابق ہو۔ پھر ان میں خود احتسابی کا عمل بھی موجود ہو، تاکہ اخطاء

کی اصلاح ہو اور ہر عمل پہلے سے بہتر ہو۔ مجاہدین کو ثابت کرنا ہو گا کہ وہ اپنے ملک اور قوم پر ’مسلط‘ ہونے کے لیے نہیں، بلکہ ملک و قوم کو خطرات سے نکالنے کے لیے کوشاں ہیں۔

یہ چند باتیں ہم نے اس نیت سے قلمبند کی ہیں کہ اہلِ پاکستان جن مسائل میں گھرے ہیں، اصلاح کی طرف ہم بھی چند گام اٹھانے والوں میں شریک ہو جائیں اور اصلاح جس ’اجتماعی عمل‘ کی متقاضی ہے، اس میں ہماری شرکت بھی ہو جائے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ اس اصلاح کے عمل میں اپنی بساط بھر کوشش کرے اور تمام دینی قوتوں کو متحد و متفق کرنے میں اپنا کردار ادا کرے، تاکہ باطل قوتوں کا مقابلہ کیا جاسکے، اور اہلِ پاکستان سمیت پوری امتِ مسلمہ کو باعزت اور مختار بنایا جاسکے اور شریعت کے عادلانہ نظام کو دنیا میں رائج کیا جاسکے۔

وما أريد إلا الإصلاح ما استطعت، وما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت وإليه أنيب۔
وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وأمته وعلينا أجمعين۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: مع الأستاذ فاروق

اور اسی سب کے ذیل میں اردو زبان کی انٹرنیٹی دنیا میں ایسے انقلابی منصوبے بھی شروع کیے گئے جو اپنی شناخت میں غیر جہادی تھے۔ ان منصوبوں کا اثر (impact) اور رسوخ (outreach) لاکھوں کروڑوں تک پہنچا اور یہ منصوبے بعض مخصوص جہتوں میں انٹرنیٹ پر اردو زبان کے سب سے بڑے منصوبے بن گئے اور یہ منصوبے بحمد اللہ الواحد القہار اس قدر نمایاں و ممیز تھے کہ کوئی اور منصوبہ ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا تھا (ان منصوبوں کی تفصیلات بھی سکیورٹی وجوہات کے سبب عام نہیں کی جاسکتیں)۔ بہر کیف، ہر عروج کو زوال ہے، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ○وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اور اللہ تعالیٰ عروج سے بھی آزماتا ہے اور زوال میں مبتلا کر کے بھی اور بتوفیق اللہ، ہم اپنے رب سے بہر حال و کیفیت راضی ہیں، وللہ الحمد والمنۃ!

حضرت الاستاذ نے مشائخ کے نام خط میں جن دیگر امور کی طرف توجہ دلائی تھی ان پر بحمد اللہ کام آج کامیابی سے جاری ہے اور ان کا ذکر مستقبل میں ذکر کرنے والے کریں گے، ہم رہے تو ہم اہلِ کفر کے دلوں میں ایک اور نیزہ کھبو کر اور اہلِ ایمان کو فتح کی خوش خبری سنا کر یہ ذکر کریں گے ورنہ ہمارے بعد آنے والے اور اگر اس دنیا میں اس سب کا ذکر نہ ہو سکا تو جناتِ عدن ان قصوں کا محل ہیں، برحمۃ اللہ!

حضرت الاستاذ کی ایک اور نصیحت اور حکم یعنی دیگر اہلِ دین کے ساتھ رابطہ اور تعاون تو اس پر بھی اپنی قلتِ سامانی اور غربت کے ساتھ ساتھیوں نے عمل کی کوشش کی۔ ٹھیٹھ دیوبندی حلقوں سے بھی رابطہ جڑا، تبلیغی جماعت سے وابستہ ساتھیوں سے بھی، اہلِ حدیث ساتھیوں سے بھی اور تنظیمِ اسلامی و جماعتِ اسلامی سے وابستہ ساتھیوں سے بھی، حتیٰ کہ بعض بریلوی حضرات سے بھی تعامل شروع ہوا۔ پروفیشنل دنیا میں بھی کئی لوگ جڑے۔

الطريق إلى التغيير تاحال جاری ہے، ’ہم نہ ہوں گے، کوئی ہم سا ہو گا‘ کے مصداق یہ جاری رہے گا اتمامِ نورِ لا الٰہ تک!

وما توفيقي إلّا بالله. وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين.
وصلى الله على نبينا وقرة أعيننا محمد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: کیا ہندوستانی مسلمانوں کا کوئی پرسانِ حال ہے؟

پاکستان کے جید علمائے دین کو بھی بھارتی مسلمانوں کے حق میں پاکستانی عوام میں آگاہی پھیلانے کی اور انہیں ان کی مدد و نصرت پر ابھارنے کی ضرورت ہے۔ عوام کو ان کے دینی فرائض کا فہم علمائے حق ہی دے سکتے ہیں، پس علمائے حق کو یہ ذمہ داری نبھانے میں ہرگز دیر نہیں کرنی چاہیے۔

یقیناً دعاؤں کی طاقت سے تقدیر بھی بدل سکتی ہے مگر قوموں کی تقدیر محض دعاؤں سے نہیں بدلتی، یہ اللہ رب العزت کی سنت ہے۔ جہاں یہ امتحان مظلوم قوم کا ہے وہیں یہ اس کے نزدیک بسنے والی ان قوموں کی آزمائش بھی ہے جو ایمان اور اسلام کے رشتے سے ایک امت کی لڑی میں پروئی ہوئی ہیں۔ زیادہ وقت تو نہیں گزرا کہ ہم یونہی دیکھتے رہ گئے اور روہنگیا قوم کو مارا کاٹا جلایا اور جلاوطن کیا گیا، ہم دیکھتے ہی رہے اور پاکستانی حکومت و فوج نے کشمیری مجاہدین سے، کشمیری عوام سے اپنا ناتا کاٹ ڈالا، ہم منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھے ہمالیہ سے اونچی دوستی کو تکتے رہے اور ترکستانی مسلمان بدترین ظلم سہتے رہے......ہماری عافیہ گئی ہم چپ رہے، ریمنڈ ڈیوس رہا ہوا ہم چپ رہے، شیخ اسامہ شہید کر دیے گئے ہم چپ رہے، ہماری فوج نے دراندا ز ہونے والے انڈین پائلٹ کو چائے پلا کر رخصت کر دیا، ہم چپ رہے...... اب کس وقت کا انتظار ہے؟ کیا ہماری یہ چپ روزِ قیامت ٹوٹے گی؟

احساس عنایت کر آثار مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

☆☆☆☆☆

ریاستِ پاکستان، اس کے حکمرانوں کی شرعی حیثیت اور ہمارا مقصدِ جہاد

مفتی نور ولی محسود حفظہ اللہ

ماہِ جنوری ۲۰۲۳ء میں 'پیغامِ پاکستان' کی یاد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (حفظہ اللہ) نے بذریعہ ویڈیو لنک شرکت کی اور ریاستِ پاکستان اور اس کے حکمرانوں کی شرعی حیثیت کے متعلق گفتگو کی جس میں آپ نے ریاستِ پاکستان کو اسلامی ریاست بیان فرمایا اور اس کے خلاف مسلح جدوجہد کو ناجائز اور بغاوت قرار دیا نیز افغانستان کے دار الحکومت کابل میں تحریکِ طالبانِ پاکستان کے قائدین سے ہونے والے مذاکرات کا بھی کچھ حال بیان فرمایا۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کے اس بیان کے جواب میں امیر تحریک طالبان پاکستان مفتی نور ولی محسود (ابو منصور عاصم) حفظہ اللہ نے ایک صوتی بیان جاری کیا جس میں مفتی نور ولی صاحب نے اپنے مقصدِ جہاد اور ریاستِ پاکستان اور اس کے حکمرانوں کے شرعی حکم وغیرہ سے متعلق اپنا موقف بیان کیا۔ مفتی نور ولی محسود صاحب حفظہ اللہ ہی کے مثل علماء و قائدینِ جہاد کا موقف روزِ اول سے واضح ہے اور ماضی وحال میں ریاستِ پاکستان اور جہادِ پاکستان کے حوالے سے اپنا شرعی منہج قرآن وحدیث اور فقہائے امت کے اقوال و تعبیرات کی روشنی میں بیان کرتے رہے ہیں اور اپنا خون نظامِ اسلامی کے نفاذ کے لیے بہاتے رہے ہیں۔

(ادارہ)

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه

أمابعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمٰن الرحيم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ○ (سورۃ التوبۃ: ۱۱۹)

"اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ ہمارا تعلق اہل السنۃ والجماعۃ سے ہے، ہم علماء ورجال دین کی قدر دل وجان سے کرتے ہیں، چہ جائیکہ ان کی توہین و تحقیر کریں۔ حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، جو موجودہ دور میں چوٹی کے عالم ہیں، ان کا علمی مقام اپنی جگہ مسلم ہے، مگر مفتی صاحب نے جو بیانیہ ہمارے حوالے سے دیا ہے ہم اس کی وضاحت اس لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ادب اور احترام کی وجہ سے ہم خاموش رہے تو کہیں ہم مسلمانوں کی لاتعداد قربانیوں کے ساتھ خیانت کرنے والوں میں شمار نہ ہو جائیں۔

مفتی صاحب نے جو یہ بات کہی ہے کہ "پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے، اس کے خلاف مسلح جنگ کھلی بغاوت ہے"، اس بارے میں عرض ہے کہ موجودہ جنگ کی ابتدا ہم نے نہیں کی ہے، بلکہ ہم نے تو امارت اسلامیہ افغانستان کے خلاف حملہ آور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف اپنے مقدس جہاد کی ابتدا کی تھی، مگر پاکستان کی حکومت اور افواج نے اپنے مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے اور ان سے ڈالر بٹورنے کے لیے ہماری آزاد سرزمین پر ہمارے یہاں پناہ گزین مہاجرین کے خلاف آپریشن شروع کیے، جس کے ردعمل میں ہمارے استفتا کے بغیر پاکستان کے مؤقر دینی اداروں کے ساتھ تعلق رکھنے والے پانچ سو سے زائد جید اور ممتاز علمائے کرام نے افواج پاکستان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا جو بعد میں 'وانا آپریشن سے متعلق علماء کا متفقہ فتویٰ' کے نام سے بار بار شائع ہوا۔ چنانچہ ہم نے اس فتوے اور اس جیسے اکابر کے دیگر فتاویٰ جات کی روشنی میں اپنے جہاد کا رخ پاکستان کی طرف بھی موڑ لیا۔ تو جب پہل ہماری طرف سے نہیں تو ہمیں کیوں موردِ الزام ٹھہرایا جا رہا ہے؟ اور ساتھ میں یہ بات بھی ہے کہ بغاوت تو امام برحق یا امام عادل کے خلاف ناحق قیام کی صورت میں ہوتی ہے، جیسا کہ البناية شرح الهداية میں باب البغاۃ کے تحت ہے:

أهل البغي هم الخارجون على امام الحق بغير حق

"پس باغی وہ ہوتے ہیں جو امام برحق کے خلاف بغیر حق کے خروج کرتے ہیں۔"

جب کہ ہمارے نزدیک پاکستان کے حکمرانوں کو امام عادل کی حیثیت دینا قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ انہوں نے عالم اسلام اور کفر کے درمیان جاری جنگ میں دہشت گردی کے نام پر عالمی دہشت گردوں، امریکہ اور نیٹو کا ساتھ دیا۔ افغان ملت اور عراقی عوام کے خلاف امریکی بربریت کا ساتھ دیا، امیر المومنین ملا اختر منصور رحمہ اللہ کو امریکی مفادات کے لیے شہید کروایا، سفارتی اور اسلامی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے طالبان سفیر ملا عبد السلام ضعیف صاحب کو بڑی بے عزتی کے ساتھ امریکہ کے حوالے کیا۔ امریکی خوشنودی کے لیے سابق طالبان وزیر دفاع ملا عبید اللہ اخوند صاحب کو گرفتار کر کے شہید کیا۔ ہر دل عزیز شخصیت، افغان جہادی رہنما استاد یاسر صاحب کو گرفتار کر کے سالہا سال سے لاپتہ کیا، افغان طالبان کے خلاف امریکہ کو فضائی، زمینی اور بحری راستے اور اڈے دیے اور انہیں لاجسٹک سپورٹ مہیا کی۔ پاکستان کی سرزمین سے افغان مسلمانوں پر ستاون ہزار حملوں کی سہولت کاری کی، جس کے نتیجے میں اس وقت کی واحد اسلامی حکومت سقوط سے دوچار ہوئی اور لاکھوں مسلمان شہید

ہوئے۔ چھ سو سے زائد عرب مجاہدین ومہاجرین کو ڈالروں کے بدلے امریکہ کے سپرد کیا۔ قوم کی بیٹی، ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو امریکہ کے ہاتھ فروخت کیا۔ دونوں اطراف سے مجاہدین کا راستہ روکنے کے لیے امریکہ کے کہنے پر اپنی مشرقی سرحد سے مغرب کی سرحد پر ڈیڑھ لاکھ فوج کو لا کھڑا کیا۔ امریکی حکم پر اپنے مسلمان عوام کے خلاف المیزان آپریشن سے لے کر رد الفساد تک بے شمار آپریشن کیے۔ پاکستان کی ظالمانہ پالیسیوں کی مخالفت کرنے والے جامعہ فریدیہ کے مہتمم وخطیب لال مسجد مولانا عبد اللہ صاحب، مفتی نظام الدین شامزئی صاحب، شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانوی صاحب، شیخ ولی اللہ کابلگرامی صاحب، غازی عبد الرشید صاحب، شیخ نصیب خان صاحب، مولانا سمیع الحق صاحب اور ڈاکٹر عادل خان صاحب رحمہم اللہ جیسے دسیوں علمائے حق کو شہید کروایا، اپنی قوم کی باحیا طالباتِ جامعہ حفصہ کو فاسفورس بموں سے بھون ڈالا، قبائل میں سیکڑوں مدارس ومساجد کو مسمار کیا، لاکھوں قبائلی مسلمانوں کو اپنے گھروں سے بے گھر کر کے آئی ڈی پیز بننے پر مجبور کیا۔ حدود آرڈیننس جیسے قوانین کو منسوخ کر کے ان کی جگہ ایسے قوانین کا اجرا کیا جن سے وطن عزیز میں فحاشی وعریانی کو فروغ ملے، چنانچہ ٹرانس جینڈر بل، میراتھن ریس اور زنا بالرضا کی حوصلہ افزائی جیسے امور اس کی واضح مثالیں ہیں۔

ہم کس طرح پاکستان کے حکمرانوں پر امام عادل کا اطلاق درست مان سکتے ہیں؟ ان پر تو مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کا فتوی پوری طرح منطبق ہوتا نظر آتا ہے:

”وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ سے علماء یا حکام مسلمین مراد ہیں، یعنی ایسے حکام جو مسلمان ہوں اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق احکام جاری کریں۔ ایسے مسلمان حاکم جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف حکم جاری کریں، وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ میں داخل ہیں اور خدا اور رسول کے خلاف حکم جاری کرنے والوں کو قرآن پاک میں طاغوت فرمایا گیا ہے، اور طاغوت کی اطاعت حرام ہے۔ پس جو شخص ایسے حکام کو، جو الٰہی شریعت اور آسمانی قانون کے خلاف حکم کرتے ہیں وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ میں داخل قرار دے وہ قرآن پاک کی نصوص صریحہ کی مخالفت کرتا ہے، انگریزی قانون کے ماتحت خلاف شرع حکم کرنے والے خواہ غیر مسلم ہوں خواہ نام کے مسلمان ہوں، طاغوت ہیں، اولوا الامر میں کسی طرح داخل نہیں ہوسکتے۔“ (کفایت المفتی، ج۱، ص۱۳۹)

رہی یہ بات کہ ریاست پاکستان اسلامی ہے تو اگر ریاست سے مراد ملک اور وطن ہو تو یہ بات یقینی ہے کہ پاکستان مسلمانوں کا ملک اور وطن ہے اور اگر ریاست سے مراد حکومت ہو تو نہ یہ حکومت اسلامی ہے اور نہ یہ خود مختار ہے، بلکہ حکومت پاکستان غیر شرعی، ظالم اور امریکہ اور مغربی طاقتوں کی کٹھ پتلی اور غلام ہے۔ پاکستان کی فوج برطانیہ کی تیار کردہ فوج کا تسلسل ہے جو ہمیشہ مسلمانوں اور اسلامی اقدار کے خلاف کرائے کی فوج کے طور پر استعمال ہوئی ہے، اس حوالے سے پاکستانی فوج کی تاریخ ایک سیاہ اور شرمناک تاریخ ہے جس کے بیان کا فی الحال موقع نہیں۔ کسی حکومت کے اسلامی ہونے کے لیے مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ، احسن الفتاوی، ج۶، ص۲۱ میں فرماتے ہیں:

”جب تک کوئی حکومت اسلامی احکام کو نافذ نہ کرے اس وقت تک وہ اسلامی حکومت نہیں۔“

محدث العصر، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اولوا الامر کی اطاعت وتوقیر وتعظیم کا حکم دیا ہے ان سے مراد وہی امراء ہیں جو حدود اللہ قائم کرتے ہیں، امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے ہیں، خود عالم دین ہیں یا کم از کم تعلیم دین اور اقامتِ شرعیہ کا فریضہ ادا کرنے پر قائم ہیں، ان کی اطاعت شریعت ودین کا جزو ہے۔ اگر کوئی امیر یا حاکم وقت خلاف شریعت حکم دے تو خود اس کی شرعی حیثیت ختم ہوجاتی ہے، تو اس کی اطاعت تو کیا بلکہ مخالفت کرنی ہوگی۔“ (فتاوی بینات، ج۲، ص۲۹۱)

مفتی نظام الدین شامزئی صاحب اپنے فتوے میں لکھتے ہیں:

”اسلامی ممالک کے جتنے حکمران اس صلیبی جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں اور اپنی زمین ووسائل ومعلومات ان کو فراہم کر رہے ہیں، وہ مسلمانوں پر حکمرانی کے حق سے محروم ہوچکے ہیں، تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان حکمرانوں کو اقتدار سے محروم کریں چاہے اس کے لیے جو بھی طریقہ استعمال کیا جائے۔“

اسی طرح مفتی نظام الدین شامزئی صاحب اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

”اور یہ جو منافق ہم پر مسلط ہیں، سب سے پہلے ان کے خلاف اٹھ کر مسلح جہاد کرنا ہوگا، میں قلم کا جہاد نہیں کہہ رہا ہوں، میں زبان کا جہاد نہیں کہہ رہا ہوں، بہت کر چکے، ہم بہت کر چکے قلم کا جہاد، بہت کر چکے زبان کا جہاد، اب ان کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اگر مسلمان نوجوانوں میں

قوت ہے تو اٹھ کر ان کا گلا دبا دیں، یہ سروں کی فصل پک چکی ہے اور یہ گرنے کے لیے تیار ہے۔"

طالبان باغی نہیں، بلکہ کھلے باغی تو پاکستانی سکیورٹی ادارے ہیں کہ وہ شریعت کے مقابلے میں مجاہدین کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔

مولانا یوسف لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"طالبان محض اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے لڑ رہے ہیں، اس لیے وہ ان شاء اللہ حق پر ہیں اور باقی لوگ ان کے مقابلے میں باغیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج ۷، ص ۵۳۵)

دوسری بات یہ کہ ہم نے آپ حضرات کو یہ بات نہیں کہی تھی کہ ہم آئندہ ہتھیار نہیں اٹھائیں گے۔ ہم اس بات کی مکمل تردید کرتے ہیں۔ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔

الحمدللہ جہاد پاکستان ہم نے شرعی دلائل کی روشنی میں شروع کیا تھا۔ پانچ سو سے زائد جید علمائے کرام کے فتوے سے یہ مقدس جہاد شروع ہوا تھا، جس میں ہزاروں جوان شہید ہوئے اور ہزاروں جوانوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور ہزاروں لاپتہ ہیں اور ہزاروں جوان آج بھی میدان جنگ، میدان جہاد میں مصروف عمل ہیں۔ روزانہ کی بنیاد پر پاکستان کی اسلام دشمن فوج کو ٹھکانے لگا رہے ہیں۔ اور خود بھی اپنا مبارک لہو بہا کر ان سے اپنی پاک جہادی اور اسلامی سرزمین آزاد کرانے میں مصروف عمل ہیں۔ الحمدللہ ہمارا مقدس جہاد امید کے ایک معیاری پڑاؤ میں داخل ہو چکا ہے۔ ایک محاذ پر جہادی عمل کے ذریعے شیطانِ اکبر اور اس کے اتحادیوں کو تاریخی شکست دی جا چکی ہے جبکہ دوسرے محاذ پر بھی ہم منظم ہو چکے ہیں اور بڑی مستعدی کے ساتھ ہم نے اس پر کام شروع کر رکھا ہے۔ جس سے ہم پر امید ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات اقدس سے ہمیں قوی امید ہے کہ ہمیں پاک سرزمین پر فتح سے نوازیں گے جیسے افغان سرزمین پر ہمیں نوازا۔ جہاد ایک معجز فریضہ ہے جس کے نتیجے میں اس چیز کو وجود ملتا ہے جو بظاہر ناممکن ہو۔

تیسری بات یہ کہ مفتی تقی عثمانی صاحب کے بیان سے عوام الناس کو یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ گویا تحریک طالبان پاکستان، گناہوں کی وجہ سے افواج پاکستان کی تکفیر کرتی ہے، حالانکہ حقیقت ایسی نہیں۔ دیگر مسائل کی طرح تکفیر کے موضوع میں بھی تحریک طالبان پاکستان کا مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے کہ گناہوں پر ہم کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔

مفتی صاحب کے بیان میں جو یہ کہا گیا ہے کہ "آپ نے بچوں عورتوں اور علماء تک کو نہیں بخشا"، اس بیان پر ہمیں انتہائی افسوس ہے۔ شاید مفتی صاحب کو حقائق کا علم نہیں۔ ہم نے تو بچوں عورتوں اور علماء کو شہید نہیں کیا۔ لگتا ایسا ہے کہ مفتی صاحب کے سامنے دشمن نے بعض واقعات کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ گویا وہ تحریک طالبان پاکستان کے کام ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بچوں عورتوں اور علماء کے قاتل یا تو براہ راست پاکستانی سکیورٹی ادارے ہیں یا پاکستانی اداروں کے زر خرید لوگ ہیں۔ ہم نے تو ان مظلوموں کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی خاطر نہ صرف یہ کہ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے بلکہ ایسی قربانیاں دیں جن کی نظیر ماضی قریب میں کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر تحریک کی طرف منسوب، یعنی تحریک طالبان پاکستان کی طرف منسوب، کسی شخص نے ناجائز قتل کیے ہوں تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ تحریک طالبان پاکستان اس سے پہلے بھی براءت کا اعلان کر چکی ہے اور اب بھی کرتی ہے۔ تحریک طالبان پاکستان کے اہداف، تحریک طالبان پاکستان کے لوائح میں واضح اور متعین ہیں۔ اگر شرعی عدالت میں اس کا یہ جرم ثابت ہو جائے تو ہم اسے شریعت کے مطابق سزا دینے میں بالکل نہیں ہچکچائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت مفتی صاحب کی یہ بات کہ "علماء نے روس اور امریکہ کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا، لیکن آپ نے اسے مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا"۔ اس بارے میں عرض پیش خدمت ہے کہ جب افغانستان پر پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے تعاون سے امریکہ و نیٹو نے حملہ کیا اور اس کے نتیجے میں آزاد قبائل کی طرف افغان مجاہدین وغیرہ ہجرت پر مجبور ہوئے اور پاکستانی عوام، بالخصوص آزاد قبائل نے انہیں پناہ دی تو افواج پاکستان نے امریکی حکم پر مہمان مجاہدین اور قبائلی عوام کے خلاف ظالمانہ آپریشنوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ان آپریشنوں کے خلاف اس وقت ملک کے جید و ممتاز پانچ سو سے زائد علمائے کرام نے ایک فتویٰ جاری کیا تھا جس میں علمائے کرام نے افواج پاکستان کے آپریشنوں کو ناجائز و حرام کہا تھا، افواج پاکستان کو قطاع الطریق اور ڈاکو کہا تھا، ان کے مارے جانے کی صورت میں انہیں مردار کہا تھا، ان کی نماز جنازہ کے بارے میں قطاع الطریق اور راہزنوں والے احکامات جاری کیے تھے جبکہ بالمقابل قبائلی مجاہدین و عوام کے اقدام کی تائید کی تھی، مارے جانے کی صورت میں انہیں شہید کہا تھا۔ ہم اس فتوے کی بات کرتے ہیں جو 'وانا آپریشن سے متعلق علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ' کے نام سے مشہور ہے۔

آخر میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ جن علماء کو ہمارے جہاد میں شکوک و شبہات ہوں اور دلائل کی روشنی میں ہمارے ساتھ افہام و تفہیم کے لیے مکالمہ کرنا چاہیں تو ثالث کی موجودگی میں ہم ہر وقت اس کے لیے تیار ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

خواب اور تعبیر!

قاری معاذ بدر

بچپن سے ہی بچوں کو اپنے مستقبل کے بارے میں خواب دیکھنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ خواب اور ان سے منسوب نمونہ ہائے عمل بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ بدلتے جاتے ہیں۔ بچے کے لاشعور میں پنپتی اس خواہش کو محفلوں میں بار بار پوچھے جانے والا یہ سوال مزید پختہ کر دیتا ہے کہ بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ گھر کے بڑے بھی اسے اس حوالے رہنمائی فراہم کرتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں اپنے تشنہ خواب اپنے بچے کی آنکھوں میں سجا دیتے ہیں۔ بچہ سکول میں پڑھتا ہو تو دوران اسباق یا فارغ اوقات میں استاد محترم بچوں سے سوال کر ہی لیتے ہیں کہ ہاں جی میاں! بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ بچہ اپنی سمجھ اور خواب کے مطابق جواب دیتا ہے۔ بچے کا اپنا انتخاب ہوتا ہے اور استاد محترم اس کی صلاحیتوں کے مطابق اس کی تربیت کرتے ہیں اور سیدھے راستے کی طرف اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ استاد اس بچے کو زمانے کا برا بھلا سکھاتا ہے۔ جب کبھی مہمان کی گھر آمد ہوتی تو چھوٹے میاں کی مہمان خانے میں طلبی ہو جاتی۔ تعارف کے دوران مہمان ضرور یہ سوال بچے سے پوچھ لیتے کہ بڑے ہو کر کیا بنو گے؟ بچہ شرماتے اور جھجکتے ہوئے ڈاکٹر، فوجی، پائلٹ، مجاہد فی سبیل اللہ یا اپنی پسند کا کوئی جواب دے ہی دیتا ہے۔ بچہ خیالوں ہی خیالوں میں اسی مستقبل کو تخلیق کرتے ہوئے زندگی میں آگے قدم بڑھا رہا ہوتا ہے۔

راقم کا بچپن بھی 'بڑا ہو کر جنٹلمین بنوں گا'، کے خواب بُنتے ہوئے گزرا۔ اٹھتے بیٹھتے بس ایک ہی خواب دیکھتے رہنے کی عادت تھی، اخباروں سے کاٹ کاٹ کے فوجی ٹینکوں کی تصاویر کبھی دیوار پر لگاتے تو کبھی کسی الماری پر۔ دل کے اندر جذبۂ جہاد کے تحت یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ بڑے ہو کر فوجی بننا ہے۔ پس فوج میں جا کر ٹریننگ حاصل کریں گے اور انڈیا سے جا کر لڑیں گے اور انڈیا کو تو ہم نے ناکوں چنے چبوانے ہیں کیونکہ وہ ہمارے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرتا ہے اور ہماری بابری مسجد اس نے گرائی ہے۔ ہم نے اس ظلم کا بدلہ لینا ہے اور اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کو بچانا ہے۔ انڈیا کی طرف مشن پر جانے کا شوق کم، بھوت زیادہ سوار رہتا تھا۔ جاسوسی ناول کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ لاتا۔ (جاسوسی) مشن پر جانا ہے یا فوج میں جا کر پائلٹ بننا ہے۔ سنا تھا کہ پائلٹ اپنے جہازوں سے انڈیا پر بمباری کرتے ہیں (ان دنوں صرف اپنی ہی آبادیوں پر بمباریوں کا رواج اتنا عام نہیں ہوا تھا یا پھر ہمیں معلوم نہیں تھا) اور دشمن کے طیارے مار گراتے ہیں (گرے ہوئے جہاز کے دشمن پائلٹ واپس دینے کی روایت بھی ہمارے علم میں نہیں تھی)۔

کبھی پاکستان میں کوئی نیا میزائل بنتا تو سجدہ شکر ادا کرتے، تکبیر کے نعرے لگاتے، اور خوش ہوتے کہ آج پاکستان ترقی کر گیا ہے۔ اس موقع پر ایک دلچسپ بات یاد آگئی۔ جب الخالد اور ضرار ٹینک بنے، تو ہارون بھائیؒ نے مجھ سے کہا کہ الخالد ٹینک کا کامیاب تجربہ ہوا ہے، اب پاکستان کی عسکری صلاحیت انڈیا سے بڑھ چکی ہے۔ دن بھی بچپن کے تھے سو بیٹھ کر اپنے اپنے عسکری تجزیے کرنے لگے، یار کاش یہ فوج اس کو انڈیا پر چڑھا دے اور کشمیر آزاد کروانے کے لیے اس کو لے جائے۔ اپنی بچگانہ عقل کے مطابق اس کے استعمال کی ترتیبات بناتے بگاڑتے رہے۔ بچپن تھا، گزر گیا۔ میران شاہ بازار کے جس مرکز میں ہم رہتے تھے اس کے بالکل سامنے ایک پاکستانی فوجی چیک پوسٹ نظر آتی تھی، جس کو مجاہدین امین پکٹ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ امین پکٹ کی ٹاپ پر الخالد ٹینک کھڑا ہوا تھا۔ ایک دن ہارون بھائی میرے پاس آئے اور اس ٹینک کی جانب اشارہ کر کے کہا، جانتے ہو وہ کون سا ٹینک کھڑا ہے؟ میرا جواب نفی میں تھا۔ ہارون بھائی کہنے لگے 'یہ الخالد ٹینک ہے، جس کی تکمیل پر ہم نے خوشیاں منائی تھیں'۔ اس پر ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بہت ہنسے۔ بعد میں انہی ٹینکوں کی تباہ کاریاں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ میر علی کی جامع مسجد کی شہادت بندہ نے خود دیکھی جو کسی الخالد و ضرار ٹینک کے گولے کا نشانہ بنی اور اللہ کی عدالت میں اپنا مقدمہ لے کر حاضر ہو گئی۔

جب ٹیلی ویژن پر فوجی پریڈ دکھائی جاتی تو یوں لگتا کہ 'وطن کے سجیلے جوانوں' کے ساتھ ساتھ ہم بھی پریڈ کر رہے ہیں۔ ملی نغمے ہمارے جذبے کو مزید مہمیز دیتے۔ ایک دن ہمارے علاقے میں کوئی فوجی آیا۔ بھاگ کر اپنے گھر سے پانی کا جگ لے آئے، یہ سوچ کر کہ وطن کی سرحدوں کا محافظ آیا ہے، پیاسا ہوگا، وطن کی خدمت کر کے تھک گیا ہوگا۔ اس وقت ایسا لگتا تھا جیسے ہر پاکستانی فوجی انڈیا کی آنکھ میں کھٹکتا ہوا کانٹا ہے۔ ہم سوچتے تھے کہ یہ فوج بنی ہی اس لیے ہے کہ ہندوستان کو تاراج کر کے ہمارا کشمیر واپس لے گی۔ ڈل جھیل میں تیرنے والی، برہنہ، سر بریدہ بہنوں کی لاشوں کا ہندو بنیے سے حساب لے گی۔ بیٹوں کی جدائیوں میں تڑپتی کشمیری ماؤں کے لیے ابن قاسم کا لشکر بن جائے گی اور کوئی سپہ سالار معتصم باللہ کی طرح ابلق گھوڑے پر سوار ہو کر ان ظالموں سے ان کے ظلم کا حساب لینے پہنچ جائے گا......! مگر افسوس! اس فوج کے گھوڑے میلوں میں اور سپاہی و افسران سرکاری محفلوں میں انڈین گانوں پر لڈیاں ہی ڈالتے رہے۔ خوابوں سے نکل کر جب تعبیر کی دنیا میں ہم آئے تو اس فوج کی حقیقت بھی آنکھوں کے سامنے کھلتی گئی۔

بہر حال ہم نے تو جو بھی خواب دیکھے تھے ان کے پیچھے اسلام اور جذبۂ جہاد ہی کار فرما تھا۔ اس وقت فوجی ہی مجاہدین لگتے تھے اس لیے انہی کو نگاہوں میں بسا لیا۔ میری اس فوج سے نفرت کا آغاز اس وقت ہوا جب اس نے پوری دنیا کے مظلوم مسلمانوں کے لیے امید کی کرن، شیخ

اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے ساتھیوں کو امریکہ کے حوالے کرنا شروع کیا۔ مجھے اس وقت بہت شدید غصہ آیا جب اس نے ایک غیرت مند بلوچ مجاہد ایمل کانسی کو امریکہ کے حوالے کیا، جس پر ایک امریکی جنرل نے یہ کہا تھا کہ پاکستانی پیسوں کے لیے اپنی ماں کو بھی حوالے کرسکتے ہیں۔ تب قوم کے ان 'سجیلے جوانوں' کی وجہ سے قوم کا سر شرم سے جھک گیا۔ امریکہ نے اس مردِ مجاہد کو زہر کا انجکشن لگا کے شہید کر دیا۔ گزرتے وقت کے ساتھ میں نے دیکھا کہ پاکستانی فوج کی یونٹیں الخالد وضرار ٹینک لے کر سوات وزیرستان سے بلوچستان تک چڑھائی کر رہی ہیں اور صلیبی جنگ میں صلیبیوں کے شانہ بشانہ مسلمان مجاہدین کے خلاف کھڑی ہیں۔ اپنے خوابوں میں بسنے والی فوج کو میں نے جاگتی آنکھوں سے جب بھی دیکھا تو اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے گلے کاٹتے، اپنی ہی آبادیاں اور بستیاں اجاڑتے ہوئے پایا۔ قوم کی بیٹیوں کی عصمتیں تو یہ کیا بچاتے، الٹا اپنے گھر سے پاکیزہ عافیائیں کافروں کو اٹھا کے دے دیں۔ انڈیا سے جنگ تو دور کی بات، گرین بک سے بطور دشمن انڈیا کا نام ہی نکال دیا۔ فوج تو اب بھی وہی ہے جس کی بیرکوں پر خوب صورت رنگوں سے مزین عبارتیں ہیں، فوجی گاڑیوں کے بونٹ پر شہر کے سب سے مہنگے پینٹر کے قلم سے لکھا ہوا کلمہ طیبہ چمک رہا ہے، جوان بھی وہی ہیں، چوڑے چکلے سینوں والے۔ مگر اعمال کی کالک چہروں کی سیاہی میں کئی گنا اضافہ کر چکی ہے۔ فوج تو وہی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ کل ملکہ برطانیہ کا بازوئے شمشیر زن تھی اور آج امریکہ کی آلہ کار فرنٹ لائن اتحادی۔ کل اگر اس کے فوجیوں کی لاشیں تاج برطانیہ کے لیے گیلی پولی میں گرتی تھیں تو آج اس کے سپاہی امریکہ کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ کاکول تو آج بھی آباد ہے، بلکہ شاید پاس آؤٹ ہونے والے افسران کی تعداد بڑھ ہی چکی ہو، مگر ان کا ہدف کشمیری وہندی مسلمانوں کا دفاع نہیں بلکہ نشانہ بلوچستان ووزیرستان ہیں۔

آباءواجداد کسی بھی قوم کے لیے اور سپہ سالار کسی بھی فوج کے لیے فخر کی علامت ہوتے ہیں۔ اگر قوم کے حصے میں صلاح الدین ایوبی جیسے سالار ہوں تو فتح میں بیت المقدس ہی ملا کرتا ہے، لیکن قیادت اگر یحیی خان اور جرنیل نیازی کے ہاتھ میں ہو تو نوّے ہزار مسلح فوجی ہتھیار ہی ڈالتے ہیں۔

ہو سکتا ہے اس فوج کے اندر کچھ تعداد ان نوجوانوں کی بھی ہو جنہوں نے میری طرح اس فوج کو اسلام کی سپاہ سمجھتے ہوئے اپنے خوابوں کی دنیا آباد کی ہو۔ میرے اصل مخاطب وہی ہیں۔ میرا خواب تو چکنا چور ہو گیا اور میں اس پر شکر ادا کرتا ہوں اس رب کا جس نے بچپن کے معصوم خوابوں کی خوفناک زندہ تعبیر سے بچا لیا۔ سوچتا ہوں تو جھرجھری آجاتی ہے کہ کیا میں حزب اللہ کے بجائے حزب الشیطان کی صف میں، امام مہدی کے بجائے دجال کے لشکر میں کھڑے ہونے کا متحمل ہو سکتا تھا؟ جب پیشی ہوتی تو حوض کوثر پر اپنی جان سے زیادہ محبوب ہستی کو کیسے خونِ مسلم کا حساب دیتا؟ کیسے جواب دیتا؟

اگر آپ نے بھی ایسا کوئی خواب دیکھا ہے تو پلٹ آیئے! آپ کے خوابوں کی تعبیر کاکول میں نہیں، غزوۂ ہند کے پرعزیمت لشکر میں ملے گی جو ہندو بنیے کے خلاف پھر سے اسلاف کی سنت زندہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا ہے۔ منزل واضح ہے۔ ہمارے اصل ہیروز اویس جاکھرانی ،ذیشان رفیق، کیڈٹ عبد الودود، میجر عادل عبد القدوس، کماندان الیاس کشمیری ہیں۔ کاکول سے پاس آؤٹ ہونے کے بعد انہوں نے اس فوج کا اصل چہرہ دیکھا۔ بیج ان کے سینوں پر بھی سج چکے تھے، کیریئر کی بلندی کو اگر وہ چھونا چاہتے تو منزل ان کے سامنے موجود تھی، مگر وہ جان گئے کہ جس مقصد کی خاطر انہوں نے اپنی آنکھوں میں فوجی بننے کے خواب سجائے تھے، وہ مقصد، اسلام کی بقا اور اس کا تحفظ اس پاکستانی فوج کا مطمحِ نظر نہیں۔ تبھی انہوں نے وہ رویہ اپنایا جو ان کے شایاں شایاں تھا، اسلام کے ان ابطال نے اپنے عمل سے کفر اور کفر کے آلہ کاروں کو یہ پیغام دیا کہ یہ زمین بھی اسلام کی ہے اور یہاں پر نظام بھی اسلام کا ہو گا۔ تاریخ اسلام کی پیشانی پر آج بھی ان کے مجاہدانہ کارنامے ثبت ہیں، ان کا کردار و عمل اور پاکیزہ لہو آج بھی فوج کے اندر اسلام کا درد رکھنے والے فوجیوں سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر تڑپ سچی ہے تو اللہ کے ہاتھ اپنی جان ومال کا سودا کرو اور بدلے میں اللہ کی رضا اور جنت کے قیمتی محلات پاؤ۔

☆☆☆☆☆

کیا ہندوستانی مسلمانوں کا کوئی پرسان حال ہے؟

قاضی ابو احمد

ہزاروں مسلمان مرد، عورتیں، بچے کھلے آسمان تلے اپنے رب سے مناجات کرتے، روتے بلکتے سسکتے، دعائیں مانگتے اور بد دعائیں دیتے دکھائی دیتے ہیں؛ کاش کسی کا درد مند دل ان کی حالت زار پر موم ہو جائے، کوئی ان مستضعفین کی مدد کے لیے اٹھے، کوئی ان پر ظلم کرنے والے ہاتھوں کو کاٹ ڈالنے والا پیدا ہو...... کوئی تو ہو جو ان مظلوموں کی دادرسی کرے، کوئی ان کو ظالم کے سامنے ڈٹنے کی ہمت دلائے، مظلومیت اور بے بسی سے بہنے والے ان کے آنسوؤں کو خشک کر کے ان کے دلوں میں غیرت دین کا الاؤ بھڑکائے جس کی تپش کفار کو تہس نہس کر دے...... کوئی تو ہو!

بھارت میں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں سے ان کی دینی شناخت چھینی جا رہی ہے، مساجد ڈھائی جا رہی ہیں، حجاب پر پابندی لگائی جا رہی ہے، مسلمانوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل کیا جا رہا ہے، سالہا سال کی محنت سے بنائے گئے ان کے مکانات ڈھائے جا رہے ہیں، ان کی شہریت منسوخ کی جا رہی ہے اور مسلمان جان کو اس قدر ارزاں کر دیا گیا ہے کہ ہر گلی محلے میں جہاں چند ہندو غنڈے اکٹھے ہو جاتے ہیں، کسی نہ کسی مسلمان بزرگ، نوجوان یا خاتون کو پکڑ کر بدترین تشدد کا نشانہ بناتے ہیں، ان سے کفریہ نعرے لگواتے ہیں اور انہیں سرِعام بے عزت کرتے ہیں۔ بھارتی حکومت اسلام اور مسلم مخالف ان اقدامات پر خاموش ہے بلکہ کبھی علانیہ اور کبھی ڈھکے چھپے ان کی بھرپور تائید ہی کرتی نظر آتی ہے اور یہ بات بہر حال ڈھکی چھپی نہیں کہ پورے ملک میں ہونے والے جلاؤ گھیراؤ، مار پیٹ، تشدد، املاک کی تباہی...... کے یہ واقعات حکومتی سرپرستی ہی کی وجہ سے ممکن ہیں۔

ہندوستان میں بسنے والے بیشتر مسلمانوں کی حالتِ زار مالی لحاظ سے بھی بہت کمزور ہے اور معاشرتی لحاظ سے بھی یہ معاشرے کا دبا پسا طبقہ ہیں۔ ان کی کوئی مضبوط قیادت میدان میں موجود نہیں ہے جو ان کے حقوق کی جنگ لڑے اور جس کی آواز پر کان دھرے جائیں۔ کان تو انہی کی آوازوں پر دھرے جاتے ہیں جن کے ہاتھوں میں ہتھیار ہوں اور جن کے پاس قوت و طاقت ہو، جو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور جو اپنے دین اپنے عقیدے اپنی شناخت اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے مرنے مارنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔ ہندوستان کے مظلوم مسلمان عوام اگر یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان کی مدد و نصرت و حمایت کے لیے باہر سے کوئی آئے گا تو یہ درست ہے کہ ان کے پڑوس میں بسنے والے ان کے مسلمان بھائیوں کو ان کی مدد کے لیے یقیناً اٹھنا چاہیے اور یہ ان پر فرض ہے، مگر خود انہیں بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ بیرونی مدد اسی وقت فائدہ دے سکتی ہے کہ جب مظلوم طبقہ خود بھی ظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے پر آمادہ ہو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ یہ مظلومین خود کو مظلوم سمجھنا چھوڑ کر اپنی قوت و طاقت کا ادراک کریں اور یہ یاد رکھیں کہ وہ چند سو نہیں، چند لاکھ بھی نہیں بلکہ ان کی آبادی کروڑوں میں ہے۔ گر ایک ایک فرد ایک ایک ظالم ہی کو مزا چکھائے تو کیا حالات ایسے ہی رہیں گے جیسا کہ آج ہیں؟ انٹرنیٹ پر موجود کچھ مواد جو نگاہوں سے گزرا اس میں ہمیشہ مسلمان نوجوان (بزرگوں اور خواتین کی بات تو چھوڑ دیں) بے بس اور بے کس ہی نظر آتا ہے؛ دسیوں غنڈوں کی موجودگی میں ایک نہتا نوجوان کر بھی کیا سکتا ہے، مگر کیا وہ اپنے اندر اتنی بھی قوت اور طاقت نہیں پیدا کر سکتا کہ وہ اپنی تمام تر ہمت مجتمع کر کے ہندوؤں کے جتھے میں سے ایک آدھ کو ہی ایک گھونسا رسید کر دے؟ ایسا نہ کرنے سے اور مظلومیت میں پٹتے رہنے سے وہ بچ تو نہیں جاتا، پھر بھی اس مظلوم کی ہڈیوں کا سرمہ بنا دیا جاتا ہے، تو گر وہ دوچار کو گرا کر مرے تو اس کا اپنا ضمیر بھی مطمئن ہو گا کہ اس نے اپنا بدلہ چکا دیا ہے۔ ذاتی دفاع کے ہتھیار اگر ہندو کے لیے رکھنا روا ہے تو مسلمان کے ہر گھر میں بھی کم از کم چھری چاقو تو موجود ہی ہوتا ہے۔ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے سر سے پہلے ہی پانی کافی اونچا ہو چکا ہے، اگر اب بھی انہوں نے تیرنے کے لیے ہاتھ پیر نہ مارے تو پھر انہیں ڈوبنے سے بچانے والی کیا چیز ہو گی؟

بھارت میں مسلمانوں کی قیادت سے منسوب کوئی طبقہ گر یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہندو جارحیت کے جواب میں مسلمانوں کو پر امن رہنے کا درس دے کر اپنی جان بچا لے گا تو یہ ان کی خام خیالی ہے؛ ان کی نجات اسی میں ہے کہ وہ مسلمان عوام کو غیرت دین، جہاد اور ظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا درس دیں، یوں دنیا میں وہ مارے بھی گئے تو عند اللہ تو سرخرو ہوں گے مگر دوسری صورت میں گر دنیا میں ان کی جان بچ بھی گئی تو اللہ رب العزت کو کیا جواب دیں گے؟

پاکستان کے عوام پر اپنے پڑوس میں بسنے والے جسد امت کے زخم خوردہ ٹکڑوں کی مدد و نصرت کی پوری پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پاکستانی عوام یہ کہہ کر اپنا دامن چھڑا نہیں سکتے کہ ہم تو مہنگائی اور غربت کی چکی تلے پستے نہتے عوام ہیں، ہم کیا کر سکتے ہیں؟ عوام کے اندر قوت اور طاقت کا ایک طوفان چھپا ہوتا ہے جو حکومتوں کو بنانے، گرانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور حکومتوں کی ترجیحات متعین کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اپنی اسی قوت کو آزمانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے پاس وہ سب کچھ ہے جو کسی ملک کے دفاع اور ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم کے لیے، دشمن پر قوت و طاقت کا رعب ڈالنے کے لیے ضروری ہے، ہاں اگر کمی ہے تو ایمان و تقویٰ کی اور یہ کمی پوری ہو تو جہاد فی سبیل اللہ کچھ ناممکن تو نہیں!

(باقی صفحہ نمبر 69 پر)

ایک تھی رانی......بڑی دیوانی!

حقوقِ نسواں والیوں سے معذرت کے ساتھ

داود غوری

اُس ملک کا نام تھا ”مردستان“......! ارے کہیں غلط نہ سُن جانا۔ یہ لفظ میم کی زبر کے ساتھ ہے۔ وہاں مَردوں کا راج تھا۔ عورتیں بھی اس ملک میں رہتی تھیں اور اُن کے جو حقوق ہوتے ہیں وہ ان کو پوری طرح ملتے تھے۔

لیکن کیا ہوا کہ وہاں کے مرد رفتہ رفتہ خود فراموشی میں مبتلا ہونے لگے۔ کمزور ہونے لگے۔ ایسے میں ان کے دشمنوں نے تاک کر ان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ مردوں سے حکومت چھین لی۔ ان بے چاروں پر بہت ظلم کیا۔ اچھا اُس ملک کی ایک بڑی عجیب بات تھی، وہ یہ کہ اس ملک کی کچھ عورتیں بڑی چالاک تھیں۔ انہوں نے اُن دشمنوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ خیر دشمن نے کچھ عرصہ تو حکومت کرنی تھی......جب کر لی تو اس نے کہا کہ میں یہاں پر جمہوریت کے مطابق حکومت تقسیم کرنے لگا ہوں۔ یہ بات تو تمہیں معلوم ہی ہوگی کہ عورتوں کی تعداد اس دنیا میں مردوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ ان عورتوں کی خوشی کی تو کوئی انتہا نہ رہی۔ دشمنوں نے عورتوں کو جیت دِلوانی تھی......دِلوا دی۔

ہائیں! تو کیا وہاں عورتیں حکمران بن گئیں......؟

جی بالکل!

اچھا وہ عورتیں بہت گندی تھیں۔ بالکل چڑیلیں لگتی تھیں۔ انہوں نے کیا کِیا۔ کہا کہ پہلے ہمیں حقوق پوری طرح نہیں ملتے تھے ہمیں حقوق زیادہ چاہئیں۔ کچھ بے چارے مردوں نے سمجھانے کی کوشش کی کہ ’بہنو‘ اتنی جذباتی مت ہو......مگر اُن کو تو جیسے دُھن سوار تھی۔ بولیں نہیں ان مردوں نے اپنے دورِ حکومت میں ہم پر بہت ظلم کیے تھے۔ ہر جگہ ہمیں مارتے تھے۔ ہماری کوئی عزت نہیں تھی۔ ہمیں دبایا جاتا تھا۔ ہمیں نیچا دکھایا جاتا تھا۔ خیر وہ مانے نہ دیتی تھیں۔ بالکل سٹھیائی ہوئی تھیں۔ انہوں نے سب دفتروں سے مردوں کی چھٹی کروا دی۔ حکومت سے مردوں کو نکال دیا۔ پولیس میں بھی عورتیں بھر دیں۔ فوج بھی عورتوں کی۔ غرض دفتر ہو یا سکول، کاروبار ہو یا ہسپتال ہر جگہ سے مردوں کا اخراج ہونے لگا۔ بے چارے مرد بھی کیا کرتے......کمزور جو تھے......چُپ چاپ پیچھے ہوتے گئے۔ کچھ عرصے بعد عورتوں نے جب یہ دیکھا کہ ’مَردوں‘ کے نام کی زبر پر پیش لگتی جا رہی ہے تو کچھ چڑیل قسم کی عورتوں نے ایک نئی پارٹی بنا لی۔ انہوں نے سوچا کہ ابھی موقع ہے کہیں مَرد دوبارہ سے زندہ نہ ہو جائیں۔ دراصل جب مردوں کا راج تھا اس زمانے میں ایک عورت تھی جو چوری چکاری میں بہت مشہور ہو گئی تھی۔ اس کا نام ’شیوانی جی‘ تھا۔ ان عورتوں نے کہا شیوانی جی ہماری پیشوا تھی۔ ہمیں بھی انہیں کی طرح جدوجہد کر کے ان مردوں کو نیست و نابود کرنا ہے۔ اس کے لیے ان عورتوں نے بڑی جذباتی تقریریں تو کیں، پر وہ صرف جذباتی ہوتی تھیں۔ عقل و فہم سے ان کا کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ کبھی کہتیں کہ مردوں کے دورِ حکومت میں عورتوں کو چُن چُن کر قتل کیا جاتا۔ ہماری آبادیاں ختم کر دی جاتی تھیں۔

ہائیں! آبادیاں ختم......؟ تو وہ خود کیسے بچ گئیں......؟

بس پتہ نہیں ان کی باتیں کسی کو سمجھ بھی نہیں آتی تھیں۔ بس تم آرام سے کہانی سنو ابھی سوال مت کرو!

انہوں نے کہا کہ مردوں کی بڑھتی ہوئی آبادی سے خطرہ ہے۔ لیکن مردوں کو ختم کر دینا کوئی آسان بات بھی نہیں تھی۔ بالآخر تھیں تو وہ عورتیں۔ انہوں نے کہا کہ عورت ذات کو خطرہ ہے۔ سب عورتیں گھروں سے باہر نکلیں۔ ٹریننگ حاصل کریں۔ جوتی، بیلن، بال نوچنے اور ناخن چھانے کے زمانے پُرانے ہو گئے اب ہمیں لاٹھی، چھریاں، تلواریں، کلہاڑیاں اور بندوقیں اٹھانی ہوں گی۔

جہاں مرد جمع ہوتے ہوں ان جگہوں کو تباہ کرنا پڑے گا۔ اس کے لیے انہوں نے مردستان کے مردوں کی ایک بہت بڑی اجتماع گاہ کو تباہ کر دیا۔ مردوں کو غصہ تو بہت آیا مگر کیا کرتے ہر طرف عورتیں ہی عورتیں بھری ہوئی تھیں۔ مردوں کا غصہ بھی ان عورتوں سے برداشت نہ ہوا۔ وہ مردوں کے محلوں میں گھس کر انہیں کو مارنے لگیں۔ کسی مرد کو آگ لگا دی کسی کو لاٹھیاں مار مار کر مار دیا۔ پھر انہوں نے نعرہ لگایا کہ مرد ہماری طرح بناؤ سنگھار کیوں نہیں کرتے۔ جہاں کہیں کوئی مرد سرخی پاؤڈر کے بغیر نظر آئے اس کو نوچ ڈالو......کاٹ دو!

آہستہ آہستہ ان شدت پسند عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی گئی۔ کچھ ہی سالوں بعد شدت پسند عورتوں کی سردار ’مودانی جی‘ اقتدار پر براجمان ہو گئیں۔ مودانی جی نے سرخ اور کھٹے رنگ کا چوڑی دار پاجامہ زیب تن کیا اور تلوار اٹھا کر خطاب کیا۔ اس کا کہنا تھا کہ مردستان اصل میں پہلے عورتستان تھا۔ یہ مرد باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ ان کو یہاں سے نکالا جائے۔ ہم عورتیں ہی اِدھر کی باشندہ ہیں۔ دائیں بائیں کے ممالک والوں کو بھی بڑی حیرت ہوئی کہ اگر پہلے عورتیں ہی عورتیں تھیں تو ان کی نسلیں زندہ کیسے بچ گئیں۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک گھر میں دو عورتیں اکٹھی نہیں رہ پاتیں جس کی دو بیویاں ہوں اسے علیحدہ گھر بنانے پڑتے ہیں۔ اور کجا لاکھوں کروڑوں عورتیں۔ خیر میں نے تمہیں پہلے بتا دیا ناں کہ اُن کی باتیں ہماری محدود سمجھ سے بالاتر تھیں۔ پھر انہوں نے مہم چلائی کہ ہر اُس چوک چوراہے کا نام بدل دیا جائے جو زمانہ

مرداں سے منسوب ہو۔ بہت بڑے بڑے مظاہرے کیے...... پیلے اور کھٹے رنگ کے کپڑے پہن کر عورتوں نے پھر سے فساد دنگا مچایا۔

لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر کے مودانی جی نے کچھ عمارتیں بنوائیں کہ فلاں تاریخ کے بعد جو بھی مرد یہاں گھومتا نظر آئے گا اسے ان عمارتوں میں بند کر دیا جائے گا۔ پھر کہانیاں گھڑیں کہ مرد عورتوں کو متاثر کر کے مرد بنا لیتے ہیں۔ پھر مار بھی دیتے ہیں۔

ہائیں! عورت کو مرد بنا لیتے ہیں......؟

ہاں ناں بھئی! مرد جو ہوئے۔

اچھا تو جب عورت مرد بن جاتی ہے تو پھر مار کیوں دیتے ہیں؟

بھئی کہاناں بس سنتے جاؤ، چاہے سمجھ آئے یا نہ!

یہ کیسی کہانی ہے؟ اس کا تو سر پیر ہی بالکل ٹیڑھا ہے؟!

اچھا بھائی بتائے دیتا ہوں لیکن تھوڑے ریاضی کے انداز میں؛ دیکھو جہاں میں نے بولا تھا ’مرد‘ اس کا مطلب ہے ’مسلمان‘ اور جہاں میں نے بولا تھا ’عورت‘ اس کا مطلب ہے ’ہندو‘......!

اب کچھ سمجھ میں آئی!

اچھا تو یہ ساری کہانی ہندوستان کی تھی؟!

جی! لیکن یہ یہاں پر ختم نہیں ہوئی۔ ہندو اور بھی سر پر چڑھتے آرہے ہیں۔

ابھی کچھ دنوں قبل ہی انہوں نے مسلمان طالبات کے حجاب پر پابندی کی بات کی تو مسلمانوں کی عورت بھی ان کھٹے دوپٹے والے ہیجڑوں کے سامنے مرد ہوتی ہے۔ وہ شیر کی طرح دھاڑی؛ اللہ اکبر! یہ باؤلے جنونی چھٹ گئے!

پھر جانوروں سے بھی رذیل اس مخلوق کو لگام دینے کے لیے ہر طرف کے مسلمان اپنی اپنی کوششوں میں لگ گئے۔ ایسے میں ان درندوں نے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کر دی۔

اب پوری دنیا کے مسلمانوں کو جوش آگیا ہے۔ ان شدت پسند ہندوؤں کے خلاف ان کی نفرت اپنے عروج کو پہنچ گئی ہے۔ اللہ کرے کہ مسلمان ہر طرف سے ان پر دھاوا بول دیں، آمین!

کشمیری مسلمان تو کافی عرصے سے ان کے خلاف ڈٹ چکے ہیں۔ اس لیے ان سے ہندو مشرک بہت خوف کھاتے ہیں۔ اللہ کرے کہ پاکستان کے نوجوان بھی بھارت کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیں۔ مجھے لگتا ہے بنگلہ دیشی مسلمان بھی ان پر دھاوا بول دیں گے۔ باقی دائیں بائیں کہ مسلمان فقط ہمت بڑھاتے رہیں تو وہ بھی کافی ہے۔ اللہ کرے کہ جلد ہندوستان پھر سے آزاد ہو جائے۔ وہاں پر اسلام غالب آجائے۔

چلو! شاباش اب کہانی ختم ہو گئی ہے...... سو جاؤ!

نہیں! اس کہانی کو سننے کے بعد کون سو سکتا ہے! الحمد للہ اب میں جاگ گیا ہوں......! اور جاگتا رہوں گا! وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ! صدق اللہ العظیم!

☆☆☆☆☆

بقیہ: زلزلہ

کہ اس زلزلے میں زندہ بچ جانے والے اور دیگر افراد امت اپنی اپنی آخرت کی فکر کریں کہ اسی طرح ایک دن دبے پاؤں قیامت کا زلزلہ بھی آجائے گا؛ ہوش مندوں نے اس کی تیاری کر رکھی ہو گی جبکہ بے ہوشوں کو اس وقت ہوش آئے گا جو بے سود ہو گا۔ عمل کی مہلت اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے، اگر اس نعمت کو اعمال خیر میں سبقت لے جانے میں کھپایا جائے۔ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، پس ہم میں سے ہر ایک اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں کی بخشش اور جہنم کی آگ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرنے کی کوشش پر جت جائے۔ ماہ مبارک میں اپنی جان عبادات میں اور اپنا مال واجب و نفل صدقات و خیرات میں لگائے اور یوں اپنی قبر اور اس آخرت کو سنوارنے کا انتظام کرے کہ جو قریب ہی آلگی ہے۔

☆☆☆☆☆

سعودی عرب: تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں!

قاضی ابو احمد

عجیب دہرے معیار ہوگئے ہیں بلکہ بنا لیے ہیں دنیا والوں نے! طالبان افغانستان جب چودہ صدیاں قبل نازل شدہ اللہ رب العزت کی شریعت اپنی سرزمین پر نافذ کرنا چاہیں تو وہ بیک ورڈ، جاہل، قدامت پرست، پسماندہ...... اور وژن ۲۰۳۰ جب سعودی عرب کو اس دور کی جاہلیت کی طرف لوٹائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کی تہذیب اور ثقافت سمجھی جاتی تھی تو یہ جدیدیت، روشن خیالی، ترقی پسندی...... قومیں ترقی کرتی ہیں یا کرنا چاہتی ہیں تو آگے کی جانب بڑھتی ہیں، لیکن اگر ترقی کے نام پر ڈیڑھ صدی قبل کی جاہلی تہذیب و ثقافت کو زندہ کیا جائے اور اسی کے گن گائے جائیں اور اسی کے مظاہر کو اپنی کامیابی گردانا جائے تو یہ اسی طرح ہے گویا سپر سونک ہوائی جہازوں کی موجودگی میں گدھا گاڑی کے استعمال کو فروغ دینا۔ سعودی عرب پر قابض شاہی خاندان اور وہاں لاگو شاہی نظام خواہ ہمیشہ سے کتنی ہی خامیوں اور برائیوں کا مرقع رہا ہے مگر اہلِ ایمان، بالخصوص عام سادہ مسلمان کے لیے سعودی عرب حرمین شریفین کی وجہ سے ہمیشہ قابلِ احترام رہا ہے اور شاہانِ سعودیہ محض خدام حرمین کہلانے کی وجہ سے۔ نیز حرم کعبہ اور حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور کچھ عرصہ پہلے تک سعودی عرب میں بعض اسلامی شعائر کے علانیہ اظہار ہی نے سعودی عرب کے ساتھ ساتھ وہاں بسنے والوں کے لیے بھی غیر عرب مسلمانوں کے دلوں میں احترام کے جذبات اجاگر کیے رکھے ہیں۔ مگر یہ ملمع سازی آخر کب تک چلتی؟ کبھی تو سعودی شاہی نظام کا اصل، ان کی دین دشمنی، ان کی یہود اور اسرائیل سے محبت اور لگاؤ، ان کا تکبر اور ان کا وہن واضح ہو کر رہنا تھا۔ اللہ رب العزت کی سنت ہے کہ وہ سونے سے جھاگ کو جدا کر ڈالتا ہے، پھر جو کندن ہوتا ہے وہ نگاہوں کو خیرہ کرتا دکھائی دیتا ہے اور جو جھاگ ہے اسے بے مول بھی کوئی لینے کو تیار نہیں ہوتا۔

یہودی آیاؤں کی گود میں پلنے والا ابن سلمان (جسے محمد کہنے پر زبان اٹکتی ہے، اور نہ ہی وہ محمد کہلائے جانا پسند کرتا ہے اور نہ ہی وہ اس کے قابل ہے) کے وژن ۲۰۳۰ کے تحت جو کچھ تبدیلیاں سعودی عرب کے سیاسی و معاشرتی نظام میں نہایت تیزی سے لائی جا رہی ہیں وہ اہل ایمان کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ درد دل رکھنے والے اہل ایمان کی روحیں تک عین حرم کعبہ اور حرم نبوی کے قرب و جوار میں فحاشی اور عریانی کے علانیہ مظاہر پر چیخ اٹھی ہیں؛ وہ مقامات جہاں ہمارے سروں کے تاج، ہمارے محبوب نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے قدم مبارک پڑے، جہاں آپ کے عالی قدر صحابہ کا خون گرا، جہاں سے غزوات و سرایا کے قافلے روانہ ہوتے رہے، جہاں ایمان سے بھری مجالس منعقد ہوتی رہیں، جہاں اصحاب صفہ نے پیٹ پر پتھر باندھ کر، ہر سرد و گرم جھیل کر اللہ کے دین کا علم حاصل کیا، جہاں سے قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں، جہاں صحاح ستہ مرتب ہوئیں اور جہاں ان کے حفاظ نے زانوئے تلمذ تہہ کیے...... ان تمام مقدس مقامات (جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ عنہما کے جسدہائے مبارک عین مسجد نبوی میں مدفون ہیں) کفار، فساق اور فجار اپنے غلیظ قدموں سے روند رہے ہیں، اپنے ناپاک وجود سے اس مقدس سرزمین پر ناچ رہے ہیں، بدترین فحاشی اس سرزمین کے باسیوں میں پھیلا رہے ہیں اور ان مزامیر کی آوازیں یہاں گونج رہی ہیں جنہیں توڑنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا۔ وہ مقامات کہ جہاں اسلام کی اولین شہیدہ حضرت سمیہؓ اور ان کے شوہر حضرت یاسرؓ کا خون گرا وہاں، جہاں بلال حبشیؓ ’احد‘ ’احد‘ کی پکار کے جرم میں تپتی ریت پر گھسیٹے گئے، جہاں خبابؓ بن ارت کی پیٹھ کو لوہے کی انگارہ سلاخوں سے داغا گیا...... وہاں آج سعودی مرد اور عورتیں، کافر فاحشاؤں کے ننگے ناچ سے ’محظوظ‘ ہو رہے ہیں، اپنے گھر کی عزت سر بازار نیلام کرنے کو بے قرار ہیں، ابلیس ان کے شانہ بشانہ کبھی ہیلووین کی بھینٹ وصول کرکے خود کو تھپکی دیتا ہے تو کبھی ناچتی تھرکتی بہکتی بہکاتی ان سعودی لڑکیوں کی حالت زار پر قہقہے لگاتا ہے جو چار سال قبل تک عبایا کے بغیر گھر سے باہر نہ نکل سکتی تھیں، تو کبھی حرمین کی اس مقدس سرزمین پر ہم جنس پرستوں کا راج دیکھ کر فخر سے مزید اکڑ جاتا ہے۔ وہ کیا ہے جو سعودی عرب نے اسلام اور شعائر اسلام سے منسوب ہر چیز کو سعودی معاشرے سے کھرچنے کے لیے نہیں کیا؟ ذرا چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

جدہ میں ’سینما زندگی ہے‘ کے عنوان سے ’Red Sea Film Festival‘ کا انعقاد جس میں فحاشی اور ہم جنس پرستی کی ترویج کے حوالے سے معروف، فلم سازی کی صنعت سے وابستہ، دنیا بھر کے پروڈیوسر، ہدایت کاروں اور اداکاروں کو سنہری موقع فراہم کیا گیا کہ وہ اس سرزمین کی حرمت پامال کریں جہاں اللہ رب العزت کا گھر ہے اور جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں مدفون ہیں۔ اس میلے میں ۱۳ فلمیں بغیر سینسر کے دکھائی گئیں جن میں کئی ایسی معروف فلمیں بھی شامل ہیں جو ہم جنس پرستی کو فروغ دینے والی ہیں۔ شہوت انگیز لباس اور بے لگام اجتماعات سے مزین اس میلے کے صدر نے فخریہ کہا: ”ہم ہر حد سے تجاوز کر رہے ہیں، ہر قسم کی فلمیں دکھا رہے ہیں، کوئی سینسر شپ نہیں ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ ہم اس مقام تک پہنچنے کے قابل ہو گئے“۔

ریاض میں سرکاری دعوت پر جنوبی کوریا کی فاحشات کے، ہم جنس پرستی کو فروغ دینے والے ’بلیک پنک‘ نامی میوزیکل بینڈ نے آکر غل مچایا۔ اس کے ’اعزاز‘ میں ریاض کی اہم عمارتوں کو گلابی رنگ دیا گیا۔ ریاض میں اب تک منعقد ہونے والی محافل ہائے موسیقی میں فحاشی، عریانی، بازاری تک بندی، بے باکی اور حکومتی حمایت کے لحاظ سے یہ محفل سب پر سبقت لے گئی۔

سعودی سکولوں میں تفریحی سرگرمیوں کے فروغ کے نام پر باقاعدہ ناچ گانے کی تربیت دی جارہی ہے جس میں لڑکوں لڑکیوں کا اختلاط واضح نظر آتا ہے۔ انٹرنیٹ پر موجود ایک ویڈیو میں کسی سکول میں اسی قسم کی تربیت دی جاتی نظر آتی ہے اور اسی ویڈیو میں انہی میں سے ایک بے حجاب لڑکی کی قمیص پر لکھا ہے، 'school ruined my life' 'سکول نے میری زندگی تباہ کردی'۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسے سکول جو امت کی بیٹیوں کو بتول سے بتول بنا دیں، وہی تباہی و بربادی کے اڈے ہیں۔ یونہی تو افغانستان میں امارت اسلامی نے عورتوں کی 'اعلیٰ' تعلیم پر پابندی نہیں لگائی۔ پوری دنیا میں سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں سے برآمد ہونے والی نسلوں کی بے دینی، بدکرداری اور بے راہ روی یقیناً ان کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے، جب کہ ان میں سے کتنے ہیں جو ایمان کی پختگی، کردار کی بلندی اور اعلیٰ علمی و عملی صلاحیتوں کے ساتھ فارغ التحصیل ہوتے ہیں؟ ملاحظہ ہو پاکستان کے ایک تعلیمی ادارے میں 'اعلیٰ تعلیم یافتہ'، 'ماڈرن'، 'آزاد' لڑکیوں کا نشہ آور اشیاء کے استعمال کے معاملے پر ایک اور لڑکی پر تشدد۔

خیر بات سعودی عرب کی ہو رہی تھی کہ اس روشن خیالی نے سعودی معاشرے کو کیا دیا؟ کون سے ایسے سرخاب کے پر تھے جو سعودی معاشرے میں مفقود تھے اور اب سعودی مردوں اور عورتوں نے اپنے سروں پر سجا لیے ہیں؟ سعودیہ کی وہ نئی نسل جسے 'Generation Z' کا نام دیا جارہا ہے بدترین بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے۔ سعودیہ کی سڑکوں پر کھلے عام بے حجاب، فحش لباس میں ملبوس سعودی نوجوان لڑکیاں گاتی بجاتی نظر آتی ہیں، بے ہنگم و بے باک موسیقی کی محفلوں میں لڑکیاں لڑکے ایک دوسرے میں خلط ملط ہو کر ناچتے تھرکتے دکھائی دیتے ہیں، قابل غور بات یہ ہے کہ اس قسم کے میلوں ٹھیلوں میں نشہ آور اشیاء اور شراب کے استعمال پر بھی کچھ کڑی پابندی نہیں ہوتی لہٰذا ہلڑ بازی کی جس حد سے بھی تجاوز کیا جائے عجب نہیں۔ پھر اس سب کی وجہ سے معاشرتی اور خاندانی نظام جس ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور یہ سعودی حکومت کے ایجنڈوں میں سے اہم ایجنڈا ہے۔

اس بے حیائی، مادر پدر آزادی اور فحاشی کے نتیجے میں لڑکیوں کے گھروں سے بھاگنے کے واقعات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ لڑکیاں اب والدین کے ساتھ رہنے کی بجائے تنہا رہنے کو ترجیح دیتی ہیں تاکہ ہر قسم کی روک ٹوک سے آزاد رہیں، اور اس راہ میں معاون سعودی حکومت کے 'عورتوں کی آزادی' کے عنوان کے تحت اس قسم کے اقدامات ہیں کہ جن کے تحت عورت نا صرف بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے بلکہ بغیر ولی کے نکاح بھی کر سکتی ہے نیز اگر لڑکا لڑکی کسی ہوٹل میں جا ٹھہریں تو ان سے ان کا رشتہ نہیں پوچھا جائے گا۔ ان اقدامات کا نتیجہ یہ ہے کہ سن ۲۰۱۰ میں سعودیہ میں لگ بھگ نو ہزار طلاقیں ہوئیں، جن کی تعداد ۲۰۲۰ میں تقریباً ۵۸ ہزار تک پہنچ چکی ہے اور سعودی اخبار الوطن کے مطابق ان طلاقوں کی ایسی وجوہات بیان کی گئی ہیں کہ عقل جن کا احاطہ کر سکتی ہے نہ دلیل؛ مثلاً شوہر نے بیوی کو اپنا سوشل میڈیا اکاؤنٹ بند کرنے کا کہہ دیا تو بیوی نے طلاق لے لی۔ سعودی حکومت تو چاہتی ہی مادر پدر آزاد معاشرہ ہے، جس میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ غیر ازدواجی تعلقات رکھیں، مگر جائز ازدواجی زندگی کو لوگوں کے لیے نکو بنا دیا جائے۔ اسی مقصد کے تحت فٹ بالر رونالڈو کو سعودی عرب لایا گیا ہے جو ریاض کے ایک محل میں اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ رہ رہا ہے اور سعودی مال پر مزے کر رہا ہے۔ یہ وہ رول ماڈل ہے جو سعودی حکومت اپنے عوام کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ طلاقوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافے؛ یعنی اوسطاً ایک گھنٹے میں ۷ طلاقوں کی درج ذیل وجوہات الوطن اخبار نے بیان کیں:

- طلاق کا حصول اس قدر سہل بنا دیا گیا ہے کہ سب کچھ گھر بیٹھے الیکٹرانک طریقے سے مکمل ہو جائے، نہ کسی کو عدالت میں پیش ہونا پڑے نہ کسی گواہ اور وکیل کی ضرورت (استثنائی صورت حال کے علاوہ)۔
- عوام کی کمزور مالی حالت...... سبحان اللہ! رونالڈو کو اس کی عیاشیوں کے لیے سالانہ دو سو ملین ڈالر کی خطیر رقم ادا کرنے والی سعودی حکومت کے پاس اپنے عوام کے لیے اس قدر پیسہ بھی نہیں کہ وہ ایک باعزت زندگی گزار سکیں!
- سرکاری اور غیر سرکاری میڈیا کا کردار؛ جو بالارادہ ایسا مواد دکھا رہا ہے جو معاشرے اور خاندان کی اقدار کو مجروح کرے۔

امت مسلمہ میں کی اکثریت کی عقل پر گویا پتھر پڑ گئے ہیں، کبھی کبھی تو یوں لگتا ہے کہ یہ 'کالانعام' ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ وہ جنہیں عزتوں کا محافظ بننا تھا، سربازار اپنی عزتیں لٹانے پر تلے ہیں اور اس پر راضی ہیں، اسی کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ ایک ویڈیو کلپ میں دیکھا کہ سر تا پا ملبوس ایک سعودی مرد اپنی نیم برہنہ بیوی کو لوگوں کے پر شہوت نعرے لگاتے ہجوم سے بمشکل نکال کر لے جا رہا ہے۔ کوئی اس شخص سے پوچھے کہ تم اس لباس میں اپنی بیوی کو سربازار لائے ہی کیوں تھے اگر تمہیں اس کے اوپر انگلیاں اٹھائے جانا پسند نہ تھا؟ وہ عورتیں جو ان میلوں ٹھیلوں میں شرکت کے بعد یہ دہائی دیتی ہیں کہ ہمیں ان میلوں میں جنسی ہراسگی کا سامنا کرنا پڑا اور کئی مردوں نے ہماری عزت پامال کی...... کیا وہ اسی مقصد کے لیے وہاں نہیں گئی تھیں؟ شہوت کو بھڑکانے والے لباس، مردوں عورتوں کے اختلاط، بے باک موسیقی اور شراب اور نشہ آور اشیاء کے استعمال کے یک جا ہونے کے بعد کیا اس کے سوا بھی کوئی نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے؟ اور تری سادگی پہ کون نہ مر جائے کہ ایسے واقعات پر نقد کرنے والے کہتے ہیں کہ سعودی حکومت کی جنسی ہراسگی کے خلاف آگاہی مہم کے باوجود یہ واقعات رونما ہوئے...... سبحان اللہ! ننگے ناچ کی محفل بپا ہو، بھڑکیلے لباس، خوشبوئیں، مرد و زن کا اختلاط، ساز و شراب یک جا ہو اور باہر نازیبا حرکتوں سے گریز کا اشتہار آویزاں ہو تو اس کی حیثیت وہی ہے جو سگریٹ کی ڈبی پر لکھے 'خبردار! سگریٹ نوشی مضر صحت ہے' کے پیغام کی۔

ایک وقت تھا کہ غیر مسلم ممالک میں بسنے والے مسلمان، بالخصوص سچے نومسلم، حسرت سے مسلمان ممالک کے مسلمان عوام کو دیکھا کرتے تھے کہ یہ لوگ کس قدر خوش قسمت ہیں کہ اپنے بچوں کی تربیت ایک صاف ستھرے اسلامی معاشرے میں کر رہے ہیں۔ ان کے لیے اپنے بچوں کو اسلامی اقدار سکھانا اور شعائر اسلام کی قدر اور ان پر فخر ان کے دلوں میں پیدا کرنا کس قدر آسان ہے۔ مگر آج مسلم معاشروں کا حال دیکھ کر غیر مسلم دیار کے باسی یہ نومسلم بھی انگشت بدنداں ہیں اور ان کے ملکوں کی حکومتوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اچھا موقع ہاتھ آیا ہے۔ غیر مسلم ممالک کی باحجاب خواتین حجاب پر پابندی کے خلاف جگہ جگہ صف آرا ہیں۔ انڈیا میں تعلیمی اداروں کے اندر حجاب پر پابندی کے خلاف طالبات کے احتجاج سے کون واقف نہیں۔ مگر آج سعودی حکومت کی لگائے جانے والی کمرہ ہائے امتحان میں حجاب پر پابندی نے غیر مسلم ممالک میں بسنے والی مسلمان خواتین کی تحریک کو بری طرح دھچکا پہنچایا ہے۔ انڈیا میں بر سر عام یہ کہا جارہا ہے کہ جب سعودی (جو چاہے نہ چاہے دنیا بھر میں اسلام کی علامت گردانا جاتا تھا) حجاب پر پابندی لگا رہا ہے تو ہمارے یہاں یہ واویلا کیوں؟ کون انہیں بتائے اور سمجھائے کہ سعودی عرب تو حرمین کی وجہ سے اب تک اسلام کا ڈھونگ رچانے پر مجبور تھا اور اب یہ قلادہ بھی اس نے اتار پھینکا اور علانیہ یہود دوستی اور فلسطین دشمنی کا اظہار شروع کیا۔ سعودی شاہی خاندان کے لیے رول ماڈل کبھی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی لائی شریعت اور اسلامی تہذیب نہیں رہی۔ وہ تو فارسیوں کی طرح قدیم عرب ثقافت کے دلدادہ ہیں، ترقی کے نام پر جاہلیت کے مظاہر پر جان دینے کو فخر سمجھتے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ دور جاہلیت میں سرخ جھنڈوں والیاں بھی غالباً حرم کعبہ کی حرمت کا پاس کیا کرتی ہوں گی اور اپنے غلیظ کردار کا اظہار عین حرم کعبہ کے سامنے نہیں کرتی ہوں گی۔ اب تو حال یہ ہے کہ سعودی حکومت کے وژن ۲۰۳۰ نے فاحشات کے حوصلے اس قدر بلند کر دیے کہ وہ نیم برہنہ لباس میں سونے کے لیے عین ایسی جگہ پہاڑ پر منتخب کرتی ہیں جہاں سے حرم کعبہ واضح دکھائی دیتا ہے اور پورے سعودی عرب میں کوئی اس فاحشہ کو روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ کون ہے جو اس فاحشہ کو یہاں تک لایا اور کس نے اس کو اس حساس مقام تک رسائی دی؟ اللہ کی لعنت ہو سعودی شاہی خاندان اور سب سے بڑھ کر ابن سلمان پر۔

ہم مسلمانوں کو بحیثیت امت اٹھ کھڑا ہونے کے لیے کیا مزید کچھ مہمیز درکار ہے؟ امت کے نوجوانوں کے لیے کیا آج کے خیری علقم اور ابراہیم نابلسی رول ماڈل نہیں؟ کیا وہ جو آج فتنہ دجال کے تمام مظاہر پر جان چھڑکتے نظر آتے ہیں، کل یک دم (بزعم خود) امام مہدی کی صف میں جا کھڑے ہونے کے قابل ہوں گے یا دجال کے ایک اشارے پر جہنم میں چھلانگ لگانے پر؟

ابھی یہ امت بانجھ نہیں ہوئی، ابھی اس کے دامن میں چند خیرہ کن ہیرے باقی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق وہ تا قیامت باقی رہیں گے جو حق پرست ہوں گے اور حق ہی کی خاطر لڑتے رہیں گے اور اللہ رب العزت انہیں فتح یاب فرمائیں گے۔ سعودی عرب کے نوجوان اگر جہنم کی گہرائیوں میں گرنے سے بچنا چاہیں اور زمین پر چلتے پھرتے اہل ایمان کو دیکھنا چاہیں اور ان سا بننا چاہیں تو عین ان کے پڑوس میں یمنی مجاہدین سعودی امریکی اتحاد اور حوثیوں کے خلاف صف آرا ہیں۔ یہ حوثی بھی شامی نُصیری حکومت اور لبنانی حزب اللہ کی طرح وہی ہیں جنہیں ایران کی مکمل حمایت حاصل ہے اور اسی کے بل بوتے پر وہ لڑ رہے ہیں۔ ہمارے یہ حق پرست مجاہدین ہی امت کے لیے امید کی کرن ہیں۔ یہی وہ گوہر، وہ گدڑی کے لعل ہیں جن کے دم سے امت کا وجود سلامت ہے۔ اور صرف یمن ہی کیوں؟ پوری دنیا میں اہل حق مجاہدین جگہ جگہ اپنے دین کے دفاع کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ آج وہ کمزور دکھائی دیتے ہیں تو اس کی بڑی وجہ مسلمانوں کی اکثریت کا خواب غفلت میں پڑا ہونا ہے۔ امت کے اموال ورلڈ کپ کے انعقاد، کافر کھلاڑیوں کی پذیرائی اور فاحشات کے مجرے منعقد کروانے؛ نوجوانوں کی قوت ناچنے گانے اور ان کی فکر کا مرکز و محور سوشل میڈیا پر زیادہ سے زیادہ فالورز اکٹھے کرنے سے فارغ ہو تو جہاد اور اہل جہاد کی طرف بھی توجہ مبذول ہو۔ ایک طرف سعودی عرب ہے جو پردے سے بے پردگی اور آبرو سے بے آبروئی کی جانب نہایت تیزی سے گامزن ہے اور کفار، فساق اور فجار مستقل اس کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں، اور دوسری جانب سرزمین افغانستان پر نافذ اللہ کی شریعت ہے جس کے رکھوالے اپنے وطن کی عورتوں کے سر ڈھانپنے کے لیے، ان کی عزت، ایمان اور کردار کی رکھوالی کے لیے پوری دنیا سے ٹکر لے بیٹھے ہیں۔ نمونہ ہائے عمل کی تو کمی نہیں بس دیکھنے والی آنکھ اور سوچنے والا دردمند دل درکار ہے۔

انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے؛ آج ایمان، اسلام، بلند نگاہی و بلند کرداری، غیرت ایمانی، بہادری، جانفشانی، سرفروشی کے جذبات دل کی زمین میں بوئیں گے، آج اہل ایمان کا ساتھ دامے درمے قدمے سخنے دیں گے تو کل ہم اور ہماری اولاد مثل ابو بکر و عمر بن کر دجال کے سامنے کھڑے ہوں گے لیکن آج اہل ایمان کے مصائب دیکھ کر، امت کی زبوں حالی دیکھ کر ان سے اپنا دامن بچائیں گے تو کل انہی کی صف میں کھڑے ہوں گے جن پر اللہ کا غضب ہو گا۔ فیصلے کی گھڑی بس آہی لگی ہے!!!

☆☆☆☆☆

زلزلہ

ام سعد

ترکی اور شام کے بعض علاقوں میں آنے والے شدید زلزلے اور اس کے مابعد اثرات سے بیشتر لوگ واقف ہی ہیں۔ اموات کی تعداد پچاس ہزار سے تجاوز کر چکی ہے، زخمیوں کی تعداد اس سے سوا ہے اور تاحال ملبے میں دبے تمام لوگوں کو باہر نہیں نکالا جاسکا اور نہ ہی یقینی طور پر معلوم ہے کہ کتنے افراد تاحال بازیاب نہیں ہو سکے۔ یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش ہے متاثرین اور ان کے لواحقین کے لیے اور بحیثیت امت ہم سب کے لیے۔ دب کر مرنے والوں کو حدیث میں شہید کا درجہ دیا گیا ہے؛ اللہ شہداء کی شہادت قبول فرمائے، زخمیوں کو شفائے کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے، بچھڑے ہوؤں کو جلد اپنے پیاروں سے ملائے اور جن کے اپنے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، انہیں صبر جمیل اور بہترین بدل عطا فرمائے، آمین۔ ہمارے دل ہمارے مسلمان بہن بھائیوں کے دکھ اور تکلیف پر غم زدہ ہیں، ہم مادی طور ان کی مدد پر قادر نہیں مگر وہ ہماری دعاؤں میں ضرور شامل ہیں اور ہم اللہ رب العزت سے ہی ان کی مدد و نصرت کی درخواست کرتے ہیں کہ وہی ہر بے سہارا کا سہارا اور ہر مسکین کا پرسان حال ہے۔

قدرتی آفات بعض پر اللہ رب العزت کا غضب ہو سکتی ہیں اور بعض کے لیے امتحان۔ ہم اللہ رب العزت کے غضب اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے اسی کی پناہ چاہتے ہیں جس کی پناہ سے بڑھ کر کوئی پناہ محفوظ و مضبوط نہیں۔ مصیبت اور تکلیف کے اس وقت میں جس جس نے جہاں جہاں اخلاص کے ساتھ جتنی خدمت کی، اللہ ہر اس فرد کے عمل کو قبولیت عطا فرمائیں کہ اللہ رب العزت ہی اس سے واقف ہیں اور وہی بہترین قدر دان ہیں اور وہی بہترین جزا دینے پر قادر ہیں۔ ناگہانی موت اور ناگہانی آفات سبھی سے اللہ کے نبی نے پناہ مانگنا سکھایا ہے؛ صبح و شام کے اذکار بھی عافیت کی دعاؤں سے بھرپور ہیں؛ اللہ ہم سب کو اپنے ذکر اور اپنے نبی کی سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

لوگوں میں بعض ایسے سیاہ بخت بھی ہیں کہ جن کے دل اپنے مخالفین (اور اللہ کے دین کے محافظین) پر ٹوٹ پڑنے والی اس آفت پر نہال ہیں؛ جنھوں نے دانستہ یہ کوشش کی کہ متاثرین کو بروقت امداد نہ مل پائے اور گرنے والی عمارتوں کے ملبے پر کھڑے ہو کر بھی جن کے دل نرم نہ پڑے، جو یہ سوچتے ہوں کہ 'لو! یہ ہے انجام ان لوگوں کا جو خود کو خدا پرست اور اللہ کے دین کا محافظ سمجھتے ہیں...... بڑے آئے تھے ہم سے ٹکر لینے......'، پس ایسے لوگ جان رکھیں کہ تم سے پہلے وہ جو اک شخص یہاں تخت نشین تھا اس کو بھی اپنے خدا ہونے پر اتنا ہی یقین تھا!

اللہ جس کے لیے اپنی رسی دراز کرنا چاہتا ہے کر دیتا ہے، مگر یہ مہلت اس کے لیے ایسی مہلک اور تباہ کن ثابت ہوتی ہے کہ پھر جہنم کی گہرائیوں میں آگ ہی آگ اور اللہ رب العزت کا دائمی غضب ہی اس کا مقدر ہوتا ہے۔

کہنے کو تو محض دو منٹ تک زمین ہلتی رہی؛ دو منٹ ہماری عام روزمرہ زندگی میں کیا معنی رکھتے ہیں؟ منٹ کیا بلکہ گھنٹوں پر گھنٹے اور دنوں پر دن گزرتے چلے جاتے ہیں اور خواب غفلت میں پڑے حضرت انسان کو ادراک ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ چاہتا ہے کہ اسے ادراک ہو۔ مگر محض دو منٹ تک زمین ہلنے سے کتنوں کی زندگیاں زیر و زبر ہو گئیں۔ سر بہ فلک عمارتیں لمحوں میں مٹی کا ڈھیر ہو گئیں اور کتنی ہی زندگیوں کو نگل گئیں۔ عبرت سی عبرت ہے۔ ان عمارتوں کے مکینوں نے سوچا بھی نہ ہو گا کہ آنے والی صبح ان کے لیے موت کا پیامبر بن کر آئے گی۔ انہوں نے بھی رات سونے سے پہلے اگلے دن کی منصوبہ بندی کی ہو گی؛ ظاہر ہے کہ جس نے خیر کا ارادہ کیا ہو گا وہ اپنی نیت کا پھل پالے گا اور جس نے شر کا ارادہ کیا ہو گا وہ اپنی نیت کا پھل پائے گا۔ کیا اس ماں نے کبھی سوچا ہو گا کہ اس کی بچی اپنی ماں کے مردہ بطن سے اس حال میں دنیا میں آئے گی کہ اس کے خاندان کا ایک فرد بھی زندہ نہیں بچا ہو گا؟ سردی کی شدت میں کئی کئی دنوں تک ملبے میں دبے رہنے کے بعد زندہ بچ نکلنے والوں میں بے شک اللہ کی عظیم نشانی ہے۔ پس اللہ ہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دینے پر قادر ہے۔

کوئی فوت ہو جاتا ہے تو ہم اسباب پر بحث کرتے ہیں؛ مگر اصل بات تو ہمیشہ ہی یہ ہوتی ہے کہ جب اللہ کا حکم آجائے تو ظاہری سبب خواہ ہو یا نہ ہو، کوئی اسے روکنے پر قادر نہیں ہوتا۔ اور جب وقت مقررہ نہ آیا ہو تو موت کے سارے اسباب پورے ہونے کے بعد بھی انسان زندہ بچ جاتا ہے۔ زلزلے میں جہاں کئی قوی الجثہ، مضبوط جسم اور مضبوط اعصاب کے حامل لوگ وفات پا گئے وہاں اس نومولود نے موت کی اس وادی میں زندگی کی ابتدا کرنی تھی، اسی طرح ایک اور (غالباً چند ماہ یا سال بھر کے) ننھے بچے کو اس حال میں اللہ نے بچانا تھا کہ وہ اپنی فوت شدہ بہن کی بانہوں میں تھا۔

یقیناً ضرورت ہے اس بات کی کہ ان بلند و بالا عمارات کے تعمیر کرنے اور کروانے والوں کا کڑا محاسبہ کیا جائے؛ دنیا میں محاسبہ اور سزا بہر حال آخرت کے محاسبے اور سزا سے ہلکی ہے۔ ضرورت ہے کہ آئندہ عمارتیں اس طرز پر تعمیر کی جائیں کہ وہ زلزلوں اور دیگر قدرتی آفات کو سہہ سکیں اور اس طرح سے جانی و مالی نقصان کے امکانات کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ ضرورت ہے اس بات کی کہ ریاستی سطح پر، بڑے پیمانے پر آنے والی قدرتی آفات سے نمٹنے کے لیے بقدر استطاعت انتظامات کیے جائیں مگر ان سب اقدامات سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے......

(باقی صفحہ نمبر 77 پر)

معرکے ہیں تیز تر!

جمع و ترتیب: سعود میمن

عالمی جہاد کے گرم محاذوں؛ پاکستان، الجزائر، تیونس، مالی، نائیجر، برکینا فاسو، صومالیہ، کینیا، شام، یمن، متحدہ عرب امارات وغیرہ میں عالمی کفری نظام (امریکہ، اسرائیل، بھارت، برطانیہ، فرانس اور ان کے اتحادیوں اور غلاموں) کے خلاف ہونے والی جنگی کارروائیوں کی ماہانہ رپورٹ برائے: **جنوری ۲۰۲۳ء**

یکم جنوری

پاکستان

◄ ضلع لکی مروت کے علاقے شہباز خیل میں پولیس چوکی پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے لیزر گن کے ذریعے تحسین اللہ نامی پولیس اہلکار قتل ہوا۔

◄ ضلع پشاور کے تھانہ ریگی کی حدود میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے پولیس چوکی پر حملہ کیا، جس میں دو پولیس اہلکار زخمی ہو گئے۔

◄ تحریک طالبان پاکستان کے ٹارگٹ کلر دستے نے صوبہ بلوچستان ضلع پشین میں ایک پولیس اہلکار کو قتل کر دیا۔

◄ تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے ضلع قلعہ عبداللہ کے علاقے میزی اڈہ میں دو ایف سی اہلکاروں کو قتل کر دیا۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست جیذو اور شبیلی السفلی کے بردیری، مارکا، اور جنالی نامی شہروں اور الماداا اور ایلشا نامی علاقوں میں عسکری اڈوں پر حرکت شباب المجاہدین کی چھاپہ مار کاروائیوں میں اتھوپیائی، یوگنڈا اور سرکاری ملیشیا کے متعدد افراد ہلاک اور زخمی کیے گئے۔

۲ جنوری

پاکستان

◄ شمالی وزیرستان کی تحصیل گڑیوم کے علاقے بلنگی میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے گھات لگا کر تین گاڑیوں پر مشتمل فوجی قافلے پر جس میں افسران بھی تھے، حملہ کیا۔

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے سول ڈیفنس کی عمارت پر حملہ کیا جس میں دشمن کے ۳ افراد ہلاک ہوئے، دو گاڑیاں نذرِ آتش ہوئیں، ایک ایمبولینس غنیمت ہوئی۔ دوسرا حملہ سرحد پار کرنے والی چوکی کسیلا میں ہوا جس میں دشمن کا ایک شخص مارا گیا اور دشمن کی کاریں نذر آتش ہوئیں۔

◄ سنغاجی میں مالی کی فوج پر حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں ایک دشمن ہلاک، ایک گاڑی اور ۷ موٹر سائیکلیں نذر آتش، اور ۳ موٹر سائیکلیں، ۳ کلاشنکوفیں، ایک پستول اور گولیوں کے ۷ اڈے غنیمت کیے گئے۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی میں سنکدیر اور عرباؤ نامی علاقوں اور قریولی اور شلانبد نامی شہروں میں یوگنڈا اور سرکاری ملیشیا کے عسکری ٹھکانوں پر حرکت شباب المجاہدین کے بیک وقت حملوں میں ملیشیا اور یوگنڈا کے فوجیوں کے زخمی اور ہلاک ہونے کے اطلاعات موصول ہوئیں۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، غریسا کاؤنٹی کے دارالحکومت غریسا کے نواحی علاقے ھگاربل میں کینیائی فوج کے عسکری ٹھکانے کو ایک حملہ میں نشانہ بنایا گیا جس میں متعدد کینیائی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے اور ایک فوجی بردار گاڑی تباہ ہوئی۔

۳ جنوری

صومالیہ

◄ حرکت شباب المجاہدین سے وابستہ مجاہدین نے جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے علاقے کلم ۶۰ میں ملیشیا کے ایک عسکری اڈے پر حملہ کیا جس میں سرکاری ملیشیا کے ۱۴ افراد ہلاک ہوئے۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی، بای اور بنادیر میں دارالحکومت موغادیشو، شہر بیدوا، براوی انجوئی اور ڈسٹرکٹ اودگلی، لوفولی اور الماھدا علاقے میں یوگنڈا کی

افواج اور سرکاری ملیشیا کے ۸ عسکری اڈوں کو نشانہ بنا کر اُنہیں نقصان پہنچایا گیا۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کے کاران ڈسٹرکٹ میں عسکری رہائش کو بم دھماکے سے نشانہ بنایا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای کے شہر دنسور میں سرکای ملیشیا کے عسکری اڈے پر ایک حملہ کیا گیا۔

کینیا

◄ کینیا، ساحلی صوبے لامو کے علاقے کیونگا اور شان غنی کے درمیان کیے گئے مائن حملے اور گھات میں کینیائی فوج کی ایک عسکری گاڑی تباہ کی گئی، جس کے نتیجے میں گاڑی میں سوار تمام فوجی ہلاک ہوئے۔

۴ جنوری

پاکستان

◄ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل کلاچی میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے گھات لگا کر پولیس وین پر حملہ کیا، جس میں کم از کم ایک پولیس اہلکار زخمی ہوا۔

◄ صوبہ پنجاب کے ضلع خانیوال کے پیرووال بسم اللہ ہائی وے پر تحریک طالبان پاکستان کے ایک خفیہ دستے نے آئی ایس آئی کے ڈپٹی ڈائریکٹر ملتان نوید صادق کو ساتھی انسپکٹر ناصر بٹ کو نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔

◄ بلوچستان کے ضلع سوراب میں تحریک طالبان پاکستان کے ٹارگٹ کلر مجاہدین نے پاکستان فوج کی خفیہ ایجنسی (ایم آئی) کے لیے کام کرنے والے ڈیتھ اسکواڈ کے ۲ کارندے میر محمد وارث اور الطاف حسین کو سوراب بازار میں حملے کا نشانہ بنایا جس سے دونوں اہلکار شدید زخمی ہوئے۔

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے صدجوئی کے قریب دشمن پر گھات لگائی جس میں دشمن کے ۱۸ افراد ہلاک ہوئے اور ۸ کلاشنکوفیں غنیمت ہوئیں۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست هیران کے شہر مھاس میں سرکاری ملیشیا کے سب سے بڑے اڈوں کو دو اشتہادی حملوں میں نشانہ بنایا گیا۔ یہ اڈے ریاست هیران کے مشرقی علاقوں میں دشمن کی جانب سے فوجی وسائل بھیجنے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ اِن دو کاروائیوں کے نتیجے میں دشمن کو بڑا جانی اور مالی نقصان پہنچا۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست هیران کے علاقے دادان میں، جو کہ مھاس سے ۱۷ کلومیٹر دور ہے، وہاں سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے پر ایک بڑا حملہ کیا گیا۔ حرکۃ الشباب کے مجاہدین نے ملیشیا کو جانی اور مالی نقصان پہنچانے کے بعد اِس عسکری اڈے اور پورے قصبے کا کنٹرول سنبھال لیا۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست هیران کے شہر مھاس میں سرکاری حملے کی ابتدائی اطلاعات کے مطابق کیے گئے اشہادی حملوں میں سرکاری ملشیا کے ۸۷ افراد ہلاک اور ۱۳۰ زخمی ہوئے جن میں افسران اور عہدے داران بھی شامل ہیں۔ 14 گاڑیاں بھی تباہ ہوئی ہیں۔ اِن عسکری گاڑیوں میں سے زیادہ تر میں طیارہ شکن گنیں نصب تھیں، یاد رہے کہ یہ اڈے دشمن کی جانب سے ریاست هیران کے مشرقی علاقوں میں مہمات بھیجنے کا مرکز تھے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کے ویدو علاقے میں سرکاری ملیشیا کے ایک رکن کو جہنم واصل کیا گیا۔ حرکۃ الشباب کے ابطال نے موغادشیو کی هراوے ڈسٹرکٹ میں دو عسکری چیک پوائنٹوں کو مائن حملوں سے نشانہ بنایا۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی هراوے ڈسٹرکٹ کی انتظامیہ کے سکیورٹی امور پر تعینات ایک افسر کی گاڑی کو نشانہ بنایا گیا۔ یہ حملہ مائن سے کیا گیا، یہ افسر تو بچ گیا لیکن اِس کا ایک محافظ ہلاک اور دیگر ۳ زخمی ہوئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کے جنوب مغرب میں واقع شہر افجوئی میں دو دھماکوں میں سرکاری ملیشیا کا ایک رکن ہلاک اور ایک اور زخمی ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے علاقہ کلم ۶۰ میں حرکت الشباب کے مجاہدین نے یوگنڈا کی افواج اور سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے پر مارٹر گولے برسائے۔ جس کے نتیجے میں اڈے پر بہت بڑی آگ بھڑک اُٹھی، ہلاک اور زخمی ہونے والوں کو وہاں سے لے جانے کے لیے ایک ہیلی کاپٹر وہاں اُترا۔ حرکۃ الشباب کے ابطال نے اِسی ریاست کے شہر زاہد میں ملیشیا کے عسکری ٹھکانے پر دھاوا بولا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوبا میں کسمایو کے نواحی علاقے میں سرکاری ملیشیا کی مجالس اور عسکری رہائش پر دھاوے بولے گئے اور سرکاری ملیشیا کا ایک بلڈوزر تباہ اور ایک فرد زخمی ہوا۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا کی مندیرا کاؤنٹی کے لیوی علاقے میں حرکۃ الشباب کے مجاہدین نے کینیائی افواج کے عسکری ٹھکانے پر حملہ کیا۔

۵ جنوری

پاکستان

◄ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے تھانہ درابن کی حدود میں موسیٰ زئی میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے گھات لگا کر پولیس پر حملہ کیا، جس میں آٹھ پولیس اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے اور ان کی ایک گاڑی تخریب کا نشانہ بنی۔

یمن

◄ تنظیم القاعدہ کے مجاہدین کی جانب سے ابین میں متحدہ عرب امارات کی ملیشیا کو مارٹر گولوں سے نشانہ بنایا گیا۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر مھاس کے نواحی علاقے دادن-عد میں سرکاری ملیشیا کی ایک مجلس کو بم دھماکے میں نشانہ بنا کر اُن کے 4 افراد کو ہلاک کیا گیا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی، بکول اور بنادیر کے شہر حدّر، بورالو اور براوی کے نواح میں اور دارالحکومت موغادیشو کی ھراوے ڈسٹرکٹ میں کیے جانے والے حملوں میں سرکاری ملیشیا کے افراد کو ہلاک اور زخمی کیا گیا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی، کے علاقے کلم ۶۰ میں یوگنڈا کی افواج اور سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈوں پر گزشتہ روز براز بدھ مارٹر بم برسائے گئے جس میں یوگنڈا کے ۲ فوجی ہلاک اور دیگر ۲ زخمی ہوئے۔

۶ جنوری

◄ ضلع لکی مروت کے علاقے پہاڑ خیل میں تحریک طالبان پاکستان کے گھات لگائے مجاہدین نے حملہ کر کے یونس خان اور عصمت اللہ نامی دو اہلکاروں کو قتل اور ایک کلاشنکوف بطور غنیمت حاصل کیا۔

◄ شمالی وزیرستان کی تحصیل سپین وام میں ایف سی پوسٹ پر حملہ کر کے تین ایف سی اہلکاروں کو زخمی کیا اور ان کا ایک جاسوسی کیمرہ تخریب کا نشانہ بنایا۔

◄ جنوبی وزیرستان کی تحصیل شکتوئی کے علاقے لٹکہ میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے ایف سی اہلکاروں پر گھات لگا کر حملہ کیا، جس میں پانچ اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

یمن

◄ تنظیم القاعدہ کے مجاہدین کی جانب سے ابین میں متحدہ عرب امارات کی ملیشیا پر دو مائن حملے کیے گئے جس سے دشمن کے ۷ فوجی ہلاک اور ۹ زخمی ہوئے۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کی رنز جو د ڈسٹرکٹ کے علولی علاقے میں سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے پر بڑا حملہ کیا گیا، اس کے نتیجے میں اڈے اور علاقے کا مکمل کنٹرول سنبھال لیا گیا، ملیشیا کے افراد کی بڑی تعداد زخمی اور ہلاک کی گئی اور ہتھیار، گولیوں اور دیگر عسکری ساز و سامان کی بڑی تعداد قبضے میں لے لی گئی۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی رنز غود ڈسٹرکٹ کے علولی علاقے میں سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے پر بڑا حملہ کیا گیا، اس کے نتیجے میں اڈے اور علاقے کا مکمل کنٹرول سنبھال لیا گی، ابتدائی اطلاعات کے مطابق حملے میں سرکاری ملیشیا کے ۳۱ سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے جن میں ۵ سینئر افسران بھی شامل ہیں اور دشمن کی بڑی تعداد زخمی ہوئی۔ ۸ عسکری گاڑیاں تباہ کی گئیں اور ۵ اپنے قبضے میں لے لی گئیں۔ اس کے علاوہ ہتھیار، گولیاں اور عسکری ساز و سامان غنیمت لیا گیا، اس کے علاوہ ۱۰ اونٹ بھی غنیمت لے لیے گئے جو ملیشیا نے کھانے کے لیے رکھے ہوئے تھے۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے علاقے علولی کی رنز غود ڈسٹرکٹ میں سرکاری ملیشیا کی گاڑی پر کیے جانے والے مائن حملے میں گاڑی تباہ ہوئی اور گاڑی میں سوار تمام افراد ہلاک یا زخمی ہوئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی یقدیش ڈسٹرکٹ کے عسکا علاقے میں حرکۃ الشباب کے مجاہدین نے سرکاری ملیشیا کی رہائش پر حملہ کیا، جس کے بعد ملیشیا کے افراد کے زخمی اور ہلاک ہوانے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، بیدوا شہر کے داخلی راستے پر لگائی جانے والے گھات میں سرکاری ملیشیا کا ایک فرد ہلاک اور ایک دوسرا شخص زخمی ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، جوبا شہر کے نواح میں بلوجدود قصبے میں دریائے جوبا کے کنارے ملیشیا کی مجلس پر دھاوا بولا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے دو افراد زخمی ہوئے اور عسکری ٹرک تباہ ہوا۔

۷ جنوری

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر مھاس کے نواح میں کیے جانے والے مائن حملے میں سرکاری ملیشیا کا ایک رکن ہلاک اور دوسرا زخمی ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی اور بای میں بیدوا اور افجوئی شہروں میں ملیشیا کی ۳ عسکری رہائشوں پر حملہ کیا گیا کس میں سرکاری ملیشیا کے افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کے تبیلا نامی علاقے میں مجاہدین یوتھ مومنٹ کی آمنہ یونٹ نے سرکاری ملیشیا کے رکن کو جہنم واصل کیا۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر بلعدوین میں صومالی پولیس سٹیشن اور عسکری رہاں کو دو مائن حملوں میں نشانہ بنایا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے ۵ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے جس میں عبد اللہ عفی نامی افسر بھی شامل ہے۔

۸ جنوری

پاکستان

◄ شمالی وزیرستان کی تحصیل گڑیوم کے علاقے شامپلین میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے دو فوجیوں کو بم دھماکے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں دونوں ہلاک ہو گئے۔

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام و المسلمین سے وابستہ مجاہدین کی جانب سے بیک وقت دو حملے شروع کیے گئے، پہلا دیدنی میں ہوا جس میں چار گاڑیاں اور ۲ موٹر سائیکل نذر آتش ہوئے، اور مجاہدین نے ایک عدد پیکا، ۳ کلاشنکوفیں اور گولیوں کے ۷ ڈبے غنیمت کیے۔ دوسرا حملہ سیبی کورو نامی گاؤں میں کیا گیا جس میں دشمن کا ایک شخص ہلاک ہوا اور مجاہدین نے ۲ گاڑیاں، ایک موٹر سائیکل اور دو عدد ہلکے ہتھیار اور گولیاں غنیمت کیں ، ۴ گاریاں نذر آتش ہوئیں۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست بنادیر، بای بکول اورارضِ جوبا میں دارالحکومت موغادیشو کی ھراوے ڈسٹرکٹ اور دنسور، واجد شہروں کے علاوہ تاپتو نامی قصبے میں حرکت الشباب کے ابطال نے اتھوپیائی اور کینیائی افواج کے اڈوں اور عسکری رہائشوں پر حملہ کر کے اُنہیں نقصان پہنچایا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی اور بنادیر میں ارجو شہر اور دارالحکومت موغادیشو کی ھراوے ڈسٹرکٹ میں سرکاری ملیشیا کے دو ارکان کو جہنم واصل کیا گیا۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کے درکنلی ڈسٹرکٹ میں سرکاری ملیشیا کے ایک رکن کو ہلاک کیا گیا۔

۹ جنوری

پاکستان

◄ ضلع ٹانک کے علاقے پنگ میں تحریکِ پالبان پاکستان سے وابستہ مجاہدینِ اسلام نے پاکستانی فوج کے قافلے پر حملہ کیا۔

◄ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل کلاچی کے یارک تھانے پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے حملہ کر کے ایک پولیس اہلکار کو ہلاک اور ایک کو زخمی کر دیا۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر مھاس کے نواحی علاقے دادن عد میں ملیشیا کے عسکری ٹھکانے پر دھاوا بولا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے دو افراد مارے گئے اور دیگر 4 زخمی ہوئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی یقدیش ڈسٹرکٹ، تردیشی اور تبیلا نامی علاقوں میں حرکت الشباب المجاہدین کی آمنہ یونٹ کی جانب سے کی جانے والی علیحدہ علیحدہ کاروائیوں میں سرکاری ملیشیا کے ۲ ارکان کے علاوہ ابراہیم علی اساندی نامی کرنل جہنم واصل کیا گیا۔

◄ دارالحکومت موغادیشو میں دارالسلام علاقے کے نزدیک مائن حملے میں نشانہ بنائے جانے پر سرکاری ملیشیا کے ۵ افراد زخمی ہوئے اور جس کار میں وہ سوار تھے وہ تباہ ہوئی۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی ھُدن ڈسٹرکٹ میں جنرل گورڈن نامی اڈے پر مائن حملے کیے گئے جن میں ملیشیا کے نقصان کی اطلاع موصول ہوئیں۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر قریولی کے نواحی علاقے دینو کے نزدیک یوگنڈا کی افواج پر گھات لگا کر کیے جانے والے حملے میں یوگنڈا کے ۳ فوجی ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے علاقے کلم ۶۰ میں یوگنڈا کی افواج کے عسکری اڈے پر مائن حملہ کیا گیا جس میں یوگنڈا کا ایک فوجی ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی میں حرکت الشباب کے مجاہدین نے یوگنڈا کی افواج اور سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈوں پر قریولی شہر، اُس نے نواحی علاوے دینو، زابد نامی قصبے اور افجوئی شہر کے نواحی

◄ گاؤں موردِلی میں دھاوا بول کر حملے کیے۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوبا میں ہوزنجو نامی قصبے، برولی نامی علاقے اور کسمایو نے نواحی علاقے جسر طارق میں عسکری ٹھکانوں پر چھاپہ مار کاروائیوں میں کینیائی افواج اور سرکاری ملیشیا کے افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای کے شہر دنسور میں حرکۃ الشباب کے مجاہدین نے سرکاری ملیشیا عسکری اڈے پر حملہ کیا۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی وجدار ڈسٹرکٹ میں امنیتی گروہ نے یوسف آدم مادی نامی شخص کو جہنم واصل کیا جو کہ صومالی پارلیمانی الیکشن کمیٹی کا رُکن تھا۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای کے بیدوا شہر میں سرکاری ملیشیا کی ایک مجلس کو مائن حملے میں نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں ملیشیا کے دو افراد ہلاک ہوئے۔

کینیا

◄ حرکت الشباب کے مجاہدین نے شمال مشرقی کینیا، مندیرا کاؤنٹی میں لاوی ڈسٹرکٹ کے دامسی نامی علاقے میں کینیائی افواج کے عسکری ٹھکانے پر حملہ کیا گیا جس میں کنیائی فوجی ہلان اور زخمی ہوئے۔

۱۰ جنوری

مالی

◄ جماعت نصرة الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے جاکا اور جفرابی کے درمیان ویگنر اور مالی کی فوج کی گاڑیاں مائن سے ٹکرائیں، جس سے اُن میں سوار تمام افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے کومارا اور ماسینا کے درمیان گھات لگا کر ۳ مائن حملے کیے جس میں ویگنر کے ۵ اور مالی فوج کے ۷ فوجی ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ دسیوں زخمی بھی ہوئے۔ دو گاڑیاں نذر آتش کی گئیں اور دو گاڑیاں، ایک ۱۴۔۵ بھاری ہتھیار، ۲ پیکا اور ۴ کلاشنکوفیں غنیمت لیں۔ یہاں ۵ مجاہد بھائی شہید بھی ہوئے۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر بلعدوین میں کیے جانے والے مائن حملے میں سرکاری ملیشیا کی مجلس کو نشانہ بنایا گیا۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، مندیرا کاؤنٹی کے علاقے ایل_قلو میں حرکۃ الشباب کے ابطال نے کینیائی افواج کے عسکری ٹھکانے کو نشانہ بنایا۔

۱۱ جنوری

پاکستان

◄ ضلع پشاور کے جی ٹی روڈ پر قائم ترناب فارم پولیس چوکی پر تحریک طالبان پاکستان کے وابستہ مجاہدین نے حملہ کیا۔

مالی

◄ جماعت نصرة الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے کمپارنا میں مالی فوج پر حملہ کیا گیا جس میں ایک دشمن مارا گیا، ایک موٹر سائیکل اور ۲ کلاشنکوفیں غنیمت لے لی گئیں۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر جنالی میں سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے کو حرکۃ الشباب کے مجاہدین نے مارٹر گولوں سے نشانہ بنایا، جس کے بعد دشمن کے جانی اور مالی نقصان کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی درکنلی ڈسٹرکٹ میں سرکاری ملیشیا کے رُکن کو جہنم واصل کیا گیا۔

۱۲ جنوری

پاکستان

◄ ضلع صوابی کے پنجپیر روڈ پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے پولیس اہلکار کو گرفتار کر کے اس کا اسلحہ ضبط کیا۔ پولیس نے ڈیوٹی چھوڑنے کا وعدہ بھی کیا۔

◄ شمالی وزیرستان کی تحصیل شوہ میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے فوج کے قلعے میں اس مقام کو ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے نشانہ بنایا، جہاں کرنل اور دیگر افسران کے دفاتر تھے۔

◄ جنوبی وزیرستان کی تحصیل گومل کے کوٹ اعظم چیک پوسٹ کے قریب تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے ایف سی اہلکاروں کی گاڑی کو بم دھماکے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں گاڑی تباہ اور اس میں سوار اہلکار ہلاک و زخمی ہو گئے۔

مالی

◄ جماعت نصرة الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے سبی اور فارم تُومُو میں مالی فوج پر دو حملے کیے گئے، دو گاڑیاں اور ۴ موٹر سائیکلیں تباہ ہوئیں، مجاہدین نے دو موٹر سائیکلیں اور ۱ عدد کلاشنکوف غنیمت لی۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست بنادیر، بای، اور شبیلی السفلی میں دارالحکومت موغادیشو کی ڈسٹرکٹ وارد قلی، بیدوا شہر اور اُس کے نواحی علاقے "جوغدود_بری" اور افجوئی شہر میں ملیشیا کے عسکری ٹھکانوں اور رہائشوں پر بولے جانے والے دھاووں میں سرکاری ملیشیا کے متعدد افراد ہلاک اور زخمی کیے گئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی ہولدق، ھدان، یقدیش، درکنلی، کاران، اور ھر اوے ڈسٹرکٹوں میں حرکۃ الشباب کے ابطال نے سرکاری صدر دفاتر، پولیس سٹیشنوں اور سرکاری ملیشیا کی عسکری رہائشوں بیک وقت ۹ حملے کیے، جس کے بعد پولیس اور ملیشیا کے افراد کے ہلاک ہونے اور اُن کے جانی اور مالی نقصان کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ یاد رہے کہ یہ حملے دارالحکومت میں تمام سڑکیں بند ہونے اور بھاری 'حفاظتی' اقدامات کے باوجود عمل میں لائے گئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کے جنوب مغرب میں واقع شہر افجوئی میں سرکاری ملیشیا کے ایک ٹرک کو مائن حملے میں نشانہ بنایا گیا جس میں ملیشیا کے ۵ رکن زخمی ہوئے اور جس ٹرک میں وہ سفر کر رہے تھے تباہ ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر جنالی اور قصبے بوفو کے درمیان لگائی جانے والی گھات میں سرکاری ملیشیا کے افراد ہلاک کیے گئے، جن میں ایک افسر بھی شامل تھا، اس کے علاوہ دیگر ۲ افراد زخمی بھی ہوئے۔ دو موٹر سائیکلیں غنیمت لے لی گئیں۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست جِذو کے شہر عیلواق میں ملیشیا کے عسکری اڈے کو دھماکے میں نشانہ بنایا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کا کم از کم ایک رکن زخمی ہوا۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، غریسا کاؤنٹی میں غریسا اور بُری نامی شہروں کے درمیان گھات لگا کر کیے جانے والے مائن حملے میں حرکۃ الشباب کے مجاہدین نے کینیائی عیسائیوں کی دو گاڑیوں کو نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں ۳ کینیائی عیسائی ہلاک ہوئے اور ایک عسکری پک اپ تباہ ہوئی۔

۱۳ جنوری

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے نارا میں مالی کے دو فوجیوں کو ہلاک کیا گیا اور دو فوجی زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہلکا ہتھیار غنیمت لے لیے۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران میں بلعدوین شہر سے ۳۰ کلومیٹر دور "محمد حسن" نامی علاقے میں ملیشیا کی مجالس پر حرکۃ الشباب کے حملوں کے بعد حرکۃ کے ابطال نے علاقے کا کنٹرول سنبھال لیا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی میں شلانبد شہر کے نواح میں یوگنڈا کی افواج کے گولہ بارود سے لدے قافلے پر مائن حملے میں یوگنڈا کے کم از کم دو فوجی ہلاک ہوئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کے بولو_ھوبی نامی علاقے میں دو مائن حملوں میں دو گاڑیوں کو نشانہ بنایا گیا جس میں ۳ سرکاری اہلکار ہلاک اور دیگرے زخمی ہوئے۔

۱۴ جنوری

پاکستان

◄ ضلع پشاور کے سربند تھانے کی دو چیک پوسٹوں پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے لیزر گنز سے دو چوکیوں پر حملہ کیا، جس میں ڈی ایس پی سردار حسین سمیت 4 اہلکار ہلاک اوت ۳ اہلکار زخمی ہوئے ۔ ۲ کلاشنکوف، سات میگزین اور 47۷ ہزار روپے غنیمت کیے گئے۔

◄ جنوبی پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ شریف علاقہ جھنگی کے مقام پر فوج، سی ٹی ڈی اور پولیس کی مشترکہ چوکی پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے تعارضی حملہ کیا، جس میں دو اہلکار ہلاک ہوئے اور مجاہدین کو غنیمت میں دو کلاشنکوف، ایک جی تھری گن اور دیگر سامان حاصل ہوا۔

◄ شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی کے علاقے حسوخیل پل پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے فوجی چیک پوسٹ پر سنائپر عملیات میں ایک فوجی کو مار گرایا۔

یمن

◄ تنظیم قاعدة الجهاد في جزيرة العرب سے وابستہ مجاہدین نے شبوہ میں متحدہ عرب امارات کے ٹھکانوں کو نشانہ بنایا۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی میں جلوین نامی قصبے کے قریب یوگنڈا کی بکتر بند عسکری گاڑی کو مائن حملے میں نشانہ بنایا گیا جس میں گاڑی تباہ ہوئی اور اُس میں سوار تمام فوجی ہلاک ہوئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی کاران ڈسٹرکٹ میں صومالی حکومت کے صدارتی محل میں تعینات ایک افسر "حسن باریسی حیدر" کو جہنم واصل کیا گیا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر افجوئی اور ونلوین کے درمیان لگائی جانے والی گھات میں سرکاری ملیشیا کے ۱۲ افراد زخمی ہوئے۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر جلاکسی اور بولوبردی میں حرکۃ الشباب المجاہدین کے ابطال نے سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈوں اور بیرکوں کو بیک وقت دھماکوں سے نشانہ بنایا جس میں ملیشیا کا بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا۔ حرکۃ الشباب کے عسکری ترجمان شیخ عبدالعزیز ابو معصب نے تصدیق کی صومالی حکومت کی سربراہی میں اسلامی شرعی نظام کے خلاف لڑنے کے لیے شروع کی گئی مہم کا سامنا کرنے کے لیے یہ دھماکے، کاروائیوں کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، مندیرا کاؤنٹی میں دامسی اور جابی نامی علاقوں میں کیے جانے والے دو حملوں میں کینیائی فوج کے متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۱۵ جنوری

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے جمیترا اور کولوجگی کے درمیان مالی کی فوج پر گھات لگائی گئی جس میں مالی کے ۴ فوجی ہلاک ہوئے، مجاہدین نے دو کاریں، دو دشکا، دو پیکا اور ۵ کلاشنکوفیں غنیمت لیں اور ایک مجاہد بھائی شہید ہوا۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر شلانبد کے نواح میں یوگنڈا کی افواج کے عسکری قافلے کو ۳ دھماکوں میں نشانہ بنایا گیا، جس نے نتیجے میں دشمن کا جانی اور مالی نقصان ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوبا کے شہر کسمایو کے نواح میں لگائی گئی گھات میں سرکاری ملیشیا کا "بائدن" نامی ایک افسر اپنے ایک محافظ سمیت زخمی ہوا، جس کار میں یہ سوار تھے وہ تباہ ہوئی۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای کے شہر قنشادری میں حرکتہ الشباب کے مجاہدین نے سرکاری ملیشیا کے ایک عسکری اڈے پر حملہ کیا۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست هیران کے شہر بلدوین میں سرکاری ملیشیا کی ایک مجلس کو دھماکے سے نشانہ بنایا گیا، جس کے بعد ملیشیا کا نقصان ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

۱۶ جنوری

پاکستان

◄ تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے جنوبی وزیرستان کی تحصیل شکتوئی میں نیک محمد نامی بظاہر ایف سی اہلکار اور حقیقت میں فوج کے جاسوس کو گرفتار کیا۔ پولیس افسران و دیگر حکام کے ساتھ تبادلے کے لیے مذاکرت کی ناکامی کے بعد اسے قتل کر دیا گیا۔

◄ ضلع لکی مروت کے اسسٹنٹ کمشنر کے دفتر کے قریب سے گزرتے پولیس قافلے کو تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے بم دھماکے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں دو اہلکار زخمی ہو گئے۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست هیران کے شہر ھلجبن میں سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے پر گاڑی میں لدے بم سے استشہادی حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں اڈہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا اور افسران سمیت ملیشیا کے فوجیوں کی بھاری تعداد ہلاک اور زخمی ہوئی اور اڈے پر موجود عسکری گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ تفصیلات بعد میں شائع کی جائیں گی۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست هیران کے شہر مھاس میں حرکتہ الشباب کے ابطال نے اتھوپیائی افواج اور سرکاری ملیشیا کے عسکری ٹھکانوں پر مارٹر بم داغے جس سے دشمن کا مالی اور جانی نقصان ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے جلوین نامی قصبے کے نواح میں یوگنڈا کی عسکری بکتر بند گاڑی کو مائن حملے میں نشانہ بنایا گیا جس میں یوگنڈا کے ۱۶ فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی ھراوے اور تردیشی ڈسٹرکٹ میں سرکاری ملیشیا کے ایک افسر اور ایک سپاہی کو جہنم واصل کیا گیا۔

◄ جنوبی صومالیہ، شبیلی السفلی کے علاقے کلم_۶۰ میں یوگنڈا کی افواج کے عسکری اڈے پر دھاوا بولا گیا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوبا کے شہر جمامی میں شرعی عدالت نے ارضِ جوبا کے ایک جاسوس اور صومالی پولیس کے ایک رِکن کی سزائے موت پر عملدرامد کراوایا۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی درکنلی ڈسٹرکٹ میں کیے جانے والے مائن حملے میں سرکاری ملیشیا کے افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، واجر کاونٹی میں قرفھار ڈسٹرکٹ اور قرسونامی علاقے میں دو عسکری اڈوں پر دو حملے کیے گئے۔

۱۷ جنوری

پاکستان

◄ پشاور کے علاقے میرہ کچوڑی صوبت کلے میں زیر تعمیر پولیس چوکی کے ساتھ پولیس والوں کے خیموں پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے فائرنگ کی اور دستی بموں سے حملہ کیا۔

صومالیہ

◄ دارالحکومت موغادیشو کے شمال میں ھوادلی نامی قصبے میں حرکت الشباب کے مجاہدین نے سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے پر ایک بڑا حملہ کیا۔ حملہ کا آغاز استشہادی کاروائی سے کیا گیا۔ حملے کے بعد مجاہدین نے قصبے اور اڈے کا مکمل کنڑول سنبھال لیا۔ ملیشیا کے بھاری جانی اور مالی نقصان کی خبریں ملیں اور عسکری گاڑیاں اور ہتھیار، گولیوں اور عسکری ساز و سامان کی بڑی تعداد غنیمت ہوئی۔

۱۸ جنوری

پاکستان

◄ شمالی وزیرستان کے میر علی بائی پاس پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے لیزر گن کے ذریعے ایک فوجی اہلکار کو قتل کر دیا۔

◄ شمالی وزیرستان کی تحصیل گڑیوم کے علاقے ذکر خیل میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے گھات لگا کر حملہ کیا، جس میں دو فوجی ہلاک ہوئے۔

◄ ضلع ٹانک کے علاقے عمر اڈہ میں ظالم فوج نے نام نہاد امن کمیٹی کے ساتھ مل کر ایک گاؤں پر چھاپہ مار کر عوامی آبادی کو نقصان پہنچایا اور بنات کے ایک مدرسے کو منہدم کیا۔ جوابی حملے میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے ایک فوجی کو ہلاک کر دیا۔

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے نُونُو اور سر بیالا کے درمیان مالی فوج کی گاڑی تباہ کی۔

یمن

◄ القاعدہ کے مجاہدین نے ابین میں کیے جانے والے دو مائن حملوں میں متحدہ عرب امارات کی ملیشیا کے فوجی ہلاک اور زخمی، اس کے علاوہ فوری ردِ عمل پر مامور افواج کے لیڈر کو ہلاک کیا گیا۔

صومالیہ

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدوا کے نواحی علاقے جوغدود_بری میں ملیشیا کے عسکری اڈے پر حملہ کیا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے ۴ افراد ہلاک، ۳ زخمی اور دیگر عسکری سامان کے ساتھ ۳ مشین گنیں غنیمت لے لی گئیں۔ حرکت الشباب کے ابطال نے اڈے اور پورے قصبے کا کنٹرول سنبھال لیا۔ بچ جانے والے بیدوا شہر کی جانب فرار ہو گئے۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی، بای اور ارض جوبا کے شہر بلومریر، دنسور اور تاپتو نامی قصبے میں حرکت الشباب کے ابطال نے یوگنڈا اور کینیا کے ۴ عسکری اڈوں پر دھاوا بولا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ارضِ جوبا میں کسمایو کے نواحی علاقے سنگلیر میں لگائی جانے والی گھات میں سرکاری ملیشیا کے ۳ افراد ہلاک یا زخمی کیے گئے۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی وسطیٰ میں ماھدے کے نواحی علاقے بُرنی میں کیے جانے والے دو دھماکوں میں برونڈی کے گشت پر مامور فوجیوں کو نشانہ بنایا گیا جس میں برونڈی کے ۲ فوجی ہلاک اور ۳ زخمی ہوئے۔

◄ شمالی صومالیہ، ریاست سناج کے علاقے دادبو میں کی جانے والی کاروائی میں ارضِ پنت انتظامیہ کے ایک افسر کو ہلاک کیا گیا۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست مدق کے شہر ھردیری کے نواح میں لگائی جانے والی گھات میں میں سرکاری ملیشیا کے متعدد افراد ہلاک اور زخمی کیے گئے اور ملیشیا کے افراد کو شہر واپس بھاگ جانے پر مجبور کر دیا گیا۔

◄ شمال مشرقی صومالیہ، ریاست باری میں بوصاصو شہر کے نواحی علاقے لاگ میں کیے جانے والے مائن حملے میں سرکاری ملیشیا کے ۲ ارکان زخمی ہوئے

◄ دارالحکومت موغادیشو کے شمال میں شہر بلعد اور ھوادلی نامی قصبے کے درمیان حرکۃ الشباب المجاہدین نے سرکاری ملیشیا کے عسکری قافلے کو نشانہ بنایا اور اُنہیں بھاری جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔

کینیا

◄ حرکۃ الشباب کے مجاہدین نے کینیا میں شدید حملہ کیا جس میں ۱۰ عسکری گاڑیاں تباہ کیں اور درجنوں کینیائی فوجی ہلاک اور زخمی کیے۔

◄ شمال مشرقی کینیا، غریسا کاونٹی میں ھلوغا اور غلمغالہ شہروں کے درمیان مائن حملے میں کینیائی فوج کا ایک عسکری ٹرک تباہ کیا گیا جس میں موجود تمام فوجی مارے گئے۔

۱۹ جنوری

پاکستان

◄ پشاور کی تحصیل باڑہ کے علاقے شلوبر میں انڈوڈھنڈ چیک پوسٹ پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے ہینڈ گرنیڈ سے حملہ کیا۔

◄ ضلع لکی مروت کے علاقے احسان پور میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے گھات لگا کر پولیس پر حملہ کیا، جس میں پولیس کی تین گاڑیاں تباہ ہوئیں اور اس میں سوار اہلکار ہلاک وزخمی ہو گئے۔

◄ خیبر ایجنسی کی تحصیل جمرود کے علاقے تختہ بیگ پولیس چوکی پر تحریک طالبان پاکستان کے ایک استشہادی مجاہد حمزہ رحمہ اللہ نے سی ٹی ڈی کے ایک ایسے مرکز پر کیا جو بظاہر پولیس چوکی تھی مگر یہ سی ٹی ڈی اہلکاروں اور جواسیس کا اہم اڈہ تھا۔ اس حملے میں ایم آئی کا کارندہ منظور شاہ، ۲۰۰۷ء سے مجاہدین کو مطلوب رفیق اور یونس سمیت کم از کم دس اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے اور چوکی مکمل طور پر تخریب کا نشانہ بنی۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران میں بلعدوین کے نواحی علاقے بردیری میں حرکۃ الشباب کے مجاہدین اور سرکاری ملیشیا کے درمیان ہونے والی جھڑپوں میں سرکاری ملیشیا کے کم از کم ۴ افراد زخمی ہوئے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی کرن ڈسٹرکٹ میں امنیتی گروہ نے "لیبان محمد حاشی" نامی صومالی پولیس افسر کو ہلاک کیا۔

◄ دارالحکومت کے ویدو نامی علاقے میں مائن حملے میں نشانہ بنائے جانے پر سرکاری ملیشیا کے ۱۳ افراد ہلاک اور ۲ زخمی ہوئے، یہ سب ۷ بریگیڈ کے کمانڈر کرنل "احمد عثمان" کے محافظ تھے۔ کرنل کی ذاتی گاڑی تباہ ہوئی۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر مارکا کے نواحی علاقے "ایل واریجو" میں مجاہدین یوتھ مومنٹ کی جانب سے دھماکے میں یوگنڈا کی عسکری بکتر بند گاڑی کو نشانہ بنایا گیا۔ گاڑی تباہ ہوئی اور اُس میں موجود تمام فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدوا کے نواحی علاقے "جوغدودبُری" نامی قصبے میں ہونے والے حملے کی تازہ ترین صورتِ حال کے مطابق سرکاری ملیشیا کے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۵ ہو گئی ہے جبکہ دیگر ۶ زخمی ہیں۔ ۴ عدد مشین گنیں غنیمت ہوئیں۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر براوی میں ہوائی اڈے پر یوگنڈا کی افواج کے عسکری اڈے پر کیے جانے والے حملے میں یوگنڈا کے فوجی ہلاک اور زخمی۔

۲۰ جنوری

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست جلجدود میں جلعد شہر میں ابطال کی جانب سے کیے جانے والے بڑے حملے میں نشانہ بنائے جانے پر امریکہ سے تربیت یافتہ صومالی افواجِ خاص جنھیں "دناب: کہا جاتا ہے، اُن کے افسر اش اور ڈپٹی چیف کمانڈر "حسن توار" سمت ۱۵۹ افراد ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ ۴۵ عسکری گاڑیاں غنیمت لی گئیں، یہ سب اڈے پر ہی موجود تھیں، اس کے علاوہ مجاہدین نے اسلحہ گولیاں اور دیگر عسکری ساز وسامان کی بڑی تعداد اپنے قبضے میں لی۔

۲۱ جنوری

پاکستان

◄ ضلع چارسدہ کے علاقے ڈھیری زادہ میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے پولیس چوکی پر حملہ کیا، جس میں دو ہلاک اور تین اہلکار زخمی ہو گئے اور ۲ عدد کلاشنکوف قبضے میں آئیں۔

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام و المسلمین سے وابستہ مجاہدین نے جیمترا اور کولوجگی کے درمیان مالی کی فوج پر گھات لگائی جس میں ۴ دشمن فوجی ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے دو گاڑیاں غنیمت کیں۔

یمن

◄ تنظیم القاعدہ کے مجاہدین نے شبوہ میں متحدہ عرب امارات کے ۳ قاتل فوجی زخمی اور ایک ہلاک۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، حرکتہ الشباب کے ابطال نے ریاست شبیلی السفلی، بای، ارض جوبا کے شہر شلانبد، جنالی، دنسور اور قصبے زابد، اوغدود اور ہوزنجو میں یوگنڈا اور کینیا کے ۶ عسکری اڈوں پر حملے کیے جس میں متعدد فوجی مارے گئے اور ملیشیا کے ۳ فوجی زخمی ہوئے۔

◄ شمال مشرقی صومالیہ، ریاست باری کے بوصاصو شہر میں کیے جانے والے مائن حملے میں ارضِ پنت کی انتظامیہ کی گاڑی کو نشانہ بنایا گیا گاڑی میں بیٹھے تمام افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست مدق کے شہر ھر دیری کے بیرونی حصوں میں حرکتہ الشباب کے مجاہدین نے صومالی افواجِ خاص کے ۵ حملے پسپا کیے جس میں ۴ فوجی ہلاک ہوئے اور مائن سے ایک عسکری گاڑی تباہ کی گئی۔ جھڑپوں کے دوران پیدل افواج کو ایک اور مائن سے نشانہ بنایا گیا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی، مارکا شہر کے نواحی علاقے ایل_ورجو میں بروز جمعرات عسکری قافلے کو مائن سے نشانہ بنایا گیا جس میں یوگنڈا کی افواج کے متعدد افراد ہلاک ہوئے، دیگر ۳ زخمی ہوئے اور ایک عسکری بکتر بند گاڑی تباہ ہوئی۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست مدق کے شہر ھر دیری کی بیرونی سرحدوں پر الشباب کے مجاہدین نے صومالی افواجِ خاص کے حملوں کا سامنہ کیا جس میں ۷ صومالی افواجِ خاص کے فوجی مارے گئے اور دیگر ۳ زخمی ہوئے۔ یہ فوجیں ھر دیری شہر کو لوٹ گئیں۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، غریسا کاونٹی کے شہر ھامی کے نزدیک حرکتہ الشباب نے کینیائی افواج کی چیک پوائنٹ پر حملہ کیا، کینیائی فوجیوں کے ہلاک اور زخمی ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

۲۲ جنوری

پاکستان

◄ ضلع پشاور کے علاقے بڈھ بیر کی شیخان چوکی کے انچارج اے ایس آئی ناصر خان کی گاڑی پر مائن حملہ کیا گیا۔

یمن

◄ ابین میں مجاہدینِ القاعدہ کے مورچوں پر متحدہ عرب امارات کی قاتل ملیشیا کی کوشش کو پسپا کیا گیا۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست مدغ کے شہر ھر دیری کے نواح میں افواج کے کیے جانے والے حملے کے جواب میں گزشتہ روز حرکتہ الشباب کے ابطال نے صومالی افواجِ خاص کے ۱۲ افراد ہلاک اور دیگر ۱۰ زخمی کیے۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی کاران ڈسٹرکٹ میں کیے جانے والے مائن حملے میں نشانہ بنائے جانے پر صومالی حکومت کا مقرر دنلی ڈسٹرکٹ کا ڈپٹی میئر "محمود نشانہِ دشمناں" ہلاک ہوا۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر بلدوین میں ملیشیا کے مجلس کو دھماکے میں نشانہ بنائے جانے پر سرکاری ملیشیا کا کم از کم ایک رُکن زخمی ہوا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی اور بای کے شہر براوی کے نواحی علاقے بورالو اور بیدوا شہر کے نواحی علاقے "جوغدود_ بُری" میں حرکتہ الشباب المجاہدین نے یوگنڈا اور سرکاری ملیشیا کے دو عسکری اڈوں پر دو مختلف

حملوں میں دھاوا ابولا، یوگنڈا اور ملیشیا کے افراد کے ہلاک اور زخمی ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، مندیرا کاونٹی کے علاقے ایل رامو میں کیے جانے والے ایک حملے میں کینیائی افواج کی ایک بکتر بند گاڑی تباہ ہوئی اور متعدد کینیائی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲۳ جنوری

پاکستان

◄ خیبر ایجنسی کی تحصیل جمرود کے علاقے غنڈی مند تو کوتی میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین کے ایک مرکز پر ایف سی اہلکاروں اور فوج نے مشترکہ چھاپہ مارا۔ مجاہدین کی کارروائی میں تین ایف سی اہلکار ہلاک وزخمی ہوگئے۔

◄ ڈی آئی خانکی تحصیل درابن میں تحریک طالبان کے ٹارگٹ کلر دستے نے آئی ایس آئی کے اہلکار گل باران کو تھانہ درابن کے نزدیک فائرنگ کا نشانہ بناکر ہلاک کردیا۔

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ارضِ جوبا میں کسمایو کے نواحی علاقے بلوغدود میں دھماکے سے نشانہ بنائے جانے پر سرکاری ملیشیا کے ۵ ارکان ہلاک ہوئے اور جس کار میں وہ سفر کررہے تھے تباہ ہوئی۔

◄ جنوبی صومالیہ، ارضِ جوبا میں کسمایو کے نواحی علاقے میں عسکری رہائش پر بولے جانے والے دھاوے میں سنگلیر اور وار کوئی پُل پر تعینات ملیشیا کے کمانڈر سمیت سرکاری ملیشیا کے ۱۳ افراد زخمی ہوئے۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست مدغ کے شہر ھر دیری پر صومالی افواج کی جانب سے کیے جانے والے حملے کو پسپا کرتے ہوئے حرکت الشباب المجاہدین نے صومالی افواجِ خاص کے متعدد افراد کو ہلاک اور زخمی کیا۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدوا کے نواحی علاقے جوغدود_ بُری نامی قصبے اور دنسور شہر میں اتھوپیائی فوج اور سرکاری ملیشیا کے دو عسکری ٹھکانوں پر دو حملے کیے گئے۔

۲۴ جنوری

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے برکینا فاسو کی فوج پر بوبو اور دیدگو کے درمیان گھات لگائی گئی جس میں دشمن کا کم از کم ایک شخص ہلاک ہوا۔ مجاہدین نے ایک موٹر سائیکل نذر آتش کی، ایک موٹر سائیکل، ایک آر پی جی، اور اُس کے چار گولے اور ایک کلاشنکوف غنیمت لی۔

صومالیہ

◄ حرکۃ الشباب المجاہدین نے دارالحکومت موغادیشو میں صدارت محل کی عمارات پر ۹ مارٹر گولے برسائے، جن میں سے ۳ صدر حسن شیخ کی رہائشگاہ پر لگے اور باقی وزارتِ معلومات اور پارلیمانی صدر دفاتر پر لگے، وہاں سے جانی اور مالی نقصان کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

◄ یہ مارٹر بم بیک وقت وسطی صومالیہ کی ریاست ھیران کے شہر مھاس میں سرکاری ملیشیا کے عسکری ٹھکانے پر بم دھماکے سے حملہ کرنے کے وقت داغے گئے، جس میں ملیشیا کے نقصان کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کی وجدار ڈسٹرکٹ میں سرکاری ملیشیا کے لیڈر "محی الدین احمد عمر" کو ہلاک کیا گیا جو صومالی پارلیمانی الیکشن کمیٹی کا رُکن بھی تھا۔ دارالحکومت کی وارد قلی ڈسٹرکٹ کے سینا نامی علاقے میں ملیشیا کی مجلس کو دھماکے سے نشانہ بنایا گیا جس میں ملیشیا کا ایک شخص زخمی ہوا۔

◄ دارالحکومت موغادیشو کے جنوب مغرب میں شہر افجوئی کے نواحی علاقے لنتابرو میں ایک دھماکے میں نشانہ بنائے جانے پر صومالی افواجِ خاص کی ایک بکتر بند گاڑی تباہ ہوئی جس میں سوار تمام فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◄ جنوبی اور وسطی صومالیہ، ریاست بای اور ھیران کے شہر بیدوا، بلدوین اور ھلجن کے نواحی علاقوں میں حرکۃ الشباب المجاہدین اور سرکاری ملیشیا کے درمیان ہونے والی جھڑپوں میں سرکاری ملیشیا کے افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۲۵ جنوری

پاکستان

◄ جنوبی وزیرستان کی تحصیل جنڈولہ کے علاقہ سور غر میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین کے سنائپر شوٹرز نے ایک فوجی اہلکار کو دوران ڈیوٹی ہلاک کردیا۔

صومالیہ

◄ دارالحکومت موغادیشو کی یقدیش ڈسٹرکٹ کے لفوین علاقے میں کیے جانے والی کاروائی میں "طاہر سنوینی" کو جہنم واصل کیا گیا جو ریاست شبیلی السفلی میں صومالی حکومت سے منسلک ملیشیا کا بانی اور مالی معاونت کرنے والا تھا۔ دوسرے امنیتی گروہ نے دارالحکومت کے وسط میں واقع بکارا مارکیٹ میں سرکاری ملیشیا کا ایک شخص ہلاک کیا۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر مھاس کے بیرونی علاقوں میں گزشتہ روز بروز منگل دھماکے میں نشانہ

بنائے جانے پر سرکاری ملیشیا کے ۷ افراد بشمول افسران ہلاک ہوئے، جس گاڑی میں وہ لوگ سوار تھے تباہ ہوئی۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست مدق کے شہر ھردیری کے نواح میں بم دھماکے اور شدید جھڑپوں میں امریکہ سے تربیت یافتہ صومالی افواجِ خاص کے ۲۴ فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے اور عسکری گاڑی تباہ ہوئی، ، یاد رہے کہ ہلاک ہونے والوں میں اِن افواج کا سینئر افسر بھی شامل تھا۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں صومالی حکومت کی طرف سے مقرر اِسی شہر کے ایک عہدے دار "آئزک عبدو" کو ہلاک کیا گیا، دارالحکومت موغادیشو کی اِس ڈسٹرکٹ میں درکنلی ڈائرکٹیٹ کے ایک افسر کے ڈرائیور کو زخمی کیا گیا۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، غریسا کاونٹی کی فافی ڈسٹرکٹ کے ہلاغی علاقے میں کی جانے والی ایک چھاپہ مار کاروائی میں کینیائی حکومت کا ایک ملازم ہلاک اور دوسرا زخمی ہوا۔

۲۶ جنوری

پاکستان

◄ تحریک طالبان پاکستان کے ٹارگٹ کلر دستے نے کوئٹہ میں ایئرپورٹ روڈ پر طور ناصر نامی فوجی اہلکار کو فائرنگ کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا۔

◄ خیبر ایجنسی کی تحصیل باڑہ کے علاقے تیراہ میدان میں شلوبر مشرے چوک کے قریب تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے نور الحق نامی ایم آئی کے جاسوس کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے واکلا فورو کے درمیان مالی کی فوج پر گھات لگائی گئی۔

◄ مالی کی فوج پر گھات لگائی گئی جس میں ایک دشمن فوجی ہلاک ہوا، مجاہدین نے ۲ پیکا اور اکلاشنکوف غنیمت لی۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، مدق کے شہر ھردیری میں الشباب کے ابطال نے امریکہ سے تربیت یافتہ افواجِ خاص کے دو حملے پسپا کیے جس میں افواجِ خاص کے متعدد افراد ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں "جولد دشنی" نام کا ایک افسر بھی شامل ہے۔

◄ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بکول میں شہر واجد کے ہوائی اڈے پر اتھوپیائی فوج کے عسکری اڈے پر حرکۃ الشباب کے ابطال نے مارٹر گولے برسائے، جس کے بعد دشمن کے جانی اور مالی نقصان کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

۲۷ جنوری

پاکستان

◄ ضلع لکی مروت کے علاقے احمد خیل میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے فوج پر حملہ کیا۔

◄ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل کلاچی کے علاقے روڑی میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین کا فوجی پوسٹ پر حملہ، کم از کم ایک فوجی زخمی ہوا۔

◄ ضلع لکی مروت کے علاقے سلطان خیل، احسان پور اور کیچی کمر کلی پر ناپاک فوج نے چھاپہ مار کر آپریشن کیا، مجاہدین نے بروقت کارروائی کرتے ہوئے لیفٹننٹ کرنل اور لیفٹننٹ سمیت چھ اہلکاروں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

◄ ضلع صوابی کے یار حسین پولیس اسٹیشن پر تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں کم از کم ایک پولیس اہلکار زخمی ہوا۔

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے یاگ نامی علاقے میں برکینا فاسو کی فوج پر گھات لگائی گئی، جس میں ۸ دشمن فوجی ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ۱۰ کلاشنکوفیں، ۲۰ موٹرسائکلیں، ۱ کار، ۱ دشکا، ۱ پستول، گولیوں کے ۲۵ ڈبے، ۳ آر پی جی غنیمت لیے۔ ۵ مجاہدین شہید ہوئے۔

۲۸ جنوری

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے مالی فوج کی ایک گاڑی مائن سے ٹکرائی جس سے گاڑی تباہ ہو گئی۔

یمن

◄ مجاہدینِ القاعدہ نے ابین میں عرب امارات کے قاتل فوجی کو نشانہ بنایا۔

صومالیہ

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران میں بلدوین کے نواحی علاقے داکاوینی میں اِس روز، یعنی بروز ہفتہ حرکۃ الشباب اور سرکاری ملیشیا کے درمیان ہونے والی جھڑپوں میں سرکاری ملیشیا کے ۵ ارکان ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر جنالی میں یوگنڈا کے عسکری اڈے پر دھاوا بولا گیا جس میں یوگنڈا کے فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اِسی ریاست کے شہر افجوئی

میں سرکاری ملیشیا کا ایک افسر قتل کی کوشش میں بال بال بچ گیا۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست جلجدود میں سمرب شہر کے ہوائی اڈے میں جبوتی کی افواج کے خلاف حرکۃ الشباب کے مجاہدین نے حملہ کیا۔

◄ جنوبی صومالیہ، ارضِ جوبا میں کسمایو کے نواحی علاقے میں سرکاری ملیشیا کے پیدل گشت پر گھات لگائی گئی، جس کے بعد ملیشیا کے فوجیوں کے ہلاک اور زخمی ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

◄ دارالحکومت موغادیشو میں کلم۔۴ میں چوراہے کی وسط میں نشانہ بنائے جانے پر سرکاری ملیشیا کا ایک رُکن ہلاک اور دوسرا زخمی ہوا۔

۲۹ جنوری

پاکستان

◄ تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے (ولایت ڈی آئی خان) کی تحصیل کلاچی کے علاقے لونڑئ میں فوجی پوسٹ پر تعینات ایک اہلکار سنائپر کے ذریعے قتل کر دیا۔

صومالیہ

◄ دارالحکومت موغادیشو کی وردقلی ڈسٹرکٹ میں غلمدق انتظامیہ کے وزیر کو ہلاک کیا گیا۔

◄ شمال مغربی ریاست بای میں بیدوا کے نواحی علاقے جوغدود۔بُری نامی قصبے میں حرکۃ الشباب کے ابطال نے صومالی افواج کے عسکری ٹھکانے پر دھاوا بولا۔

◄ شمال مشرقی صومالیہ، ریاست باری میں بوصاصو شہر کے ۵۰ کلومیٹر دوکُلبر کا نامی علاقے میں دھماکے میں نشانہ بنائے جانے پر ارضِ پنت انتظامیہ کی ملیشیا کے ۸ رکن زخمی ہوئے جس میں سے ۴ شدید زخمی ہیں، اِن میں انتظامیہ کا انسدادِ دھماکہ خیز مواد کا چیف کمانڈر "محمد سعید" بھی شامل ہے۔

۳۰ جنوری

پاکستان

◄ ضلع صوابی کے علاقے ہنڈ میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین پر پولیس نے چھاپہ مارا۔ مجاہدین نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے کم از کم دو پولیس اہلکاروں کو ہلاک و زخمی کیا۔

مالی

◄ جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین سے وابستہ مجاہدین نے مالی کی ایک عسکری کار کو نشانہ بنایا گیا جس میں مالی کی فوج کے ۴ افراد ہلاک ہوئے۔

صومالیہ

◄ دارالحکومت موغادیشو کی ہلدق ڈسٹرکٹ میں پولیس چوکی پر کیے جانے والے حملے میں ۲ صومالی پولیس اہلکار ہلاک کیے گئے۔ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر جنالی میں حرکۃ الشباب المجاہدین نے سرکاری ملیشیا کے اڈے پر دھاوا بولا، ملیشیا کی صفوں میں نقصان کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

◄ وسطی صومالیہ، ریاست ھیران کے شہر ھلجبن میں سرکاری ملیشیا کے اڈے پر بولے جانے والے دھاوے میں سرکاری ملیشیا کے دو افراد زخمی ہوئے۔

کینیا

◄ شمال مشرقی کینیا، مندیرا کاونٹی کے علاقے گابی اور دمسی اور عربیا ڈسٹرکٹ میں کیے جانے والے حملوں میں کینیائی فوجی ہلاک اور زخمی۔

۳۱ جنوری

صومالیہ

◄ جنوبی صومالیہ، ارضِ جوبا میں کسمایو نے نواحی علاقے بارسنجونی میں حرکۃ الشباب المجاہدین کے ابطال نے سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے پر حملہ کیا جس میں ملیشیا کے دو ارکان زخمی ہوئے۔ صدر دفاتر میں قیادت کی عمارات پر آر۔پی۔جی۔ داغنے کی وجہ سے اڈے میں آگ لگ گئی۔

◄ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی الوسطیٰ کے شہر آدم۔ یبال کے نواح میں سرکاری ملیشیا کے عسکری قافلے کو ایک دھماکے میں نشانہ بنایا گیا۔ عسکری گاڑی تباہ ہوئی اور ملیشیا کا کم از کم ایک شخص زخمی ہوا۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: فلسطین کی مدد کیسے کی جائے

میں آپ کو اس اللہ کی امان میں دیتا ہوں جو امانت ضائع نہیں کرتا، ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اور آخر میں میری ہر ذی احترام مردِ حر سے گزارش ہے کہ اگر آپ کو یہ کلمات سچے، مبنی بر حق اور نافع معلوم ہوں تو اس کے ترجمے اور نشر کا بقدر استطاعت اہتمام کریں اور اگر یہ بے فائدہ نظر آئیں تو ہمیں نصیحت کریں، اللہ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ اور ہماری آخری دعا یہی ہے کہ تمام تر تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، اور درود و سلام ہو ہمارے آقا محمد، ان کی آل اور ان کے اصحاب پر!

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆☆☆

عن قریب ان شاء اللہ

سیرتِ استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ

اور آپ کے بعض اکابرین اور رفقاء کا تذکرہ

بقلم: حافظ صہیب غوری

ادارۂ حطین

مِرے مولیٰ دے دے!

حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

صدقِ احساس کی دولت مِرے مولیٰ دے دے
غمِ امروز بھلا دے، غمِ فردا دے دے

دُھن کچھ ایسی ہو فراموش ہو اپنی ہستی
دلِ دیوانہ و سودائی و شیدا دے دے

اپنے مئے خانے سے اور دستِ کرم سے اپنے
دونوں ہاتھوں میں مرے ساغر و مینا دے دے

کھول دے میرے لیے علمِ حقیقت کے در
دلِ دانا، دلِ بینا، دلِ شنوا دے دے

قول میں رنگِ عمل بھر کے بنا دے رنگیں
لبِ خاموش بنا کر، دلِ گویا دے دے

دلِ بے تاب ملے، دیدۂ پُر آب ملے
تپِ آتش مجھے دے دے، نمِ دریا دے دے

دردِ دِل سینے میں رہ رہ کر ٹھہر جاتا ہے
جو نہ ٹھیرے مجھے وہ درد خدایا دے دے

’’ہم اپنے دین کا دفاع اپنے خون سے کرتے ہیں اور ہماری سرحدات ،خون اور بارود کی سرحدات ہیں، جو بھی ہمارے دین کی اہانت کرے گا ،اُسے جان لینا چاہیے کہ ہم میں سے ضرور کوئی ایک مرے گا، یہ شخص یا کوئی اور، جو بھی ہمارے دین کی توہین کرے گا اُسے سمجھنا چاہیے کہ اس نے زندگی اور موت کی کشمکش میں قدم رکھا ہے، ہم اپنے دین کی خاطر مرتے ہیں اور دین ہی کی خاطر جیتے ہیں، ہمارے نزدیک ہمارے دین سے زیادہ کوئی چیز مقدس نہیں! جو بھی ہمارے دین کے ساتھ ٹکرائے گا، وہ جان لے کہ ہم اس سے بارود کے ساتھ ٹکرائیں گے، اس مسئلے میں کسی قسم کا تساہل، کسی قسم کا تفاہم اور کسی قسم کی لے دے نہیں۔ ہم زندگی کے لیے نہیں جیتے ہیں، نہ ہی ہم پیٹ اور شرم گاہ کے لیے جیتے ہیں، ہم فقط اپنے دین کے لیے جیتے ہیں!!‘‘

الشیخ المجاهد **ابو عبداللہ الشافعی** فک اللہ أسرہ